قصصِ بائبل
ایک نظر میں
تالیف
علامہ محمد یسین عابد
مرکز تحقیقِ اسلامی پاکستان

ف ☆ لِلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ

وَ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

☆ لَهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ

يُلٌ ☆ لَهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ (البقرہ ۷۹)

خدا اور اس کے رسولوں پر الزامات کا تحقیقی جائزہ

قصص بائیبل

(حصہ اوّل)

مؤلف

محقق مذاہب عالم علامہ محمد یٰسین عابد

ناشر

مرکز تحقیق اسلامی ...... پاکستان

ویب سائیٹ

Web:www.almazahib.com

Email: almazahib@yahoo.com

نام کتاب : قصص بائبل (حصہ اوّل)
نام مصنف : علامہ محمد یسین عابد
صفحات : 336
سن اشاعت : 2018ء
قیمت :

ملنے کے پتے

☆ مرکز تحقیق اسلامی، جامعہ اسلامیہ کاموںکے، ضلع گوجرانوالہ

☆ جامع مسجد خضراء سمن آباد، لاہور

فون برائے رابطہ

0300-4731347 -- 0300-9405178

فہرست مضامین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرکز تحقیق اسلامی

جناب علامہ محمد یٰسین عابد کی اس کاوش کا

انتساب

سیدنا موسیٰ علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

اور

انبیاء بنی اسرائیل کے نام کرتا ہے۔

عرض ناشر

علامہ محمد یسین عابد۔ معروف معنوں میں اور روایتی انداز کے عالم یا مذہبی رہنما نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت اور حالات و واقعات پر تجزیہ کی گہری نظر عطاء فرمائی ہے اور اسلام کے تمام پہلوؤں پر اس خداداد صلاحیت سے وسیع مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں۔ مذاہب کا تقابلی مطالعہ ان کا خاص موضوع ہے۔ مسیحیت اور قادیانیت پر انہوں نے علمی کام کیا، مضامین تحریر کیے اور کئی مقامات پر مسیحی اور قادیانی رہنماؤں کے ساتھ مکالمہ میں اسلام کی وکالت کی، ترجمانی کا حق ادا کیا اور انہیں مکالمہ کے میدان سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

''قصص بائیبل'' اُن کے ذوق، مطالعہ، تحقیق و تجزیہ اور خداداد صلاحیت کی مظہر ہے۔

''قصص'' قصہ کی جمع ہے۔ واقعہ یا کہانی اس کا مناسب ترجمہ ہے، بائیبل جن کہانیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا تجزیہ۔ اس کتاب کا بنیادی موضوع ہے۔

یہودی۔ بائیبل کے عہد قدیم کے، جب کہ مسیحی۔ عہد قدیم و جدید دونوں کے ''خدا کا کلام'' ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ مقدس لوگوں نے خدا کے الہام اور روح القدس کی تائید سے انہیں قلمبند کیا ہے اپنے اس دعوے پر وہ کوئی ثبوت پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں جو علم اور عقل کی میزان پر دلیل کے طور پر مانا جائے۔

اس کے ذمہ دار بھی وہ خود ہیں اور دلیل نہ ہونے کے باوجود اپنے مذہبی رہنماؤں کی ہر بات کو بغیر کسی دلیل کے مانے چلے پر وہ خود ہی جوابدہ ہیں۔

تاہم علمی اعتبار سے ان واقعات کی جرح وتعدیل اوران پر تبصرہ وتجزیہ۔علم کی
ایک شان ہے۔علم کا مزاج ہمیشہ یہ رہا ہے کہ طعن وتشنیع کا پہلو اس میں نہیں ہونا چاہیے۔
اصلاح کا جذبہ ہواور واقعات میں موجودان پہلوؤں کی نشاندہی کی جائے جن سے ان
واقعات کا تقدس اور بلند مقام مجروح ہوتا ہو۔

جناب محمد یٰسین عابد صاحب نے اسی انداز کو اختیار کیا ہے اُن کی اس کاوش کا
مسودہ کئی سال پہلے ہمارے پاس آیا تھا لیکن اشاعت سے پہلے اس پر بھی ایسے ہی حادثات
گزرتے رہے جوخود تورات اور عہد قدیم کی باقی کتابوں پر گذرتے رہے، تاریخ ان کی
شاہد ہے۔

جناب محمد یٰسین عابد نے ۔ عہد قدیم کے قصص پر جو کچھ تحریر فرمایا۔ اسے
''مرکز تحقیق اسلامی'' شائع کررہاہے۔دوسرے حصہ میں عہد جدید کے واقعات پر تبصرہ ہے۔جس
کا مسورہ کمپوز حالت میں موجود ہے،ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ بھی جلد شائع ہوجائے گا۔

جناب محمد یٰسین عابد صاحب کوذہنی طور پر بڑی کوفت سے گزرنا پڑا ہے کہ وہ اس
کی جلد اشاعت کے خواہاں تھے لیکن بوجوہ اس میں تاخیر ہوتی رہی۔ہم اللہ تعالیٰ سے دست
بدعا ہیں کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے سوچ و بچار اور ہدایت
کا ذریعہ بنادے۔

مرکز تحقیق اسلامی

تعارف مصنف

قدرت بڑی فیاض ہے۔ وہ کفر و شرک اور گمراہی و بے راہ روی کے ہر دور میں اپنے بندوں کی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کے لیے کسی نہ کسی مرد ذی شعور کا انتخاب کر لیتی ہے ایسی عظیم المرتبت شخصیات روز روز جنم نہیں لیتیں بلکہ فلک صدیوں محو خرام رہتا ہے ماہ و سال ہزاروں کروٹیں بدلتے ہیں، لیل و نہار مدتوں محو گردش رہتے ہیں تب جا کر ظلمت خانہ جہاں میں ایسی بلند پایہ ہستیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

انہی ہستیوں میں سے ایک مرد قلندر مناظر اسلام قاطع ادیان باطلہ، محقق تقابل ادیان، فاتح مذاہب باطلہ حضرت مولانا محمد یسین عابد دامت القدسیہ برکاتھم بھی ہیں جنہوں نے عالم کفر کو لرزہ براندام کر دیا۔ آپ نے ردعیسائیت پر وہ کام کیا جو آج تک کوئی نہیں کر سکا۔

آپ ایک ایسے مذہبی خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو تقسیم پاک و ہند سے قبل سرزمین سرہند سے متصل ایک گاؤں باڑا میں قیام پذیر تھے اور آپ کے آباؤ اجداد حضور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ تھے

جنہوں نے دور اکبری میں نام نہاد دین الٰہی کی دھجیاں اڑا دیں انہی کے فیض کرم اور لطف عنایت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ ابتدا سے آج تک کسی بد دین و بد مذہب کے سامنے نہیں جھکے بلکہ......

در غیر پر ہمیشہ انہیں سر جھکائے دیکھا
کوئی ایسا داغ سجدہ میرے نام پر نہیں ہے
کسی سنگ دل کے آگے میرا سر نہ جھک سکے گا
میرا سر نہیں رہے گا مجھے اس کا ڈر نہیں ہے

آپ کے والدین ہجرت کے وقت اپنے پورے خاندان کی قربانیاں دے کر ملک پاکستان تشریف لائے اور سرزمین علی پور چٹھہ میں قیام پذیر ہوئے جہاں پر وہ کوکب تابناک عالم کفر کی کالی گھٹاؤں کو کافور کرنے کے لئے مورخہ ۲۱-۲-۱۹۵۷ء ۲۰ رجب بروز جمعرات کو اس جہان میں تشریف لایا کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیداور پیدا

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز اسی علاقہ سے کیا آپ آٹھویں جماعت میں تھے کہ قدرت نے آپ کو اپنے دین کی تبلیغ و تشہیر اور ترویج و اشاعت کے لئے منتخب فرما لیا بالآخر حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کا یہ روحانی فرزند اسلام کی سربلندی اور محبوب کبریا ﷺ کی عزت و ناموس پر مر مٹنے والا یہ ننھا طالب علم ایک روز باہر نکلتا ہے کہ اس کی ملاقات ایک کرسچن ڈاکٹر زیڈ اے ڈین جس کا اصل نام زین العابدین تھا سے ہوئی جس کا کلینک اسی محلّہ میں واقع تھا جو اسلام کے خلاف لٹریچر لکھتا اور مسلمانوں سے اکثر مباحثے کیا کرتا تھا جو مریض اس کے پاس آتا اس سے بحث

شروع کر دیتا ان سے طرح طرح کے مذہبی سوال کرتا رہتا عیسائیوں کو ڈاکٹر صاحب پر بڑا مان تھا وہ مسلمانوں کو ڈاکٹر کا حوالہ دے کر مذاق کرتے تھے۔

استاذی المکرّم اپنی کہانی اپنی زبانی سناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کرسچن ڈاکٹر اکثر مجھے بلاتا، میرے بچپن کا زمانہ تھا مذہبی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں بلکہ اس کے برعکس مجھے مصوری سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا اور میں مصور کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر کی اسلام دشمنی نے میرے جذبات کی نہج کو بدل کر رکھ دیا ایک دن جب اس نے میرے محبوب آقا ﷺ کی ذات پر حملہ کیا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرط محبت میں آکر میں اس کو مارنے کے درپے ہوگیا۔ لیکن معاملہ رفعہ دفعہ ہوگیا۔

بالآخر میں نے بائبل منگوانے کا فیصلہ کیا میں ڈاکٹر کے پاس گیا اور بائبل خریدنے کے متعلق کہا تو اس نے حامی بھر لی اور پھر ۷۳-۱-۶ بروز ہفتہ کو ۱۰ روپے کی ریفرنس بائبل خرید لی اور اس کا مطالعہ شروع کر دیا پھر میں ہر روز ڈاکٹر کے پاس جاتا اور سوال کرتا تو اس سے کوئی جواب بن نہ پڑتا لیکن افسوس کہ ڈاکٹر صاحب زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے اور ان کو مذہبی میدان میں شکست دینے کی تمنا میرے دل ہی میں رہ گئی لیکن میرا مطالعہ جاری رہا اور اس سلسلے میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اظہار الحق'' بہت معاون ومددگار ثابت ہوئی اور اس کی بدولت مباحث میں کامیابی سے ہمکنار ہوا اور خداوند قدوس جل جلالہ نے اسلام کو فتح ونصرت عطا کی اور اسلام کے پرچم کو سرنگوں ہونے سے محفوظ فرمایا اور آج تک یہ سلسلہ رواں دواں ہے۔

استاذی المحترم کا پہلا مناظرہ ۸۶-۶-۸ کو سہیل انور بھٹی آف لاہور سے

ہوا جس نے شکست کا اعتراف کیا۔

دوسرا ۱۹ مارچ ۱۹۸۷ کو کراچی کے پادری عبداللہ مسیح اور اس کے شاگرد شکیل سموئیل آف دھونکل سے ہوا جہاں کامیابی نے بڑھ کر آپ کی قدم بوسی کی اور رحمت خداوندی نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء کو پادری برکت اے خان آف سیالکوٹ سے مناظرہ میں شکست فاش پادری کا مقدر بن گئی اس طرح آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور کوئی بھی اسلام کو سرنگوں نہیں کر سکا بلکہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے ہے لچک رکھی
اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبادیں گے

آپ کا شہرہ چاردانگ عالم میں پھیل گیا اور بہت سے علماء آپ سے روابط استوار کرنے لگے اور مختلف مجلہ جات کے ایڈیٹرز بھی آپ سے خدمات حاصل کرنے لگے سب سے پہلے نومبر ۱۹۸۹ میں مسیحی عالم ڈاکٹر یوسف جلیل صاحب کی ایک زہریلی تحریر کے جواب میں ماہنامہ ''المذاہب'' لاہور میں آپ کا پہلا مضمون ''علمی مذاکرہ'' کے نام سے شائع ہوا۔

پھر جون ۱۹۹۰ء میں ماہنامہ الشریعہ میں آپ کا پہلا مضمون ''مثیل موسیٰ کون ہے؟'' منظر عام پر آیا پھر نومبر ۱۹۹۳ کو سہ ماہی ''تبیان'' شیر گڑھ میں آپ کا پہلا مضمون ''موسیٰ کا خسر کون؟'' شائع ہوا۔

پھر اگست ۱۹۹۰ کو ماہنامہ ''حرمین'' جہلم میں آپ کا پہلا مضمون ''بنی اسرائیل مصر میں'' شائع ہوا۔

پھر ۷ نومبر ۱۹۹۷ء کو ہفتہ روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں آپ کا پہلا مضمون ''کہاں تک سنو گے؟'' شائع ہوا۔

پھر دسمبر ۲۰۰۶ کو ''مکالمہ بین المذاہب'' میں آپ کا پہلا مضمون ''کیا ۲۵ دسمبر یسوع مسیح کا یوم ولادت ہے؟'' شائع ہوا۔

اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے آپ کے بے شمار مضامین ہدیہ قارئین ہو چکے ہیں اور اسی سلسلے کی ایک کڑی آپ کی کتاب ''نقص بائبل پر ایک نظر'' بھی ہے جو مسلمانوں کے لئے تریاق کی حیثیت رکھتی ہے۔

عیسائیت کے علاوہ آپ ردمرزائیت اور فتنہ انکار حدیث کے ردّ میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں اور ہر میدان میں مرزائیوں کے مربیوں اور منکرین حدیث کے علماء کو شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال آپ کا شفقت بھرا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور آپ کو صحت کاملہ آجلہ عطا فرمائے اور آپ کی اولاد کو آپ کا حقیقی جانشین بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی رحمت الامین ﷺ۔

خاک پائے اولیاء وعلماءِ اسلام
محمد عطاء المصطفیٰ جمیل ساقی عفی لہ

تعارف تصنیف

خالق ہر دوسرا، کائنات میں یکتا، دو عالم کے یگانہ خدا نے اپنی مخلوق کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر اپنی محبوب ترین ہستیوں، انبیاء و رسل کو اس مدرسۃ الدنیا میں معلم و مبلغ مشفع و مصلح کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور ان کو کتب و صحائف بطور نصاب عطا فرمائے تاکہ بندے ان پر عمل پیرا ہوں اور اپنی دنیوی و اخروی نجات کا سامان کرسکیں لیکن جب انبیاء و رسل کا جم غفیر اس دنیا فانی سے دنیا باقی میں رحلت فرما گیا تو ان کی امم نے خدائے بحر و بر کے اس نصاب لاجواب میں تحریف و تغییر، تبدیل و ترمیم اور تخلیط و تدخیل کر دی جس کا تذکرہ خدائے لم یزل نے اپنی افضل و اکمل کتاب لازوال میں فرمایا ہے۔

افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون. (البقرہ: ۷۵)

’’کیا تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہاری بات مانیں گے حالانکہ ان میں سے ایک گروہ خدا کا کلام سنتا تھا اور سمجھنے کے بعد بھی اس میں دانستہ تحریف و تبدیل کرتا تھا‘‘۔

دوسرے مقام پر بھی فرمایا:

یحرفون الکلم من بعد مواضعہ

''وہ (اللہ) کے کلمات کو ان کی جگہ کے بعد بدل دیتے ہیں''۔

(المائدہ۔۴۱)

آج اسی لیے جو کتب منسوب برانبیاء ہیں وہ کلام الٰہی کی بجائے انبیاء ورسل کی توہین وتنقیص، کمزوری وکوتاہی، عیوب ونقائص پر مبنی بیانات سے بھری پڑی ہیں ان کتب میں ہر نبی ورسول کا دامن تطہیر ظلم وستم اور سیئات وفحشات سے آلودہ نظر آتا ہے۔

اللہ رب العزت نے بے شمار مدبرین ومفکرین علماء ومشائخ کو منتخب فرمایا جو اپنی تبحر علمی سے قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء ورسل کی عصمت کو داغدار ہونے سے بچانے کی کوشش میں مصروف رہے اور ان کی چادر تطہیر پر دھبہ لگنے سے بچانے کی جدوجہد میں شریک کار رہے اور بائبل میں موجود قصص انبیاء کا قرآن وحدیث سے رد فرمایا۔ مگر ضرورت تھی ایسے دلائل کی جو قرآن وحدیث سے ہٹ کر ہوں کیونکہ قرآن وحدیث ان پر حجت نہیں بلکہ عیسائیوں کا سارا سرمایہ صرف اور صرف بائبل ہے جو ان کی الہامی کتاب کہلاتی ہے اور وہی ان کے لیے حتمی ویقینی فیصلہ لاتی ہے جس میں ردائے تطہیر انبیاء کو تار تار کیا گیا ہے وہ قرآن وحدیث کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہاری کتابوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ہماری بائبل سے جواب دو۔

اس لیے ان کے ذوق کی تکمیل اور چاہت کے عین مطابق استاذی المکرّم دین اسلام کے نامور مبلغ، فاتح ادیان باطلہ، محقق تقابل ادیان، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد یٰسین عابد دامت برکاتہم القدسیہ نے قصص بائبل پر ایک نظر دوڑائی اور دیکھا کہ عصمت انبیاء کے قلعہ میں نقب زنی کی گئی ہے ان کے تقدس کو پامال کیا گیا ہے اور

ان کو بدکرداری و بداخلاقی جیسی عمیق دلدل میں دھنسے ہوئے دکھایا گیا ہے ان کی طہارت و پاکیزگی، اعلیٰ کرداری و بلند اخلاقی کی ردا کو چاک کر دیا گیا ہے اور قصص بائبل میں کذب بیانی و دجل گوئی کے زہریلے ناگ نے محبت کا روپ دھار کر مظلوم و معصوم انبیاء کی عصمت کو ڈس لیا ہے اور ان پر بہتان تراشی وافترا پردازی کا کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا گیا بلکہ ہر موڑ پر ان کی ہتک واہانت کو ہی اپنا موضوع سخن بنایا ہے۔

تو ان کے رد میں آپ نے ایک صحیفہ حقیقت، کتاب مستطاب ''قصص بائبل پر ایک نظر'' کے نام سے تحریر فرمائی جس میں انہوں نے عصمت انبیاء پر لگائے گئے الزامات اور ان کی چادر تطہیر پر لگائے گئے داغ دھبوں کو بجائے قرآن و حدیث کے بائبل ہی سے رفع کیا ہے اور ان کی عزت و حرمت اور عظمت و رفعت کا تحفظ کیا ہے اور ایسے قصص بائبل کو بائبل ہی سے جھوٹا اور من گھڑت ثابت کر کے حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔

یہ وہ عظیم کام ہے جو آج تک کسی نے نہیں کیا آپ نے حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی بڑے احسن طریقہ سے کی ہے اور اس میں کسی پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے اصل روپ کو لوگوں کے سامنے آشکار کیا ہے اور متلاشیان حق کی راہ ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور صراط مستقیم کی طرف کمر بستہ کیا ہے ان کو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر نور علم کی بلند ترین چوٹی پر لا کھڑا کیا ہے اور اپنا فریضہ سرانجام دے کر سرخروئی سے ہمکنار ہوئے ہیں۔

انہوں نے تحقیق و تدقیق کے ایک نئے باب سے ہمیں روشناس کروایا ہے کتاب میں آپ کا انداز تبلیغ نہایت ہی پرتاثیر ہے کیونکہ یہ ملت اسلامیہ کے غم میں تڑپتے ہوئے دل کی ایک آہ شب گیر ہے...... عصمت انبیاء کے لئے ایک ڈھال نما تحریر ہے...... حقانیت اسلام کی اعلیٰ تنویر ہے...... کفر و دجل کے سامنے منہ بولتی تقریر ہے......

مریض متزلزل کے لئے ایک اکسیر ہے اوراس کا تعارف کرانے والا بندہ پر تقصیر ہے۔

استاذی محترم کی یہ جدو جہد رہتی دنیا تک نورانی آفتاب بن کر دنیا کو اپنے نور سے منور کرتی رہے گی اور ایسا کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اور نہ ہی یہ کار طفلاں ہے کہ ہر کوئی اس چوٹی کو سر کرے بلکہ یہ صرف استاذی المکرّم کا ہی حصہ ہے کہ انہوں نے آفتاب و مہتاب کو گرہن لگنے سے بچایا ہے اور ڈوبتی کشتی کو کنارے لگایا ہے۔

آپ کی حسن تحقیق و تدلیل پر حقائق رشک کرتے ہیں کسی بھی تحریر پر آپ کی پکڑ اتنی حیرت انگیز ہے کہ خود قطعہ تحریر بھی حیران و ششدر رہ جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اس میں موجود پس پردہ کذب بیانیوں اور دروغ گوئیوں کو اس مہارت سے نیلام عام ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے کہ خود دجل و فریب شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں اور آپ کا انداز تکلم تفہیمانہ و مصلحانہ ہے کہ ہر ذی شعور اور راہ حق کا متلاشی اور گم کردہ راہ گیر کے دل پر گہرے نقوش چھوڑ دیتا ہے اور آپ کی تحقیق کو تہہ دل سے تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کا چہرے سے نقاب کشائی کرنے اور اس کو حقیقت کا آئینہ دیکھانے کے انداز کو ہدیہ قارئین کرتا ہوں دیکھیں کہ ابر آلود آفتاب کا چہرہ حقیقت کتنا حسین و جمیل اور دلفریب و دلنواز ہے۔

☆　حضرت لوط علیہ السلام سے منسوب قصہ کو آپ نے انتہائی مہارت سے مردود و مکذوب ثابت کیا ہے ملخصاً عرض ہے کہ بائبل کہتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام سدوم سے نکل کر غار میں چلے گئے جہاں ان کی دو بیٹیوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو دو دن شراب پلائی اور ان سے ہم آغوش ہوئیں اور ان سے اولاد پیدا ہوئی اس کے رد میں آپ فرماتے ہیں۔

(۱)　کہ حضرت لوط سدوم پر نزول عذاب سے پہلے اپنے اہل خاندان کے ساتھ

ہجرت کر کے قریبی شہر ضغر جابسا تھا کیونکہ فرشتوں نے اسے تباہ نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ (پیدائش ۲۱:۱۹)

وہاں انہیں ڈر لگا تو وہ غار میں چلے گئے کتنی تعجب خیز بات ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو شہر ضغر میں بستے ڈر لگے اور پہاڑوں کی غاروں میں بستے ڈر نہ لگے۔ اس کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی معلوم ہوا غار کی کہانی من گھڑت ہے۔

(۲) حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں شہر ضغر میں کچھ عرصہ قیام کر کے دیکھ آئی تھیں کہ ان کے قریب ہی شہر ضغر مرد و زن سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ لوط علیہ السلام کی پہلوٹھی بیٹی نے چھوٹی سے یہ کہا ہو کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے (پیدائش ۳۱:۱۹)

بفرض محال غلطی سے یا غلبہ شہوت سے پہلوٹھی نے ایسا کہا بھی ہو تو لازمی امر ہے کہ چھوٹی کہے کہ تیرا دماغ گھاس چرنے تو نہیں چلا گیا؟ ابھی کل ہی تو ہم ضغر شہر سے آئے ہیں کیا وہاں مردوں کی کمی ہے اور ہم سے تھوڑی دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آباد شہر موجود ہے وہاں بھی بے شمار مرد موجود ہیں سدوم اور عمورہ صرف دو بستیاں تباہ ہوئیں باقی دنیا تو موجود ہے یہاں باپ سے منہ کالا کیوں کرتی ہے؟ ثابت ہوا غار کی کہانی بالکل خود ساختہ ہے۔

(۳) غار میں شراب کیونکر میسر آئی؟ عذاب الٰہی کے خوف سے بھاگے بھاگے پھرنے والے باپ بیٹیاں کیا شراب کے مٹکے ساتھ ساتھ اٹھائے پھرتے تھے؟ غاروں میں ہانڈی چولھا میسر نہیں آتا یہاں شراب کے مٹکے بھی پہنچ گئے اگر موآب اور بن عمی پہاڑ کی غار میں پیدا ہوئے تھے تو ماننا پڑے گا کہ لڑکیاں غار میں آنے سے پہلے حاملہ تھیں کیونکہ یہ دونوں لڑکیاں شادی شدہ تھیں یہی

وجہ ہے کہ لوط کے گھر کے باہر کھڑے بلوائیوں میں آپ کے داماد بھی تھے سدوم کی تباہی سے قبل فرشتوں نے لوط سے کہا ''داماد اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور جو کوئی تیرا اس شہر میں ہے ان کو اس مقام سے باہر لے جا کیونکہ ہم اس مقام کو نیست کریں گے اس لیے کہ ان کا شور خداوند کے حضور بہت بلند ہوا ہے اور خداوند نے اسے نیست کرنے کے لیے ہمیں بھیجا ہے تب لوط نے باہر جا کر اپنے دامادوں سے جنہوں نے اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں، باتیں کیں اور کہا کہ اٹھو اس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند اس شہر کو نیست کرے گا لیکن وہ اپنے دامادوں کی نظر میں مضحک سا معلوم ہوا۔'' (پیدائش:۱۹: ۱۲تا۱۴)

قارئین کرام میری بات سے یقینی طور پر متفق ہوں گے کہ استاذی المکرّم کی ہر بات پر پکڑ انتہائی سخت اور خوش کن ہے آپ کا انداز تکلم انتہائی سادہ اور خوش گوار ہے آپ کی ساری کتاب ہی اسی طرح دلائل سے مزین اور شواہد سے آراستہ ہے جس کا مسیحی دنیا کے پاس کوئی جواب نہیں قصص بائبل پر آپ نے صرف ایک نظر فرمائی تو ان واقعات کے من گھڑت ہونے پر دلائل کا انبار لگا دیا۔ اور عالم مسیحیت کو حیران و ششدر فرما دیا ہم خالق ارض وسماء سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ استاذی مکرم کا سایہ تا حیات ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور آپ ہمیں اپنے فیوضات وارشادات سے نوازتے رہیں۔ آمین بجاہ النبی الامین آپ اس شعر کے حقیقی مصداق ہیں۔

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں جمیلؔ
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح بھی کر جاؤں گا

خیر اندیش

محمد عطاء المصطفیٰ جمیل ساقی عفی لہ۔

عرض مصنف

شان انبیاءؑ کے خلاف بائبل میں مندرج قصص اوران پر ناقدانہ ومحققانہ تبصرہ

اس مقالہ میں بائبل مقدس کی مدد سے ہی بائبل کے ان قصص کا بطلان اوران پر ناقدانہ ومحققانہ تبصرہ کیا گیا ہے جن میں انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء کرام وصالحین عظام کی کردار کشی کی گئی ہے۔قرآن حکیم ان کی ان باتوں کا جواب یوں دیتا ہے۔

''ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ''

یہ تو ان کے منہ کی باتیں ہیں۔اپنے سے قبل کافروں کی ریس کرتے ہیں۔اللہ انہیں ہلاک کرے۔کیسے بہکے پھرتے ہیں۔

(القرآن ۹/۳۰)

''مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ''

ظن کی پیروی کے سواان کوکچھ بھی معلوم نہیں۔(القرآن ۴/۱۵۷)

''فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ''

افسوس ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہا
کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (القرآن ۷۹/۲)

برصغیر پاک و ہند پر ہزار سالہ حکومت کے باوجود مسلم حکمرانوں نے تبلیغ اسلام کا اتنا کام نہیں کیا جتنا کام انگریز اپنے سوسالہ اقتدار میں کر گئے۔ چنانچہ عیسائیت کے فروغ کے لئے سرکاری سرپرستی میں مشنری دن رات اسلام کے خلاف بولتے اور لکھتے رہے جبکہ مسلمان علماء کی اکثریت باہمی فروعی اختلافات کے دنگل جماتی رہی اور بہت تھوڑے علماء کرام ایسے ہیں جنہوں نے پادریوں سے تحریری و بالمشافہ مناظرے کر کے حق کا بول بالا کیا۔ پادری صفدر علی اپنی کتاب ''نیاز نامہ'' کو لاجواب قرار دیتا ہوا لکھتا ہے ''تین برس سے یہ کتاب نیاز نامہ باثبات حقیقت دین مسیحی وابطال حقیقت اسلام میں نے تصنیف کی اور کوئی علمائے اسلام میں سے ہندوستان سے عرب وعجم وغیرہ تک اس کا جواب نہ لکھ سکا''۔ (مواعظ عقبیٰ جلد ۳، نمبر ۹ مطبوعہ یکم ستمبر ۱۸۶۹ء) حالانکہ ''نیاز نامہ'' میں وہی اعتراضات دہرائے گئے تھے جن کے شافی جوابات بہت دیر پہلے دیئے جا چکے تھے۔ کیونکہ یہی اعتراضات اس سے قبل ''میزان الحق'' میں پادری فنڈر اور ''اظہار عیسوی'' میں پادری ٹھاکر داس اور ''ہدایت المسلمین'' میں پادری عمادالدین کر چکے تھے۔ باہمی جھگڑوں کے ماہرین مولویوں کی لاکھ بے اعتنائی کے باوجود بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے رد میں بہت کچھ لکھا گیا۔ مثلاً حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ نے تین جلدوں پر مبنی عربی کتاب ''اظہار الحق'' لکھ کر کفر کا منہ بند کر دیا، یہ لاجواب کتاب دوسری بار ۱۲۹۴ھ میں مصر سے اور تیسری بار استنبول سے ۱۳۰۵ھ میں شائع ہوئی اور پھر انگریزی، فرانسیسی، ترکی اور جرمنی زبانوں میں اس کے ترجمے کئے گئے، پاکستان میں اس کا اردو

ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے دستیاب ہے، راقم نے اپنی اس کتاب میں مذکورہ کتاب سے بہت زیادہ مدد لی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا کیرانویؒ نے ۱۲۶۹ھ میں ۵۶۴ صفحات پر مبنی کتاب ''ازالۃ الاوہام'' فارسی زبان میں دہلی سے شائع کی، اسی کتاب کے حاشیہ پر کتاب استفسار چھپی۔ اور پھر ۱۲۶۹ھ میں ہی اردو زبان میں دو جلدوں پر مبنی عمدہ کتاب ''ازالۃ الشکوک'' شائع کی۔ بندہ کے پاس اس کی پہلی جلد موجود ہے، مولانا کیرانویؒ کی ہی ایک اور اردو کتاب ''اعجاز عیسوی'' اثبات تحریف بائبل کے لیے ایک منفرد مقام رکھتی ہے، مولانا کیرانویؒ نے ہی تثلیث کے ابطال پر مطبع رضوی دہلی سے ۱۲۹۳ھ میں ۶۴ صفحات پر مبنی لاجواب رسالہ ''اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث'' چھپوا کر شائع کیا۔ مذکورہ تمام کتب کا جواب آج تک کسی سے نہ بن پڑا۔ پادری سی۔ جی۔ فانڈر کی کتب۔ ''میزان الحق'' اور تحقیقی دین حق'' کے جواب میں مولانا آل حسنؒ نے شاندار دلائل پر مبنی کتاب۔ ''الاستفسار'' دہلی سے شائع کی بعد ازاں ۱۲۶۹ھ میں ازالۃ الاوہام کے حاشیہ پر چھپی، انہی مولانا نے پادری فانڈر کی کتاب۔ ''حل الاشکال'' کے جواب میں مطبع مسیحائی آگرہ سے۔ ''استبشار'' شائع کی ان کتابوں کا جواب بھی آج تک سامنے نہیں آیا، حافظ ابوالمعین صاحبؒ نے ۸۸ صفحوں کی کتاب ''تشخیص المقال'' ۱۸۵۵ء میں مطبع مصطفائی دہلی سے شائع کی اور آگرہ سے ڈاکٹر وزیر خان صاحبؒ کے۔ ''خطوط'' چھپے جن میں پادری فانڈر سے تحریری مناظرہ ہے۔ آخری خط ڈاکٹرؒ صاحب کا ہے جس کا جواب آج تک موصول نہیں ہو سکا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کے اثبات بائبل سے پر مبنی مولوی عباس علی جاجمویؒ کی کتاب ''صولۃ الضیغم علی عداء ابن مریم'' ۱۲۵۸ھ میں چھپی اور امام فن مناظرہ اہل کتاب حضرت مولانا محمد ابو منصور دہلویؒ نے ۱۲۹۴ھ میں مطبع

نصرۃ المطابع دہلی سے لاجواب کتاب ''نوید جاوید'' لکھ کر مسیحی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، بندہ کے پاس اس کی فوٹو کاپی موجود ہے، انہی ابو منصورؒ نے پادری عمادالدین ڈی ڈی کے رسالہ ''ہدایت المسلمین'' کے جواب میں ۱۲۹۴ھ میں ۱۷۶ صفحات کی کتاب۔ ''عقوبت الضالین'' دہلی سے اور مولوی حافظ ولی اللہ لاہوریؒ نے ''رجم الشیاطین'' اور مولوی طفیل احمد سہوانی نے۔ ''اثبات الحق'' کے نام سے شائع کیں۔ اور پادری منشی صفدر علی کے رسالہ ''نیاز نامہ'' کے جواب میں مولانا ابو منصورؒ نے رسالہ ''رقیمۃ الوداد'' ۱۲۹۷ھ میں دہلی سے شائع کیا، اور ماسٹر رام چندر عیسائی کی کتاب ''مسیح الدجال'' کے جواب میں مولانا ابو منصورؒ نے ۱۲۹۱ء، ۶۷ صفحات کا رسالہ ''استیصال مسیح الدجال'' شائع کیا، اس کا جواب آج تک نہیں ہوا۔ انہی مولانا محمد ابو منصور دہلویؒ نے پادری رجب علی کے رسالہ ''آئینہ اسلام'' کے جواب میں رسالہ ''انعام عام'' ۱۲۹۰ھ میں ۴۸ صفحات پر مطبع فاروقی دہلی سے شائع کیا۔ اور ماسٹر رام چندر کے رسالہ ''اعجاز قرآن'' کے جواب میں رسالہ ''اعزاز قرآن'' اور پادری جان راجرس کے رسالہ ''تفتیش الاسلام'' کے جواب میں ۱۲۹۳ھ میں ۱۲۸ صفحوں پر ''افحام الخصام'' اور فانڈر کی کتاب ''میزان الحق'' کا جواب ''میزان المیزان'' اور فانڈر کی ''مفتاح الاسرار'' کے جواب میں۔ ''مصباح الابرار'' اور فانڈر کے رسالہ ''طریق الحیات'' کے جواب میں ''سبیل نجات'' اور پادری عبداللہ آتھم کے رسالہ۔ ''اصلیت قرآن'' کے جواب میں ''حرز جان'' شائع کیں۔ مذکورہ مسیحی کتب کے جواب میں اور بھی علماء اسلام نے لکھا۔ مثلاً ماسٹر رام چندر کی ''اعجاز قرآن'' کے جواب میں مولوی الفت حسین نے۔ ''معجزہ فرقان'' جان راجرس کی ''تفتیش الاسلام'' کے جواب میں مولوی حافظ عبدالعدل ساکن پھلت نے ایک رسالہ لکھا جو نایاب

ہے۔ اور فانڈر کی ''مفتاح الاسرار'' کے جواب میں لکھنو کے مجتہد مولوی سید دلدار علی صاحب نے ''کشف الاستار'' شائع کی۔ اور پادری عمادالدین کے رسالہ ''تحقیق الایمان'' کے جواب میں مولوی حافظ ولی اللہ لاہوریؒ نے ''صیانۃ الانسان عن وساوس الشیطان'' شائع کیا، پادری عمادالدین کی ''تواریخ محمدیؐ'' کے جواب میں مولوی محمد فیروزالدین صاحب ڈسکوی نے۔ ''فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بتاریخ محمدی''، لکھی اور مولوی چراغ علی مرحوم نے ''تعلیقات''، لکھی۔ پادری عمادالدین کی۔ ''ہدایۃ المسلمین'' کے جواب میں علی گڑھ کے مولوی سید محمد صاحبؒ نے ''تنزیہ الفرقان'' ۱۸۷۷ء میں آگرہ سے شائع کی اور پادری عمادالدین کی۔ ''نغمہ طنبوری'' کے جواب میں مولوی غلام دستگیر قصوری نے ۱۸۷۸ء میں مطبع سوسائٹی بریلی سے۔ ''مخرج عقائد نوری'' اور مولانا ابومنصورؒ نے ۱۲۸۹ھ میں ''لحن داؤدی'' اور اسی نام سے لکھنو کے مجتہد مولوی سید علی محمد نے ۱۲۸۹ء میں اور مولانا چوہدری مولا بخش کانپوری نے ۱۲۹۵ھ میں مطبع کوہ نور لاہور سے ''ترانہ حجازی'' شائع کی۔ اور سر ولیم میور کے رسالہ ''شہادت قرآنی'' کے جواب میں مولوی محمد سلیم اللہؒ نے ''صداقت قرآنی از کتب ربانی''، لکھی جو اخبار منشور محمدی جلد ۶ مطبوعہ ۱۲۹۴ھ میں چھپی انہی مولوی سلیم اللہ صاحبؒ نے ''اظہار الاسلام'' شائع کی اس میں مولوی صاحب موصوف اور پادری منشی الطاف مسیح کا مناظرہ درج ہے جو رائے بریلی میں ہوا تھا جس کے نتیجہ میں منشی الطاف مسیح نے اسلام قبولکر لیا تھا، اور پادری محبوب مسیح کی ''مرآۃ القرآن'' کے جواب میں مولوی محمد علی مراد آبادیؒ نے ''تائید الفرقان'' شائع کی، اور اسی پادری کی ''تحفۃ الاعم'' کے جواب میں ''کشف الاوہام'' میں حجر اسود پر مبسوط بحث کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں محبوب مسیح مشرف باسلام ہوگیا، اور پادری رجب علی کے رسالہ ''شریف

نبتیں'' کے جواب میں مولوی محمد علی مراد آبادیؒ نے ''شہادۃ النبیین برسالۃ سید المرسلین'' اور مولوی قاضی سرفراز، علی شاہجہانپوریؒ نے ''تحقیق المماثلۃ فی النبوۃ والرسالۃ'' اور مرزا موحد جالندھریؒ نے مطبع بحر الاسلام بنگلور سے ''نور محمدی'' شائع کی اور ماسٹر رامچند ر کے رسالہ ''تحریف قرآن'' کے جواب میں مولف تفسیر حقانی مولوی عبدالحق دہلویؒ نے۔ ''تعریف القرآن'' شائع کی آج تک لاجواب ہے۔ اور انہی حقانی صاحب نے پادری ٹھاکرداس کی ''عدم ضرورۃ القرآن'' کے جواب میں ''اجلی برہان بتجید القرآن'' اخبار منشور محمدی جلد ۱۶:۴ ۱۳۰۴ھ میں شائع کروائی۔ اور عیسائیوں کے جنتی لذتوں پر اعتراضات کے جواب میں مولوی محمد شاہ لکھنوی نے ''فیض معظم'' اور کثرت ازواج وطلاق وازالہ نجاست ظاہری پر اعتراضات کے جواب میں موصوف نے ''اجوبۂ عجیبہ'' شائع کی، اور معجزہ شق القمر کے اثبات کے لئے مولوی محمد عبداللہ صاحبؒ مدرس مدرسہ صولتیہ کلکتہ نے ۱۲۹۹ھ ''شق القمر المعجزۃ سید البشر'' آگرہ سے شائع کی اور مولوی عبدالباری صاحب سہسوانی نے اسلام اور عیسائیت کے تقابل پر عمدہ کتاب۔ ''اعلام الاحبار والاعلام ان الدین عنداللہ الاسلام'' ۱۹۷ صفحات پر ۱۲۹۳ھ میں مطبع ایڈوکیشن پریس آگرہ سے شائع کی اور حاجی مولوی یوسف صالح راندیریؒ نے مختلف اعتراضات کے جواب میں ۸۷ صفحات پر ۱۳۰۳ھ میں مطبع نصرت المطابع دہلی سے شاندار کتاب ''دعوۃ الاسلام'' چھپوا کر مفت تقسیم کی اور انگلش ترجمہ چھپوا کر یورپ میں تقسیم کروایا، اور پادری ٹھاکر داس کی ''اظہار عیسوی'' کے جواب میں مولوی حاجی سید احمد حسین عظیم آبادی نے ''اعزاز عیسوی'' لکھی اور شیخ مولا بخش چوہدری کانپوری نے ''مراسلات مذہبی'' ۱۸۸۶ء میں شائع کی اس میں شیخ صاحب موصوف اور پادری فیلڈ ریو کا مناظرہ درج ہے، انہی شیخ صاحب نے ''نیاز

نامہ'' کے جواب میں۔ ''تکمیل الادیان باحکام القرآن ملقب بآئینہ اسلام'' اور پادری عمادالدین کی ''تقلیعات'' کے جواب میں۔ ''دفع التلبیسات'' اور پادری منشی صفدر علی کی ''نیاز نامہ'' اور پادری ٹھاکر داس کی ۔''عدم ضرورت قرآن'' کے جواب میں ''پیغام محمدیؐ'' شائع کی۔ راقم کے پاس انتہائی خستہ حالت میں موجود ہے، اسلام کی حمایت میں لکھی گئی کتب کی یہ فہرست راقم نے اسی کتاب کے ضمیمہ سے نقل کی ہے۔اور مولوی غلام نبی امرتسریؒ نے ''عصمت الانبیاء'' اور ''تصدیق الاسلام'' اور ''تحقیق الاسلام'' اور ''معجزات محمدیہ'' اور ''حقیقت اصلیت جہاد'' شائع کیں، اور پادری ٹھاکر داس کے رسالہ ''سیرت المسیح والمحمدؐ'' کے جواب میں مولوی سید نصرت علیؒ نے ضیاء النورین'' دہلی سے شائع کی، پادری ٹھاکرداس کے اسی رسالہ کا جواب مولوی سید غوث علی گورکھپوریؒ نے ۱۳۰۶ھ میں ''القول انجح فی زی المحمد والمسیح'' کے عنوان سے شائع کیا، پاکستان کی آزادی کے بعد اسلامی مشن سنت نگر لاہور نے دعوت و تبلیغ کا کام سنبھال رکھا ہے اور ڈاکٹر احسان الحق رانا مرحوم کافی دیر ماہنامہ طب وصحت میں اعتراضات کے جوابات دیتے رہے۔ اور پھر لاجواب کتاب ''یہودیت و مسیحیت'' لکھی۔ پھر ملک پارک شاہدرہ کے محمد اسلم رانا مرحوم نے ''ماہنامہ المذاہب لاہور'' جاری کیا، اس میں بھی بندہ کے کافی مضمون چھپے ہیں، اور مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکویؒ نے تو اس کار خیر میں دن رات محنت کی اور بیسیوں رسالے شائع کیے، کافی مناظروں میں راقم کی معاونت فرمائی۔ بالخصوص پادری ماسٹر برکت اے خان سیالکوٹی (ماسٹر۔ بی۔اے۔خان) کے ساتھ مناظرہ میں میرے شانہ بشانہ تھے، آپ تحریف بائبل کے اثبات پر نہایت ہی محققانہ کتاب ''تحریف بائبل بزبان بائبل'' لکھ کر مرکزی دفتر عالمی مجلس عمل تحفظ ختم نبوۃ ملتان دے آئے اور آخری دم تک کتاب

چھیننے کی دعا کرتے رہے،'' ۸۳۲ صفحات پر مبنی یہ کتاب مارچ ۲۰۰۴ میں شائع ہو چکی ہے، اس کتاب کے پانچویں باب کو راقم نے مرتب کیا ہے''۔ علاوہ ازیں قصور کے شیخ محمد اکرم سوداگر چرم محلّہ دین گڑھ نے ''اسلام کیا ہے'' میں مسیحی اعتراضات کے خوب جواب دیئے ہیں۔ ایک مسیحی عالم اعجاز چوہدری صاحب جو کہ اب مشرف باسلام ہو چکے ہیں، آپ نے ''تطہیر بائبل'' عنوان کے تحت نہایت ہی عمدہ کتاب لکھی ہے اس کتاب میں جدید ترین تحقیق کا دریا موجزن ہے اور مرد قلندر محمد اسلم رانا کی تصانیف کی ایک طویل فہرست ہے، اس لئے اب میرا کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

زیر نظر مقالہ لکھے جانے کا سبب یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں، یہود و نصاریٰ کے اس مذموم عقیدہ کی بنیاد بائبل مقدس میں درج ان قصص پر ہے جن میں انبیاء اکرامؑ اور اولیاءؒ عظام کی کردار کشی کی گئی ہے۔ ہمارے اکابرین علماء کرام نے الحمدللہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کی مدد سے انبیاء کرامؑ کی معصومیت ثابت کر کے خدمت اسلام کا حق ادا کر دیا ہے اور معترضین کے منہ بند کر دیئے، لیکن اب اعتراضات کی صورت بدل گئی ہے۔ انجیل میں لکھا ہے ''عقل نئی ہو جانے سے اپنی صورت بدلتے جاؤ'' (رومیوں ۱۲:۲) اب یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ اسلامی اکابرین نے قصص بائبل کی تردید کا کام قرآن و حدیث کے اصولوں پر کیا ہے جبکہ یہود و نصاریٰ قرآن وحدیث کی حقانیت کو تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ حضرات اکابرین اسلام نے نہ صرف قرآن وحدیث سے بلکہ ہر طرح کے عقلی و نقلی دلائل و براہین سے مذکورہ قصص کا ردّ کیا ہے، پھر بھی مسیحیوں کی ہٹ دھرمی کے پیش نظر میں نے بہتر سمجھا کہ کیوں نہ انبیاء کرامؑ کی عصمت

دری پر مبنی بائبل میں درج قصص کا ردّ بائبل مقدس ہی سے کر دیا جائے، کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر بائبل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان قصص کی بطالت ظاہر ہونے لگتی ہے۔ ذیل میں ہم بائبل مقدس کے چند قصوں پر مبسوط بحث کر کے اپنے مسیحی بھائیوں پر یہ واضح کر رہے ہیں کہ انبیاء کرام واقعی معصوم ہوتے ہیں، ان پاک نفوس سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتے، کیوں کہ وہ وحی الٰہی کے بغیر بولتے بھی نہیں۔

معزز قارئین پر واضح ہو کہ کلام الٰہی قرآن حکیم میں آیت کے اختتام پر نمبر لکھا جاتا ہے، اور زیر نظر کتاب میں میں نے قرآنی آیات کے حوالے سورۃ نمبر بٹا آیت نمبر کے اصول سے لکھے ہیں، مثلاً القرآن ۲/۹۷ کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کی دوسری سورۃ کی آیت نمبر ۹۷، قرآن عزیز کی دوسری سورت بقرہ ہے، لہٰذا آپ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ سے رجوع کریں۔ اسے ہم القرآن ۲:۹۷ بھی لکھ سکتے ہیں۔

بائبل میں آیت سے قبل نمبر لکھا جاتا ہے۔ کتاب ہذا میں بائبل کی آیات کے حوالے کتاب کے نام کے ساتھ باب نمبر بٹا آیت نمبر کے اصول سے لکھے گئے ہیں، مثلا میکاہ ۲/۱۱ کا مطلب یہ ہے کہ بائبل کی کتاب میکاہ کے دوسرے باب کی آیت نمبر ۱۱، اس حوالہ کو ہم ''میکاہ ۲:۱۱'' بھی لکھ سکتے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم قصص بائبل پر بحث کریں بائبل کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا، جس میں بائبل میں درج کتب مقدسہ کے نام اور ابواب و آیات کی تعداد اور پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک بائبلوں کے چند اختلافات درج کئے جائیں گے، اس کے بعد باقاعدہ طور پر قصص بائبل پر بحث ہوگی، چونکہ بائبل دو حصوں نمبر ۱ عہد نامہ عتیق نمبر ۲ عہد نامہ جدید میں منقسم ہے لہٰذا بندہ نے بھی کتاب کے دو حصے کئے ہیں، پہلے حصہ میں پرانے عہد نامہ کے قصص پر جبکہ دوسرے حصہ میں نئے عہد نامہ کے قصص پر بحث کی جائے گی، اور ہر

حصہ کے اختتام پر ایک ایک ضمیمہ ہوگا، پہلے حصہ کے ضمیمہ میں بائبل میں تحریف کے اسباب کا بیان ہوگا، جبکہ دوسرے حصہ کے ضمیمہ میں بائبل میں تحریف سہ اقسام کے اثبات کا بیان ہوگا، انشاء اللہ

احباب گرامی! میری اس کاوش میں اگر کوئی حسن وخوبی پائیں تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر کوئی فروگذاشت دکھائی دے تو وہ میری طرف سے ہے اس لیے اس کو دامن عفو میں جگہ دے کر مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

ان اریدالا الاصلاح ما استطعت و ماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب.

خیر اندیش

محمد یٰسین عابد عفی لہ

تعارف بائبل

عیسائیوں کی مقدس کتاب کو بائبل کہا جاتا ہے اسے کتاب مقدس بھی کہا جاتا ہے۔ مسیحی اس کتاب کے ہر ہر لفظ کو الہامی تسلیم کرتے ہیں۔ لفظ ''بائبل'' یونانی لفظ ''بلیا'' (biblia= کتابیں) سے مشتق ہے۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۲۱ مقالہ بائبل مقدس) بائبل مقدس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ کو ''پرانا عہدنامہ'' یا ''عہدعتیق'' یا ''عہدنامہ قدیم'' کہا جاتا ہے۔ بائبل کے دوسرے حصہ کو ''نیا عہدنامہ یا عہدجدید'' یا ''انجیل'' بھی کہا جاتا ہے۔ پرانے عہدنامہ کو یہودی اور عیسائی دونوں الہامی مانتے ہیں۔ نئے عہدنامہ کو صرف عیسائی ہی الہامی مانتے ہیں یہودی انجیل کا بڑے سخت الفاظ سے انکار کرتے ہیں۔

پرانے عہدنامہ میں ۳۹ کتابیں ہیں جو کہ ۹۲۹ ابواب اور ۲۲۷۸۱ آیات پر مشتمل ہیں۔ جبکہ نئے عہدنامہ میں ۲۷ کتابیں ہیں جن کے ۲۶۰ باب اور ۷۸۹۴ آیات ہیں۔ مکمل بائبل کی کل ۶۶ کتابیں ہیں جن کے ۱۱۸۹ باب اور ۳۰۶۷۵ آیات ہیں۔ ذیل میں ہم مسیحی ماہنامہ قاصد جدید لاہور۔ بابت ماہ فروری ۱۹۹۶ء کے صفحات ۱۲ تا ۱۳ کی عبارت شکریہ کیساتھ ہدیہ قارئین کررہے ہیں جسے حیدرآباد کے پاسٹر یعقوب الفریڈ صاحب نے تحریر کیا ہے۔

فہرست کتب و تعداد ابواب و آیات پرانا عہد نامہ

نمبر شمار	نام کتاب	کل باب	کل آیات
	توریت کی پانچ کتابیں		
۱	پیدائش	۵۰	۱۵۳۳
۲	خروج	۴۰	۱۲۰۳
۳	احبار	۲۷	۸۴۹
۴	گنتی	۳۶	۱۲۶۲
۵	استثنا	۳۴	۹۵۸
	میزان ابواب و آیات	۱۸۷	۵۸۰۵
	تاریخ کی بارہ کتابیں		
۱	یشوع	۲۴	۶۳۵
۲	قضاۃ	۲۱	۶۱۸
۳	روت	۴	۸۵
۴	ا۔سموئیل	۳۱	۸۱۰
۵	۲۔سموئیل	۲۴	۶۹۶
۶	ا۔سلاطین	۲۲	۸۱۶
۷	۲۔سلاطین	۲۵	۷۲۱
۸	ا۔تواریخ	۲۹	۹۴۲

۹	۲۔تواریخ	۳۶	۸۰۵
۱۰	عزرا	۱۰	۲۸۰
۱۱	نحمیاہ	۱۳	۴۰۶
۱۲	آستر	۱۰	۱۶۷
	میزان ابواب و آیات	۲۴۹	۶۹۸۱
	نظم کی پانچ کتابیں		
۱	ایوب	۴۲	۱۰۲۳
۲	زبور	۱۵۰	۲۳۷۳
۳	امثال	۳۱	۸۸۶
۴	واعظ	۱۲	۲۱۰
۵	غزل الغزلات	۸	۱۱۷
	میزان ابواب و آیات	۲۴۳	۴۶۰۹
	انبیاء کرام کی ۱۷ کتابیں		
۱	یسعیاہ	۶۶	۱۲۲۲
۲	یرمیاہ	۵۲	۱۳۵۴
۳	نوحہ	۵	۱۵۴
۴	حزقی ایل	۴۸	۱۲۶۳
۵	دانی ایل	۱۲	۳۵۷
۶	ہوسیع	۱۴	۱۸۳

۷	یوایل	۳	۷۳
۸	عاموس	۹	۱۴۶
۹	عبدیاہ	۱	۲۱
۱۰	یوناہ	۴	۴۸
۱۱	میکاہ	۷	۱۰۵
۱۲	ناحوم	۳	۴۷
۱۳	حبقوق	۳	۵۶
۱۴	صفنیاہ	۳	۵۳
۱۵	حجی	۲	۳۸
۱۶	زکریاہ	۱۴	۲۱۱
۱۷	ملاکی	۴	۵۵
	میزان ابواب وآیات	۲۵۰	۵۳۸۶
	عہد عتیق کی کل ابواب وآیات	۹۲۹	۲۲۷۸۱

فہرست کتب وتعداد ابواب و آیات نیا عہد نامہ

نمبر شمار	نام کتاب	کل باب	کل آیات
	چار انجیلیں		
۱	متی	۲۸	۱۰۲۴
۲	مرقس	۱۶	۶۷۸
۳	لوقا	۲۴	۱۱۵۱
۴	یوحنا	۲۱	۸۷۹
	میزان ابواب وآیات	۸۹	۳۷۳۲
	تاریخی کتاب		
۱	رسولوں کے اعمال	۲۸	۱۰۰۷۰
	پولس کے چودہ خطوط		
۱	رومیوں کے نام	۱۶	۴۳۳
۲	۱۔کرنتھیوں " "	۱۶	۴۳۷
۳	۲۔کرنتھیوں" "	۱۳	۲۵۶
۴	گلتیوں " "	۶	۱۴۹
۵	افسیوں " "	۶	۱۵۶
۶	فلپیوں " "	۴	۱۰۴
۷	کلیسیوں " "	۴	۹۵
۸	۱۔تھسلینیکیوں" "	۵	۸۹

نمبر	نام	ابواب	آیات
۹	۲۔ تھسلینیکیوں " "	۳	۴۷
۱۰	۱۔ تمیتھیس " "	۶	۱۱۳
۱۱	۲۔ تمیتھیس " "	۴	۸۳
۱۲	ططس " "	۳	۴۶
۱۳	فلیمون " "	۱	۲۵
۱۴	عبرانیوں	۱۳	۲۸۸
	میزان ابواب وآیات	۱۰۰	۲۳۲۰
	سات دوسرے خط		
۱	یعقوب کا عام خط	۵	۱۰۸
۲	۱۔ پطرس" "	۵	۱۰۵
۳	۲۔ پطرس" "	۳	۶۱
۴	۱۔ یوحنا " "	۵	۱۰۵
۵	۲۔ یوحنا " "	۱	۱۳
۶	۳۔ یوحنا " "	۱	۱۴
۷	یہوداہ " "	۱	۲۵
	میزان ابواب وآیات	۲۱	۴۳۱
	نبوت کی کتاب		
۱	یوحنا عارف کا مکاشفہ	۲۲	۴۰۴
۲	نئے عہد نامہ کی کل ابواب وآیات	۲۶۰	۷۸۹۴
۳	مکمل بائبل کی ابواب وآیات	۱۱۸۹	۳۰۶۷۵

مندرجہ بالا تفصیلات کے بیان کے بعد پاسٹر یعقوب الفریڈ صاحب لکھتے ہیں۔ ''ہم جانتے ہیں کہ کتاب مقدس میں ٦٦ کتابیں ہیں اور ١١٨٩ باب ہیں یعنی پیدائش کی کتاب سے مکاشفہ تک ٣٠٦٧٥ آیات ہیں، اگر کتاب مقدس کا ایک باب روز مطالعہ کریں تو پوری بائبل تین سال دو مہینے اور بیس دن میں پڑھ سکتے ہیں''
(ماہنامہ قاصد جدید۔فروری ١٩٩٦ء صفحہ ١٣)۔

سرگودھا کے پادری بی۔ایم خان صاحب کے بیان کے مطابق بائبل پہلی کتاب تھی جو ١٤٥٠ء میں چھپی، بائبل کا کنگ جمیز ورژن ١٦١١ء میں چھپا اور وہ مستند انگریزی کی ایک یادگار ہے، پرانے عہد نامہ کے الفاظ ٥٩٢،٤٩٣ ہیں جبکہ نئے عہد نامہ کے الفاظ ١٨١،٢٥٣ ہیں۔جبکہ کل الفاظ ٧٧٣،٧٤٦ ہیں، پرانے عہد نامہ کے حروف ٢،٧٢٨،١٠٠ ہیں، نئے عہد نامہ کے حروف ٨٣٨،٣٨٠ ہیں جبکہ کل حروف ٣٥٦٦٤٨٠ ہیں۔ بائبل کا درمیانہ باب اور سب سے چھوٹا زبور ١١٧ ہے، درمیانی آیت زبور ٨/١١٨ ہے۔ پرانے عہد نامہ میں امثال درمیانی کتاب اور ایوب ٢٩ درمیانی باب ہے، ٢۔تواریخ ١٨/٢٠ درمیانی آیت جبکہ ١۔تواریخ ١/١ سب سے چھوٹی آیت ہے نئے عہد نامہ میں ٢۔تھسلینیکیوں درمیانی کتاب ہے، اعمال ١٧/١٧ درمیانی آیت اور یوحنا ٣٥/١١ سب سے چھوٹی آیت انگریزی میں ہے۔''یسوع رویا'' یہ پوری بائبل اور نئے عہد نامہ میں سب سے چھوٹی آیت ہے۔عزرا ٢١/٧ میں سوائے ایک کے تمام حروف تہجی موجود ہیں، اور ٢ باب قریب قریب ایک جیسے ہیں۔٢ سلاطین ١٩ اور یسعیاہ ٣٧ باب اور آستر کی کتاب میں لفظ خدا یا خداوند موجود نہیں۔لفظ اور ٤٦٢١٩ مرتبہ پایا جاتا ہے، لفظ قدوس یا Reverend زبور ٩/١١١ میں ہے......سب سے لمبا لفظ یسعیاہ ١/٨ میں ہے'' (ماہنامہ قاصد جدید لاہور۔جولائی ١٩٩٦ء صفحہ ١٦)

محترم قارئین کرام! غور کیا آپ نے کہ مسیحی علماء نے بائبل کی کیسی زبردست تحقیق کی کہ حروف تک گن لیے؟ چھوٹی بڑی اور درمیانی آیات وابواب تک کا حساب لگالیا۔ لیکن انبیاء کرامؑ سے منسوب بائبل میں درج قصص کو آنکھیں کھلی لیکن ذہن کو بند کر کے پڑھ گئے اور ان شرمناک واقعات کی کمزوریوں کو سمجھنے کی تکلیف ہی گوارہ نہیں کی۔ یا پھر جان بوجھ کر انجان بنے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بائبلوں کے اختلافات بھی نظر نہیں آتے۔ ذیل میں ہم پروٹسٹنٹ اور کیتھولک بائبلوں کے اختلافات مختصر طور پر ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

رومن کیتھولک اردو کلام مقدس اور پروٹسٹنٹ اردو کتاب مقدس کے چند اختلافات

پورے کرہ ارض پر ہر جگہ کلام الٰہی قرآن پاک کا صرف ایک ہی عربی متن ہے، آپ کسی بھی ملک میں یا زمین کے کسی کم آبادی والے علاقہ میں یا وحشی قبائل میں یا چین جاپان یا کوریا چلے جائیں۔ جہاں بھی قرآن عزیز پائیں گے تو یہی عربی متن ہی پائیں گے، ایک حرف بلکہ زیر زبر تک کا بھی فرق نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے۔ اس کے برعکس بائبل مقدس کے الگ الگ متن ہیں۔ مسیحیوں کے سینکڑوں فرقوں کی اپنی اپنی الگ الگ بائبل ہے، الگ الگ متن ہے۔ مسیحی کہتے ہیں کہ یہ تراجم کے اختلافات ہیں جیسا کہ مسلمانوں میں قرآن حکیم کے مختلف تراجم رائج ہیں۔ جواباً ہم عرض کریں گے کہ الحمدللہ مسلمان اہل علم ہیں، اور علماء کی کثرت کی وجہ سے دوسرے کے ترجمہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کا ہر عالم خود ترجمہ کرتا ہے، یوں ایک دوسرے کی غلطی کی نشاندہی کر کے

بڑی آسانی سے صراط مستقیم کو پا لیا جاتا ہے۔ لیکن مسیحی دنیا میں ایسا نہیں ہے۔ ایک فرقہ کے چند مخصوص آدمی مل کر ایک ترجمہ تیار کر دیتے ہیں جو کسی ایک فرقہ کی بائبل قرار پاتی ہے اور پوری دنیا میں رائج کر دی جاتی ہے۔ اصلی متن کی شکل تک دیکھنی نصیب نہیں ہوتی۔ یوں ہر فرقہ کی اپنی اپنی بائبل ہے۔ معنوی اختلافات پر ہم نصاریٰ کو مطعون نہیں کرتے کیونکہ یہ تراجم کے نہیں بلکہ متن کے اختلافات ہیں۔

رومن کیتھولک مسیحیوں کا قدیم فرقہ ہے۔ کیتھولک فرقہ کی بائبل میں سات کتابیں پروٹسٹنٹ بائبل سے زیادہ ہیں۔ ان سات کتابوں کے نام یہ ہے۔ نمبر ۱ ''طوبیاہ'' نمبر ۲ ''یہودیت'' یہ دونوں کتابیں نحمیاہ کے بعد جبکہ آستر سے پہلے ہیں۔ نمبر ۳ ''حکمت'' نمبر ۴ ''یشوع بن سیراخ'' یہ دونوں کتابیں غزل الغزلات کے بعد جبکہ یسعیاہ سے پہلے ہیں، نمبر ۵ ''باروک'' یہ کتاب نوحہ کے بعد جبکہ حزقی ایل سے پہلے ہے۔ نمبر ۶ ''۱۔ مکابیین'' نمبر ۷ ''۲۔ مکابیین'' یہ دونوں کتابیں پرانے عہد نامہ کے آخر میں یعنی ملاکی کے بعد ہیں۔ ان ساتوں کتابوں کے ابواب و آیات کی تفصیل یوں ہے کہ کتاب طوبیاہ کے ۱۴ باب ۲۹۵ آیات ہیں نمبر ۲ کتاب یہودیت کے ۱۶ باب اور ۳۴۶ آیات ہیں، نمبر ۳ حکمت کے ۱۹ باب اور ۴۳۵ آیات ہیں نمبر ۴ یشوع بن سیراخ کے ۵۱ باب اور ۱۵۸۹ آیات ہیں اور ۹۲۴ آیات ہیں نمبر ۷ و ۲ مکابیین کے ۱۵ باب اور ۵۵۶ آیات ہیں، کل میزان ان ساتوں کتابوں کا ۱۳۷ باب ۴۳۵۸ آیات ہیں جو کیتھولک بائبل میں پروٹسٹنٹ بائبل سے زیادہ ہیں۔ قارئین! کیا یہ تراجم کے اختلافات ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ متن کے اختلافات ہیں۔ مزید ملاحظہ ہو کہ۔ پروٹسٹنٹ بائبل میں کتاب آستر کے کل ۱۰ باب ہیں، جبکہ کیتھولک بائبل میں اس کتاب کے ۱۶ باب ہیں یعنی ۶ باب زیادہ ہیں، نمبر ۲ پروٹسٹنٹ بائبل میں کتاب

آستر کے دسویں باب کی صرف ۳ آیات ہیں، جبکہ کیتھولک بائبل میں اس باب کی ۱۳ آیات ہیں یعنی دس آیات زیادہ ہیں، جبکہ ۶ اضافی ابوب کی ۹۲ آیات ہیں۔ پس کیتھولک بائبل میں کتاب آستر میں اضافی آیات ۱۰+ ۹۲= ۱۰۲، ان ۱۰۲ آیات پر تبصرہ کیتھولک بائبل استیر ۱۰:۴ کے ذیل میں یوں مرقوم ہے۔" یہاں مقدس جیروم پڑھنے والوں کو آگاہ کرتا ہے کہ جو کچھ مابعد آتا ہے، وہ عبرانی متن میں نہیں۔ مگر یونانی نسخے سبعینیہ میں پایا جاتا ہے جس کو بہتر مترجموں نے عبرانی سے ترجمہ کیا یا روح القدس کے الہام سے اسے شامل کیا" نمبر ۳ پروٹسٹنٹ بائبل میں کتاب دانی ایل کے کل ۱۲ باب ہیں جبکہ کیتھولک بائبل میں اس کتاب کے ۱۴ باب ہیں یعنی ۲ باب زیادہ ہیں، یہ دونوں اضافی باب ۱۰۷ آیات پر مشتمل ہیں جن میں ایک پاکباز عورت سوسن اور بعل دیوتا کے بت اور ایک اژدہا کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں پروٹسٹنٹ بائبل میں کتاب دانی ایل کے تیسرے باب کی کل ۳۰ آیات ہیں جبکہ کیتھولک بائبل کے اس باب کی آیات ۲۳ اور ۲۴ کے درمیان مزید ۷۰ آیات پر مشتمل تین جوانوں نمبر ۱ سدرک۔ نمبر ۲ میسک۔ نمبر ۳ عبد نجو کا حمدیہ گیت درج ہے، یعنی کیتھولک بائبل میں اس باب کی سو آیات ہیں۔ پس کیتھولک بائبل کی کتاب دانیال میں ۱۰۷+ ۷۰= ۱۷۷ آیات پروٹسٹنٹ بائبل سے زیادہ ہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقہ مندرجہ بالا اضافی کتب و ابواب و آیات کو اپاکرفا یا اپاکریفل ادب یعنی جعلی کتابیں کہہ کر انکار کرتا ہے۔ جبکہ رومن کیتھولک فرقہ انہیں الہامی اور خدا کا کلام کہتا ہے۔ مندرجہ بالا اپاکرفا یا اضافی حصہ کے ۱۴۵ باب اور ۴۶۳۷ آیات ہیں، جنہیں کیتھولک فرقہ خدا کا کلام اور پروٹسٹنٹ فرقہ جعلی کہتا ہے۔ قاموس الکتاب صفحہ ۱۸ مقالہ اپاکرفا کے مطابق ۱۵۶۳ء میں کونسل آف ٹرینٹ کے فیصلہ کے مطابق رومن کیتھولک بائبل نے ان کتابوں کو

بائبل میں جگہ دی، اس سے قبل یہ کتابیں بائبل کا حصہ نہ تھیں، پروٹسٹنٹ مسیحی اور یہودی اب بھی ان کتابوں کا سختی سے انکار کرتے ہیں۔ مشہور مسیحی عالم پادری جی۔ٹی۔ مینلی نے اپنی کتاب ''ہماری کتب مقدسہ'' صفحہ ۶۹ میں بتایا ہے کہ یہ کتابیں ہفتادی ترجمہ میں شامل نہ تھیں بلکہ انہیں بعد میں شامل کیا گیا، پادری صاحب نے اسی صفحہ پر ان کتابوں کو فضول قصے کہانیاں اور غیر دلچسپ تحریریں۔ قرار دیا ہے۔

نئے عہد نامہ میں بھی دونوں بائبلوں میں زبردست اختلافات پائے جاتے ہیں، مثلاً پروٹسٹنٹ بائبل میں ہے۔ ''کیونکہ بادشاہی اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں آمین'' (متی ۶: ۱۳) یہ فقرہ رومن کیتھولک بائبل میں نہیں ہے۔ نمبر۲۔ کیتھولک بائبل میں ہے ۔ ''کیونکہ بہت سے بلائے تو گئے مگر برگزیدے کم ہیں'' (متی ۲۰/۱۶) یہ فقرہ پروٹسٹنٹ بائبل میں نہیں ہے۔ نمبر۳ پروٹسٹنٹ بائبل میں ہے ''دو آدمی جو کھیت میں ہوں گے ایک لے لیا جائے گا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا'' (لوقا ۱۷/۳۶) یہ فقرہ رومن کیتھولک بائبل میں نہیں ہے۔ نمبر۴۔ کیتھولک بائبل میں ہے۔ ''کیونکہ تین ہیں جو گواہی دیتی ہیں یعنی آسمان پر باپ اور بیٹا اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہی ہیں'' (ا۔ یوحنا ۵/۷) یہ فقرہ پروٹسٹنٹ بائبل میں نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی بے شمار اختلافات ہیں لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ کیونکہ اختلافات اتنے زیادہ ہیں کہ کئی جلدوں میں بھی مکمل بیان نہیں ہوسکتے۔

''ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ'' بابت ماہ دسمبر ۱۹۹۰ء جلد نمبر ۲ کے صفحات ۲۷ تا ۳۲ پر مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکوی صاحب مرحوم کا مرتب کردہ جدول بنام ''تحریف بائبل منصۂ شہود پر'' چھپا جس میں نئے عہد نامہ کی آیات متی ۵/۲۴، ۶/۱۳، ۱۷/۲۱، ۱۸/۱۱، ۲۳/۱۴، ۲۰/۲۳، مرقس ۷/۱۶، ۹/۴۴، ۱۱/۲۶، ۹/۴۹، ۱۳/۱۴،

۱۵/۲۸ ولوقا ۹/۵۴، ۹/۵۵، ۵۶، ۱۷/۳۶، ۱۱/۲، ۱۱/۴، ۲۳، ۱۷/۱، ۲۴/۴۲، یوحنا ۵/۴، ۷/۵۳، ۸/۱۱، اعمال ۸/۳۷، ۱۵/۳۴، ۲۴/۷، ۲۴/۶، ۲۴/۸، ۲۸/۲۹ و رومیوں ۱۶/۲۴ ومرقس ۱۶/۹۔۲۰ و ا۔ یوحنا ۵/۷ کا موازنہ اردو بائبل مطبوعہ ۱۸۷۰ء، ۱۹۱۶ء، ۱۹۵۲ء اور ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن اور گڈ نیوز بائبل انٹرنیشنل اور جرمن ترجمہ اور گڈ نیوز فار ماڈرن مین اور نیو ورلڈ ٹرانسلیشن اور رومن کیتھولک اردو بائبل وعربی بائبل وفارسی بائبل اور گورمکھی بائبل سے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ بائبل میں اخراج وادخال اور ردو بدل کرتے رہنا اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی شروع سے ہی عادت رہی ہے اور تا حال یہ عادت قائم ہے جو چھٹتی نظر نہیں آتی۔ بقول شاعر

؎ چھٹتی نہیں ہے منہ کو یہ کافر لگی ہوئی

بہرحال مولانا ڈسکویؒ کے جدول پر آج تک کسی نصرانی کے قلم کو جنبش نہیں ہوئی۔ تجربہ کے طور پر قارئین کو چاہیئے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات کو مختلف تراجم کا مقابلہ کر کے پڑھیں تو چودہ طبق روشن ہو جائیں گے، کیوں کہ ہر مذکورہ آیت کسی بائبل میں بریکٹ (خطوط وحدانی) کے اندر بطور حواشی اور تشریحی نوٹ کے درج ہے جبکہ دوسرے ترجمہ میں وہی آیت بغیر بریکٹ یعنی بطور الہام درج ہے اور تیسری بائبل سے وہ آیت ہی غائب ہے۔ یہ سلسلہ دور تک چلا گیا ہے۔ آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ عبرانی متن اور سامری متن میں چھ ہزار اختلافات ہیں (صحت کتب مقدسہ صفحہ ۵۹ تا ۶۳) یہ ایک مسیحی کا اعتراف ہے حالانکہ معاملہ اس سے کہیں آگے تک ہے۔ قصص بائبل کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ بائبل میں کس قدر سچ ہے۔

؎ اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

قصہ حضرت لوط علیہ السلام

اسلامک سیرت

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھےؑ (القرآن ۳۷: ۱۳۳)
اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی (القرآن ۶: ۸۶) اللہ نے
آپؑ کو علم وحکمت کی دولت سے نوازا (القرآن ۲۱: ۷۴) آپؑ کی قوم کے لوگ نہایت
ہی بدکار تھے اور ہم جنس پرستی کے مرتکب ہوتے تھے، آپؑ انہیں اللہ کے عذاب سے
ڈراتے تھے اور اس لعنتی فعل سے منع کرتے تھے، جس کے جواب میں وہ کہتے کہ "اگر
آپؑ سچے ہیں تو اللہ کا عذاب ہم پر لے آئیں" (القرآن ۲۹/ ۲۸-۲۹) لیکن آپ
انہیں سمجھاتے کہ جنسی تسکین کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیویاں عطا فرمائی ہیں، لیکن
انہوں نے جواباً آپ کو علاقہ سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں، یوں آپؑ قوم کے
اعمال سے سخت بیزار تھے (القرآن ۲۶/ ۱۶۱-۱۶۸، ۲۷/ ۵۳-۵۶) وہ لوگ آپؑ کی
تبلیغ حق کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور آپؑ کو لوگوں سے ملنے سے روکتے
تھے (القرآن ۱۵/ ۷۰) دراصل وہ لوگ خائف تھے کہ کہیں آپؑ کی تبلیغ سے آپؑ
کے پیروکاروں میں اضافہ نہ ہو جائے، آخر اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو فناہ کر دینے کا
ارادہ فرمایا، اور خوبرو لڑکوں کی شکل میں فرشتوں کو آپ کے پاس بھیجا، آپؑ ان کی

آمد سے گھبرائے کیونکہ آپ کے ہاں مہمانوں کی آمد قوم کے لیے غضب کا سبب بنتی تھی (ایضاً) لیکن چونکہ آپؑ بلند اخلاق کے مالک تھے اس لیے مہمانوں کو گھر لے آئے (القرآن ۱۱/۷۷) فرشتوں نے آپؑ کو تسلی دی کہ قوم آپؑ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی (القرآن ۲۹:۳۳) قوم کو جب آپ کے ہاں خوبصورت لڑکوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ اپنی عادت خبیثہ کے اظہار کے لیے آپؑ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے، حضرت نے قوم کو سمجھایا کہ میری امتی بیٹیاں جو تمہاری بیویاں ہیں ان کے ہوتے ہوئے ایسی خباثت کیوں کرتے ہو؟ قوم نے کہا کہ ہمیں آپؑ کی قومی اور امتی بیٹیوں یعنی اپنی بیویوں سے کوئی رغبت نہیں بلکہ آپؑ جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں (القرآن ۱۱/۷۷۔۷۹) بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے لفظ ''بناتی''، یعنی ''میری بیٹیاں'' فرمایا ہے، ہم عرض کریں گے کہ قرآن شریف میں حضرت لوطؑ کے الفاظ اس طرح ہیں۔ یَـقَـوۡمِ هٰـؤُلَآءِ بَنَـاتِـىۡ هُنَّ اَطۡهَـرُ لَـكُمۡ یعنی اے قوم میری بیٹیاں جو تمہارے لیے پاک یعنی حلال ہیں'، ہر شخص کے لیے اس کی بیوی ہی پاک، حلال اور جائز ہوتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت لوطؑ نے ان کی بیویوں کو ہی اپنی بیٹیاں قرار دیا تھا، اور آپ کا ایسا کہنا بالکل جائز تھا، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ''بناتی، سے مجازاً امت کی عورتیں مراد ہیں، کیونکہ نبی امت کے لیے بجائے باپ کے ہوتا ہے۔ اور حقیقی معنیٰ اس لیے مراد نہیں ہو سکتے کہ آپؑ کی دو یا تین بیٹیاں تھیں سو کس کس سے انکا نکاح کر دیتے۔ وہ تو سارے اس مرض میں مبتلا تھے''۔

(بیان القرآن صفحہ ۲۷۸)

مختصر یہ کہ فرشتوں نے حضرت کو بتا دیا کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور بدکار بستی کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے سچے (۱) پیروکاروں کے سوا تمام بستی والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گیا (القرآن ۱۱:۷۔۸۳،۱۵:۶۱۔۷۷،۲۶:۱۶۰۔۱۷۴،۲۷:۵۴۔۵۸،۲۹:۳۳۔۳۷، ۳۷:۱۳۳۔۱۳۷،۵۴:۳۳۔۳۸،۷:۸۰۔۸۴)

عیسائیت میں

یہی واقعہ جب ہم بائبل مقدس میں پڑھتے ہیں تو ہمیں ان مسیحی علماء کی تائید کرنی پڑتی ہے جو کہتے ہیں کہ ''یہ تو تواریخی اور عقلی غلطیوں سے پر ہے''

---

(۱) اغلب ہے کہ وہ بستی مکمل طور پر تباہ ہو گئی تھی بچنے والے سچے پیروکار دراصل وہ لوگ تھے جو آپؑ کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے اس بستی میں آ کر آباد ہو گئے تھے، یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہے تھے جو آپ کی بھیڑ بکریوں اور دیگر مویشیوں کو چرانے والے ملازم تھے (پیدائش ۱۳/۵۔۱۳) یعنی حضرت لوط علیہ السلام مویشیوں کے بہت سے ریوڑوں مال وزر، غلاموں اور لونڈیوں کے مالک و حاکم اور ڈیرے دار رئیس تھے، لیکن پیدائش باب ۱۹ میں آپؑ کو نہایت کمزور تنہا اور بے بس دکھایا گیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ بلوائیوں سے مقابلہ کے وقت اور غار کی گھناؤنی واردات کے وقت آپ کے ہزاروں ملازمین لونڈیاں غلام اور ڈیرے اور مویشیوں کے سینکڑوں ریوڑ کہاں تھے؟ پس دونوں میں سے ایک بات کا انکار کرنا لازمی ہوگا۔ یعنی یا تو باب ۱۳ میں درج لوطؑ کے زبردست مال وزر، غلام، لونڈیوں ، ریوڑوں، چرواہوں اور ڈیروں کا۔ یا باب ۱۹ میں درج لوطؑ کی بے بسی، غربت، تنہائی اور غار کی گھناؤنی واردات کا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ابراہیمؑ کے چرواہوں کی لوطؑ کے چرواہوں سے لڑائی کے بعد دونوں یعنی ابراہیمؑ اور لوطؑ الگ الگ علاقوں میں جا بسے، لوطؑ کے منتخب علاقہ کے لوگ انتہائی بدکار ثابت ہوئے جب انہیں لوطؑ کی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ نے انسانی صورت میں دو فرشتے ان کی تباہی کے لیے بھیجے، حضرت لوطؑ اپنے بیٹوں، بیٹیوں، غلاموں، لونڈیوں، ریوڑوں، چراواہوں، ڈیروں اور مال وزر کو لے کر ہجرت فرما گئے اور سدوم اور عمورہ پر عذاب الٰہی نازل ہو گیا۔ جبکہ حضرت لوطؑ نے ملک عمان بسایا۔)

(ہماری کتب مقدسہ از پادری جی۔ٹی۔میلی صفحہ ۵) بائبل مقدس کے مطابق انسانی روپ میں آنے والے فرشتوں نے لوطؑ کے گھر جانے سے انکار کیا اور کہا "نمبر۲ ہم چوک ہی میں رات کاٹ لیں گے۔ نمبر۳ لیکن جب وہ بہت بجد ہوا تو وہ اس کے ساتھ چل کر اس کے گھر میں آئے اور اس نے ان کے لیے ضیافت تیار کی اور بے خمیری روٹی پکائی اور انہوں نے کھایا۔ نمبر۴ اور اس سے پیشتر کہ وہ آرام کرنے کے لیے لیٹیں سدوم شہر کے مردوں نے جوان سے لے کر بڈھے تک سب لوگوں نے ہر طرف سے اس گھر کو گھیر لیا۔ نمبر۵ اور انہوں نے لوط کو پکار کر اس سے کہا کہ وہ مرد جو آج رات تیرے ہاں آئے ہیں کہاں ہیں؟ ان کو ہمارے پاس باہر لے آ، تا کہ ہم ان سے صحبت کریں۔(۱) نمبر۶ تب لوط نکل کر ان کے پاس دروازہ پر گیا اور اپنے پیچھے کواڑ بند کر دیا۔ نمبر۷ اور کہا کہ اے بھائیو! ایسی بدی تو نہ کرو۔ نمبر۸ دیکھو! میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں، مرضی ہو تو میں ان کو تمہارے پاس لے آؤں اور جو تم کو بھلا معلوم ہو ان سے کرو، مگر ان مردوں سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ اسی واسطے میری پناہ میں آئے ہیں" (پیدائش ۱۹:۲۔۸)

اول تو مذکورہ بالا عبارت میں لوطؑ کے ذمہ جھوٹ لگایا گیا کہ "وہ اسی واسطے میری پناہ میں آئے ہیں" حالانکہ لوطؑ مہمانوں کو بجد ہو کر گھر لایا تھا، جبکہ مہمان تو چوک ہی میں رات بسر کر لینا چاہتے تھے، جیسا کہ آیت نمبر۲ سے ثابت ہے۔ حیرت ہے کہ

(۱) اخبار "ڈیلی انقلاب لاہور" بروز ہفتہ ۲۸ جون ۲۰۰۳ء صفحہ اول پر خبر چھپی ہے کہ۔"امریکی ریاست ٹیکساس نے بھی ہم جنس پرستی کی اجازت دے دی"۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ امریکہ خود ہی بائبل مقدس کی تعلیم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے اور لونڈے بازی کی مخالفت کرنے والے ممالک کو دہشت گرد کہتا ہے"۔

مہمانوں کو بجد ہو کر گھر لاتے ہوئے لوط کو اپنی قوم کی کرتوتیں یاد نہ رہیں اور جب قوم سے سامنا ہوا تو کہہ دیا کہ یہ تمہاری کرتوتوں کے خوف سے ہی میری پناہ میں آئے ہیں، اور سب سے بڑا الزام آپؑ کی ذات اقدس پر آیت نمبر ۸ میں یہ لگایا کہ مہمانوں کی عزت کی خاطر سگی بیٹیوں کو بدکاروں کے حوالہ کرنے کی پیشکش کر دی، اس جگہ رومن کیتھولک بائبل کا حاشیہ اس طرح ہے ''مشرقی لوگوں کے نزدیک مہمان نوازی ایک پاک ترین بات ہے، لوط اپنے مہمانوں کی عزت بچانے کی خاطر یہ نفرت انگیز بات پیش کرتا ہے، وہ مستوجب العذر رہے، کیونکہ دو بدیوں میں سے اس نے وہی بدی چنی جو اس کی گھبراہٹ میں اسے کم بد نظر آئی''۔

حالانکہ حقیقت اس کی برعکس ہے، اہل مشرق میں بہو بیٹیوں کی حرمت کو سب سے مقدم سمجھا جاتا ہے۔ حرمت کی حفاظت کرتے ہوئے جان پر کھیل جانے کے بے شمار واقعات مشرقی علاقوں میں ہوتے رہتے ہیں، مشرق کی بات (۱) چل نکلی تو ہم عرض کریں گے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اگر بلوائی مرد مہمانوں کی بجائے اگر لوط کی لڑکیوں کا مطالبہ ہی کر دیتے تو لوط بلوائیوں سے مقابلہ پر اتر آتے اور مہمانوں کو بھی مدد کے لیے پکارتے کہ آؤ میری بیٹیوں کی حرمت بچاؤ، جبکہ واقعہ اس کے برعکس ہوا تو اسے اہل مشرق کی روایت کیونکر سمجھا جائے۔ اور اس سے بھی انکار نہیں کہ واقعہ اہل مشرق کا ہے، معلوم ہوا کہ صحیح واقعہ قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے کہ لوط علیہ السلام نے قوم کی بہو بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں قرار دیا تھا جو اپنے شوہروں کے لیے پاک اور حلال تھیں۔

---

(۱) مشرقی مہمانوں کا کردار دیکھنا ہے تو کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مہمان حضرت حر بن یزید تمیمیؒ کو دیکھیں کہ کس طرح اپنے میزبان حسین بن علی بن ابی طالبؓ کے اہل خانہ کی حفاظت کرتے ہوئے اہل خانہ سے بھی پہلے اپنی جان قربان کر دی یہ ہے مشرق کی روایت، لیکن پیدائش ۱۹:۱۔۳۸ میں مشرقی تہذیب کو نہایت ہی غلط اور مکروہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ پادری حضرات حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر بھی اچھے الفاظ سے نہیں کرتے، جیسا کہ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''وہ ان میں گھل مل گیا تھا اور ان کی تمام خصوصیات کو اپنا چکا تھا۔ ذرا دیکھئے کہ وہ کس آسانی سے اپنی بیٹیوں کی عزت وحرمت قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۸۶۴ کالم نمبر ۱) پادری صاحب نے کس قدر افسوس ناک الزام لگایا کہ لوط اہل سدوم کی تمام خصوصیات کو اپنا چکا تھا، کاش پادری صاحب ایسا لکھنے سے پہلے یہ سوچ لیتے کہ اہل سدوم کی سب سے بڑی خصوصیت لونڈے بازی تھی۔ پادری صاحب کو یہ تو سوچنا چاہیئے تھا کہ انجیل شریف حضرت لوط علیہ السلام کی راستبازی و پاکبازی اور پاکدامنی کی شہادت دیتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ''سدوم اور عموراہ کے شہروں کو خاک سیاہ کر دیا اور انہیں ہلاکت کی سزا دی اور آئندہ زمانہ کے بیدینوں کے لیے جائے عبرت بنا دیا، اور راستباز لوط کو جو بیدینوں کے ناپاک چال چلن سے دق تھا رہائی بخشی، چنانچہ وہ راستباز ان میں رہ کر اور ان کے بے شرع کاموں کو دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر گویا ہر روز اپنے دل کو شکنجہ میں کھینچتا تھا'' (۲۔ پطرس ۲:۹) کیتھولک بائبل کی عبارت اس طرح ہے، ''صادق لوط کو چھڑالیا جو شریروں کی بد پرہیز روش سے تنگ آ گیا تھا، اس لیے کہ یہ صادق شخص ان کے درمیان رہتے ہوئے روز بروز بُرے اعمال کو دیکھ کر اور سن کر اپنے سچے دل کو شکنجہ میں کھینچتا تھا''۔ (ایضاً)

انجیل جلیل کے مذکورہ بالا بیان کے باوجود پادری صاحب کا حضرت لوط علیہ السلام کو اہل سدوم وعمورہ کی خصوصیات بد کا حامل قرار دینا نری حق فراموشی ہے، اگر یہی الزام آج کسی پادری پر لگا دیا جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ الزام لگانے والے کو جیل پہنچ

کر بھی چھٹکارا نہ ملتا اور بی بی سی اور وائس آف امریکہ اور آل انڈیا ریڈیو سے متواتر کئی ماہ تک احتجاج کیا جاتا اور دن رات ملک عزیز پاکستان کے خلاف تلخ نوائی اور زہر افشانی کی جاتی، لیکن افسوس کہ پادری صاحب نے کس قدر آسانی سے اللہ کے سچے نبی پر ایسا لچر الزام لگایا جس کا کوئی ثبوت دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ بمطابق بائبل حضرت لوط علیہ السلام کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں، ایک پہلوٹھی (پیدائش ۳۱:۱۹) اور دوسری اس سے چھوٹی (ایضاً ۳۴:۱۹) یہ دونوں لڑکیاں شادی شدہ تھیں، یہی وجہ ہے کہ لوطؑ کے گھر کے باہر کھڑے بلوائیوں میں آپؑ کے داماد بھی تھے، سدوم کی تباہی سے قبل فرشتوں نے لوطؑ سے کہا ''نمبر۱۲ داماد اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور جو کوئی تیرا اس شہر میں ہو سب کو اس مقام سے باہر نکال لے جا نمبر۱۳ کیونکہ ہم اس مقام کو نیست کریں گے اس لیے کہ ان کا شور خداوند کے حضور بہت بلند ہوا ہے اور خداوند نے اسے نیست کرنے کو ہمیں بھیجا ہے۔ نمبر۱۴ تب لوط نے جا کر اپنے دامادوں سے جنہوں نے اس کی بیٹیاں بیاہی تھیں باتیں کیں اور کہا کہ اٹھو اور اس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند اس شہر کو نیست کرے گا۔ لیکن وہ اپنے دامادوں کی نظر میں مضحک سا معلوم ہوا، (پیدائش ۱۹: ۱۲۔۱۴) گو رکھی بائبل میں ہے۔

یعنی ''جنہاں نوں اوہدیاں دھیاں وآیاں گئیاں سن'' معلوم ہوا کہ لوطؑ کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں جو کہ شادی شدہ تھیں۔ شائد کوئی پادری کہے کہ ''لوط کی دو سے زیادہ بیٹیاں تھیں جن میں سے کچھ بیاہی ہوئی تھیں جن کے شوہر بلوائیوں میں شامل تھے، اور دو لڑکیاں کنواری تھیں جو وقوعہ کی شب گھر کے اندر تھیں جنہیں لوطؑ نے مردوں سے ناواقف قرار دیا تھا (پیدائش ۸:۱۹)'' ہم عرض کریں گے کہ بائبل مقدس میں لوطؑ کی

دو سے زیادہ بیٹیوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ باقی رہا یہ بیان کہ لوطؑ نے اپنی بیٹیوں کو خود ہی مرد سے ناواقف یعنی کنواریاں قرار دیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ دونوں لڑکیاں کنواری تھیں تو لوط کے بلوائی دامادوں کی بیویاں کون تھیں؟ اندرین حالات کہ بائبل سے لوط کی صرف دو ہی بیٹیاں ثابت ہیں، لہذا دو میں سے ایک بات کو ماننا ضروری ٹھہرا۔ یعنی یا تو لفظ ''مرد سے ناواقف'' کو تحریف اضافی تسلیم کیا جائے یا پھر لوط کی دو سے زیادہ بیٹیاں تسلیم کی جائیں، لیکن بائبل ان دونوں لڑکیوں میں سی ایک کو پہلوٹھی جبکہ دوسری کو اس سے چھوٹی قرار دیتی ہے، لہذا یہ کیونکر مان لیا جائے کہ لوط نے پہلوٹھی اور اس سے چھوٹی یعنی دونوں بڑی بیٹیوں کو تو کنواریاں رہنے دیا ہو اور ان سے چھوٹیوں نابالغ بچیوں کو بیاہ دیا ہو؟ ۔جبکہ اہل مشرق کی عادت ہے کہ بڑی بیٹیوں کو پہلے بیاہا جاتا ہے۔ (پیدائش ۲۶:۲۹، ۱۔سموئیل ۱۸: ۱۷۔۲۷) ثابت ہوا کہ لوطؑ کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں جو کہ شادی شدہ تھیں۔ اگر پادری حضرات لوطؑ سے منسوب الفاظ ''مرد سے ناواقف'' پر بضد ہوں تو ہم عرض کریں گے کہ یہ الفاظ مطلقاً کنواری کے لیے مستعمل نہیں ہیں، بلکہ کنواری کے لیے بائبل میں دو لفظ مستعمل ہیں، نمبر ا ''بتولہ'' جسے یونانی میں ''پارتھی نوس'' کہتے ہیں، یہ لفظ مطلقاً کنواری کے لیے استعمال ہوتا ہے، نمبر ۲ دوسرا لفظ ''علمہ'' ہے، جسے یونانی میں نیانس neanis کہتے ہیں، یہ لفظ ایسی عورت کے لیے مستعمل ہے جو شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہو۔ خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنواری، اس جگہ دونوں میں سے کوئی لفظ بھی استعمال نہیں ہوا، بلکہ لوطؑ نے اپنے بیٹیوں کے لیے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ہے'' جو مرد سے واقف نہیں''، گو اس سے مراد کنواری بھی ہے لیکن اگر مطلقاً کنواری مراد ہو تو ساتھ بتولہ لکھا جاتا ہے اور اگر صرف مردوں سے ناواقفیت مذکور ہو تو اس سے

"پاکدامنہ" مراد ہے، حضرت لوطؑ نے بھی اپنے دامادوں کو یہی سمجھایا تھا کہ تمہاری طرح میری بیٹیاں فاحشہ نہیں ہیں، ان کے کسی غیر مرد سے تعلقات (مرد سے واقف) نہیں ہیں، اس کے باوجود کہ میری پاکیزہ بیٹیاں تمہاری بیویاں ہیں تم پھر بھی ایسی بدکاری کرتے ہو۔ ثابت ہوا کہ لوطؑ کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں جو شادی شدہ تھیں، اہل مشرق میں تو نیکی اور پرہیزگاری کے اظہار کے لیے بھی اکثر شادی شدہ عورتوں کو بتولہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ طاہرہ پاکدامہ مقدسہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کو بتول کہا جاتا ہے، حالانکہ آپ شادی شدہ تھیں اولاد والی تھیں، لیکن آپؑ کی پاکیزگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بتول کہا جاتا ہے۔

ہمارے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی جو بیٹیاں وقوعہ کی شب گھر پر تھیں وہی بیٹیاں ہجرت کے وقت آپؑ کے ساتھ تھیں (پیدائش ۱۹: ۱۵۔۱۶) اگر لوطؑ کی اور بیٹیاں بھی ہوتیں تو لوطؑ انہیں ضرور ساتھ لے کر ہجرت کرتے، یہ کیسے مان لیا جائے کہ ہجرت سے قبل دامادوں کو تو اپنے ساتھ جانے پر اکساتے رہے لیکن بیٹیوں کو مرنے کے لیے سدوم میں ہی چھوڑ دیا (پیدائش ۱۹: ۱۴) معلوم ہوا کہ لوط کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں جنہوں نے آپؑ کے ساتھ ہجرت کی جبکہ ان کے شوہر ساتھ نہ آئے اور عذاب الٰہی سے مارے گئے۔

بائبل کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوطؑ کی دونوں بیٹیاں اپنے شوہروں سے حاملہ تھیں، اہل مشرق کا قدیمی دستور ہے کہ لڑکیاں اپنے پہلوٹھے بچے کو میکے گھر میں جنتی ہیں، اغلب ہے کہ لوطؑ کی دونوں بیٹیاں بھی وضع حمل کے لیے اپنے باپ کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ کیونکہ ہجرت کے بعد جبکہ وہ لڑکیاں اپنے باپ کے

ہمراہ ایک غار میں تھیں تو ان کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا، چنانچہ پہلوٹھی کے ہاں موآب پیدا ہوا، تمام موآبی اسی کی اولاد ہیں، اور پہلوٹھی سے چھوٹی کے ہاں بن عمی پیدا ہوا جو تمام بنی عمون کا باپ ہے۔

بنی اسرائیل کی شروع سے عادت رہی ہے کہ جس قوم سے لڑ پڑتے تھے اسے بدنام کرنے کے لیے جھوٹے الزامات لگاتے تھے اور ان الزامات کو اپنی مقدس کتابوں میں درج کر دیتے تھے، جیسا کہ اسماعیلیوں کی دشمنی کی وجہ سے حضرت اسماعیلؑ کو مصری لونڈی کا بیٹا کہتے ہیں (گلتیوں ۴: ۲۲۔۳۱) حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی نہ تھیں بلکہ مصری شہزادی تھیں، اسی طرح بنی موآب اور بنی عمون کے بنی اسرائیل سے زبردست خونی معرکے ہوتے رہتے تھے، جیسا کہ پادری رس اردن لکھتا ہے کہ ''یہ دونوں قبیلے بنی اسرائیل کے لیے ہمیشہ تکلیف اور مصیبت کا باعث بنے رہے'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر، از۔ رس اردن صفحہ ۱۸۶) تکلیف اور مصیبت کا باعث بنے رہنے والے موآبیوں اور عمونیوں کے خلاف بنی اسرائیل نے نہایت ہی قابل افسوس کہانی گھڑ کر شامل توریت کر دی، چنانچہ لکھا ہے کہ ''نمبر ۳۰ اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں (۱) بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے نمبر ۳۱ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے نمبر ۳۲ آؤ

(۱) محترم قارئین اگر لوطؑ کی دو سے زیادہ بیٹیاں ہوتیں تو اس جگہ ''دونوں بیٹیاں'' لکھنے کی بجائے ''دو بیٹیاں'' لکھا جاتا، لیکن یہاں دونوں بیٹیاں لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ لوط کی یہی دو بیٹیاں ہی تھیں جو شادی شدہ اور حاملہ تھیں۔

ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تا کہ اپنی باپ سے نسل باقی رکھیں، نمبر ۳۳ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی نمبر ۳۴ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی، آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو، تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں نمبر ۳۵ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی نمبر ۳۶ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں نمبر ۳۷ اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام مؤآب رکھا وہی مو آبیوں کا باپ ہے جواب تک موجود ہیں، نمبر ۳۸ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ۔ ہے جواب تک ہیں ۔ (پیدائش ۱۹: ۳۰ ـ ۳۸)

بائبل کی مذکورہ بالا کہانی پر تبصرہ کرتے ہوئے پادری رس ارون لکھتا ہے

''لوط کی لڑکیاں اپنے ساتھ وہی زندگی لائیں جو وہ بدکار شہر سدوم میں بسر کرتی تھیں'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۸۶) کاش پادری صاحب حضرت لوط علیہ السلام کی پاکیزہ پاکدامنہ بیٹیوں پر شہر سدوم میں بدکاری کی زندگی گزارنے کا الزام لگانے سے پہلے بائبل مقدس کا بغور مطالعہ کر لیتے، بھلے مانسو! اگر لوطؑ کی لڑکیاں سدوم میں بدکاری کی زندگی گذار رہی ہوتیں تو راستباز لوط (۲۔پطرس ۲:۹) ان کی پاکیزگی اور پاکدامنی کی گواہی یوں نہ دیتا کہ ''میری دو بیٹیاں ہیں جو مرد سے واقف نہیں'' (پیدائش ۱۹:۸) واہ پادریو واہ، ایک طرف تو پیدائش ۱۹:۸ کی روشنی میں ان لڑکیوں کو قطعاً کنواریاں ثابت کرتے ہو اور دوسری طرف ان پر بدکاری میں زندگی گذرانے

کا بہتان لگاتے ہو کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ لڑکیاں اپنے اپنے شوہروں سے ہجرت سے قبل ہی حاملہ تھیں تبھی تو چھوٹی نے اپنے بیٹے کو بن عمی یعنی عمی کا بیٹا کہہ کر پکارا تھا، عمی اس لڑکی کے شوہر کا نام تھا، یوں نومولود بن عمی ہوا، بنی عمون اور بنی موآب چونکہ بنی اسرائیل کے لیے ہمیشہ مصیبت کا باعث بنے رہے تھے (قضاۃ ۱۱:۳-۱۳،۱۔ سموئیل ۱۱:۲ و یرمیاہ ۴۰:۱۴ و ۴۱:۵-۷ و عاموس ۱:۱۴ و نحمیاہ ۲:۱۰-۱۹ و حزقی ایل ۲۵:۱-۷/ قضاۃ ۳:۱۲-۱۴ عاموس ۲:۱-۳ یسعیاہ ابواب ۱۵، ۱۶ یرمیاہ باب ۴۸ صفنیاہ ۲:۸-۱۱) لہذا موآبیوں اور عمونیوں کو بدنام کرنے کے لیے ان کے آباؤاجداد موآب اور بن عمی کو لوطؑ کے حرامی بیٹے قرار دیا گیا، جبکہ بائبل مقدس کے گہرے مطالعہ سے اس کہانی کا ضعف بخوبی ثابت ہو جاتا ہے۔ جبکہ پادری حضرات اسے سچی کہانی ثابت کرنے کے لیے بڑے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ لکھتا ہے "اس خیال میں کہ غار کی یہ کہانی اسرائیل کے مقابلہ میں موآبیوں اور عمونیوں کو کم درجہ دینے کے لیے گھڑی گئی ہے کوئی صداقت نہیں"۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۸۶۴ کالم نمبر ۲)

فکر نہ کریں پادری صاحب! اس خیال کی صداقت ہم ابھی ثابت کیے دیتے ہیں۔

شاہد نمبر ۱ : بائبل کے مطابق لوط سدوم پر نزول عذاب سے پہلے اپنے اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے قریبی شہر ضغر میں جا بسا تھا، لوطؑ کے داماد اور بیوی ساتھ نہ جانے کی وجہ سے اہل سدوم کے ہمراہ ہلاک ہو گئے۔ فرشتوں نے شہر ضغر کو تباہ نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا (پیدائش ۱۹:۱۵-۲۶) پھر بھلا لوطؑ کو ضغر شہر میں رہتے ہوئے ڈر کیوں لگا؟ (پیدائش ۱۹:۳۰) ضغر کو تباہ نہ کرنے کا الٰہی وعدہ لوطؑ کو پہنچ چکا تھا پھر ہنستے بستے شہر میں بستے ڈر کیوں لگا؟ اور اس نے شہر کی پر رونق فضا کو چھوڑ کر پہاڑ

کی غار میں رہنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ اسے غاروں میں رہتے ڈر لگے کہ کہیں سے سانپ نہ نکل آئے جو انہیں سوتے میں ڈس لے، یا کوئی درندہ شیر چیتا وغیرہ حملہ نہ کردے، لیکن حیرت ہے کہ لوطؑ کو غار میں رہتے تو ڈر نہ لگا اور زندگی کی تمام آسائیشوں سے بھرپور شہر ضغر میں رہتے ڈر لگنے لگا، حالانکہ فرشتوں نے ضغر کی سلامتی کی ضمانت دی تھی اور کہا تھا ''دیکھ میں اس بات میں بھی تیرا لحاظ کرتا ہوں کہ اس شہر کو جس کا تو نے ذکر کیا غارت نہیں کروں گا'' (پیدائش ۱۹:۲۱) اس لیے لوطؑ کو شہر ضغر میں بستے ڈر لگنے اور پہاڑوں کی غاروں میں بستے ڈر نہ لگنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، معلوم ہوا کہ غار کی کہانی کمزور ہے۔ شائد کوئی کہے کہ ضغر میں بھی سدوم اور عمورہ والی بدکاری پائی جاتی ہوگی اس لیے لوط کو وہاں رہتے ڈر لگا ہوگا، جواباً ہم عرض کریں گے کہ انبیاء کرامؑ کا تو کام ہی یہ ہے کہ برائی والی جگہ پہنچ کر حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور مخالفت سے نہیں ڈرتے، حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں ابراہیمؑ نے نمرود کے روبرو اور سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے جنونی کافروں میں پہنچ کر تبلیغ کی تھی، اور پھر ضغر کے لوگوں نے اہل سدوم وعمورہ کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ اللہ نے لوطؑ اور اس کی بیٹیوں کو محفوظ رکھا ہے، اس لیے ضروری تھا کہ اہل ضغر اہل نینوہ کی طرح ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ جاتے روزہ رکھتے، گریہ وزاری کرتے گناہوں کی معافی مانگتے (یوناہ ۳:۱۔۱۰) کیونکہ اہل ضغر نے دیکھا تھا کہ ''خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی'' (پیدائش ۱۹:۲۴) اس لیے لازمی امر ہے کہ اہل ضغر نے لوطؑ اور اس کی بیٹیوں کا حد درجہ احترام کیا ہوگا اور صحیح تابعدار ہو گئے ہوں گے پھر بھلا کیسے مان لیا جائے کہ لوطؑ کو سدوم جیسی بدکار بستی میں مدتوں رہتے ڈر نہ لگا اور ضغر شہر کے تائب لوگوں میں بستے ڈر لگنے لگا۔

شاہد نمبر۲ :لوطؑ کی بیٹیاں شہر ضغر میں کچھ عرصہ قیام کر کے دیکھ آئی تھیں کہ ان کے قریب ہی شہر ضغر مردوزن سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ لوطؑ کی پہلوٹھی بیٹی نے چھوٹی سے یہ کہا ہو کہ؟ ''ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے'' (پیدائش ۱۹: ۳۱) بفرض محال غلطی سے یا غلبۂ شہوت سے پہلوٹھی نے ایسا کہا بھی ہو تو لازمی امر ہے کہ چھوٹی کہے کہ ''تیرا دماغ گھاس چرنے تو نہیں چلا گیا؟ ابھی کل ہی تو ہم ضغر شہر سے آئے ہیں کیا وہاں مردوں کی کمی ہے؟ اور ہم سے تھوڑی دور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آباد شہر موجود ہے (پیدائش ۱۹: ۲۷۔۲۸) وہاں بھی بے شمار مرد موجود ہیں سدوم اور عمورہ صرف دو بستیاں تباہ ہوئیں ہیں باقی دنیا تو موجود ہے، یہاں باپ سے منہ کالا کیوں کرتی ہے؟'' ثابت ہوا کہ غار کی کہانی کمزور ہے۔

شاہد نمبر۳: بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ لڑکیوں پر شیطانیت نے غلبہ کر لیا تھا لیکن لوطؑ تو اللہ کے نبی تھے۔ اور پھر جوان بھی نہ تھے بلکہ عمر رسیدہ بزرگ تھے (پیدائش ۱۹: ۳۱) دین دار اور راست باز تھے (۲۔پطرس ۲: ۹) پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ آپ نے بلا وجہ ام الخبائث شراب کو پی لیا، وہ تو کسی وجہ سے بھی شراب نہ پیتے خواہ کتنے ہی مجبور ہو جاتے لیکن یہاں بلا وجہ شراب نوشی مذکور ہے، پادری ایم۔ ایچ۔ فنلے صاحب نے اپنی کتاب ''کامل مکاشفہ'' کے صفحہ ۱۶ پر حضرت لوطؑ کو نبی تسلیم کیا ہے، علاوہ ازیں پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ''انبیاء ان سب کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں جو مے کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں (یسعیاہ ۵: ۱۱، ۲۲، ۲۸: ۷، ۵۶: ۱۱ مابعد، ہوسیع ۴: ۱۱، ۷: ۵ حبقوق ۲: ۵، میکاہ ۲: ۱۱)''

(قاموس الکتاب صفحہ ۹۸۳ کالم نمبر ۱) اس لیے غیر ممکن ہے کہ لوطؑ نے شراب پی ہو۔ نبی کا تو بھول چوک کر صرف ایک بار شراب پی جانا بھی ممکن نہیں جبکہ بائبل کہتی ہے کہ لوطؑ نے دونوں دنوں میں دو بار شراب پی، جبکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ پہلے روز شراب پینے کا نتیجہ کیسا بھیانک نکلا، لہٰذا ثابت ہوا غار والی کہانی بہت زیادہ ضعف کا شکار ہے۔

شاہد نمبر ۴ : بائبل کے مطابق لوط نے اتنی شراب پی لی کہ اسے کچھ ہوش نہ رہا ''اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی'' (پیدائش ۱۹:۳۳) دونوں بار اسی طرح ہوا، ہم عرض کریں گے کہ شہوت وصحبت کرنے کا تعلق ذہنی بیداری سے ہے، اگر کسی پر نشہ کی زیادتی سے ایسی بے ہوشی طاری ہو جائے کہ اسے اپنے ساتھ کسی کے لیٹنے کا بھی علم نہ ہو تو وہ شخص کتنا بھی کڑیل جوان ہو صحبت پر قادر نہیں رہتا۔ اور لوط تو ویسے ہی ضعیف العمر بڈھا لاغر تھا وہ تو شائد ہوش مندی میں بھی صحبت پر قادر نہ ہو تا چہ جائے کہ بے ہوشی کی ایسی حالت میں کہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کوئی عورت اس کے ساتھ لیٹ گئی ہے، ثابت ہوا کہ غار کی کہانی محل نظر ہے اور موآبیوں اور عمونیوں سے بغض وعناد پر مبنی ہے۔

شاہد نمبر ۵ : غار میں اتنی شراب کیونکر میسر آئی ؟ عذاب الٰہی کے خوف سے بھاگے بھاگے پھرنے والے باپ اور بیٹیاں کیا شراب کے مٹکے ساتھ ساتھ اٹھائے پھرتے تھے؟ غاروں میں ہانڈی چولہا میسر نہیں آتا یہاں شراب کے مٹکے بھی پہنچ گئے۔ اگر موآب اور بن عمی پہاڑ کی غار میں پیدا ہوئے تھے تو ماننا پڑے گا کہ لڑکیاں غار میں آنے سے پہلے حاملہ تھیں، ورنہ یہ کیسے مان لیا جائے کہ حمل ہونے سے وضع حمل تک

انہوں نے غار ہی میں قیام کیا، اس طرح بڈھے باپ کے ساتھ بے یار و مددگار پہاڑ کی غار میں دو تین راتیں تو شائد گذاری جاسکیں لیکن حمل ہونے سے وضع حمل تک (۱) پہاڑ کی غار میں جوان بیٹیوں کے ساتھ بڈھے باپ کا قیام خلاف عقل ہے۔

اگر پادری حضرات یہ کہیں کہ بائبل مقدس میں موآبیوں اور عمونیوں کو بار بار بنی لوط کہا گیا ہے (استثنا ۲:۹، زبور ۸۳/۸) تو ہم عرض کریں گے کہ انہیں غار والی کہانی کی بنیاد پر بنی لوط لکھا جانے لگا تھا، اور بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ موآب اور عمون واقعی لوطؑ کے بیٹے ہیں تو ہم عرض کریں گے کہ اگر یہ واقعی لوط کے بیٹے ہیں تو یہ لوط کے بیٹے اس کی جائز بیوی سے ہیں جو کہ وقوعہ کی شب گھر میں موجود تھے، اسی لیے تو فرشتوں نے ہجرت کے وقت لوط کو ہدایت کی تھی کہ اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ لے کر سدوم سے نکل جائیں (پیدائش ۱۹:۱۲) اگر لوطؑ کے بیٹے نہ ہوتے تو فرشتے بیٹوں کا ذکر ہی نہ کرتے، پس ثابت ہوا کہ غار والی کہانی غیر معتبر ہے۔ یوں ہمیں مشہور انگریز مسیحی عالم کینن پاتھین ایڈمز Canon Phythian Adams کی تائید کرنی پڑتی ہے جو کہتا ہے کہ ''توریت محض افسانوں اور قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے اور اس سے اصلی تاریخی حقیقت کو معلوم کرنا محض قیاس آرائی ہے''۔

(ہماری کتب مقدسہ، از پادری۔ جی۔ ٹی۔ مینلی، صفحہ ۷۵)

---

(۱) اگر پادری ضد کر کے کہیں کہ بن عمی اور موآب ضرور ہی غار میں پیدا ہوئے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ ہوسکتا ہے شہر ضغر میں انہیں رہنے کو پردے دار گھر نہ ملا ہو اور بچیوں کا وضع حمل قریب ہو لہٰذا لوط نے بیٹیوں کے وضع حمل کے لیے ضغر شہر کے کھلے بازاروں اور گلیوں سے زیادہ اس غار کو زیادہ پردے کی جگہ اور محفوظ جگہ سمجھا ہو۔

بنی بنیامین کی بدکاری

اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْ هَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ. (القرآن ۵۳:۲۳)

وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی، یہ لوگ محض ظن اور خواہشات نفس کے پیچھے چل رہے ہیں"۔

جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی شروع سے عادت رہی ہے کہ جس قوم سے لڑ پڑتے ہیں اسے بدنام کرنے کے لیے جھوٹے الزامات لگاتے تھے اور ان الزمات کو اپنی مقدس کتابوں میں درج کر دیتے تھے، بدقسمتی سے بنی اسرائیل کے قبائل آپس میں بھی لڑ پڑتے تھے، اسی طرح بنی بنیمین بھی دوسرے اسرائیلی قبائل سے لڑتے رہے تھے، بنی بنیمین اور حضرت داوٗدؑ میں دشمنی ہوگئی تھی (ا۔سموئیل ۱۸:۲۹) ساوٗل نے داوٗدؑ پر قاتلانہ حملے بھی کیے (ا۔سموئیل ۱۹:۱۰ و باب ۲۶) ساوٗل کی موت کے بعد جب داوٗدؑ کو حکومت ملی تو بنی بنیمین نے الگ حکومت بنا کر ساوٗل کے بیٹے اشبوست کو داوٗدؑ کے مقابلہ میں بادشاہ بنا دیا (۲۔سموئیل ۲:۸) بنی بنیمین اور داوٗدؑ کی فوجوں میں کئی بار خونی معرکے ہوئے (۲۔سموئیل ۲:۱۲ تا ۳:۱) اسی تناوٗ کے نتیجہ میں بنی اسرائیل نے لوطؑ کی کہانی کے مشابہ

بنی بنیمین کے خلاف ایک کہانی گھڑ کر شامل کتاب مقدس کر دی۔ یہ کہانی بائبل مقدس کی ساتویں کتاب قضاۃ کے انیسویں باب میں مرقوم ہے، کہانی کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ لاوی خاندان کا ایک نام نا معلوم شخص جو افرائیم کے کوہستانی ملک کے پرلے سرے کا رہنے والا تھا چار ماہ سے روٹھی ہوئی اپنی نام نامعلوم بیوی کو منا کر بیت لحم یہوداہ سے لا رہا تھا، راستہ میں بنیمینی جبعہ نامی جگہ رات ہوگئی، ایک نام نامعلوم پیر مرد جو کہ پہلے کبھی افرائیم کے کوہستانی ملک کا ہی تھا انہیں اپنے گھر لے گیا، مہمان میاں بیوی کے ساتھ ان کا نوکر بھی تھا، اہل سدوم کی طرح جبعہ شہر کے بنیمینی باشندے آئے اور نام نامعلوم پیر مرد کے گھر کو گھیر کر " دروازہ پیٹنے لگے اور صاحب خانہ یعنی پیر مرد سے کہا اس شخص کو جو تیرے گھر میں آیا ہے باہر لے آ تا کہ ہم اس کے ساتھ صحبت کریں، وہ آدمی جو صاحب خانہ تھا باہر ان کے پاس جا کر ان سے کہنے لگا نہیں میرے بھائیو! ایسی شرارت نہ کرو، چونکہ یہ شخص میرے گھر میں آیا ہے اس لیے یہ حماقت نہ کرو، دیکھ میری کنواری بیٹی اور اس شخص کی حرم یہاں ہیں میں ان کو باہر لائے دیتا ہوں، تم ان کی حرمت لو اور جو کچھ تم کو بھلا دکھائی دے ان سے کرو۔ پر وہ لوگ اس کی سنتے ہی نہ تھے، پس وہ مرد اپنی حرم کو پکڑ کر ان کے پاس باہر لے آیا، انہوں نے اس سے صحبت کی اور ساری رات صبح تک اس کے ساتھ بدذاتی کرتے رہے اور جب دن نکلنے لگا تو اس کو چھوڑ دیا، وہ عورت پو پھٹتے ہوئے آئی اور اس مرد کے گھر کے دروازہ پر جہاں اس کا خاوند تھا گری اور روشنی ہونے تک پڑی رہی، اور اس کا خاوند صبح کو اٹھا اور گھر کے دروازے کھولے اور باہر نکلا کہ روانہ ہو اور دیکھو وہ عورت جو اس کی حرم تھی گھر کے دروازہ پر اپنے ہاتھ آستانہ پر پھیلائے ہوئے پڑی تھی، اس نے اس سے کہا اٹھ ہم چلیں پر کسی نے جواب نہ دیا، تب اس شخص نے اسے اپنے گدھے پر لا دلیا اور

وہ مرد اٹھا اور اپنے مکان کو چلا گیا، اور اس نے گھر پہنچ کر چھری لی اور اپنی حرم کو لے کر اس کے اعضا کاٹے اور اس کے بارہ ٹکڑے کر کے اسرائیل کی سب سرحدوں میں بھیج دیئے''۔ (قضاۃ ۱۹:۱۔۳۰)

بنیمینی خبیثوں کی خباثت واقعی قابل صد افسوس ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والی بدکاری کے لیے نام نا معلوم پیر مرد کے گھر آئے اور مہمان مرد سے صحبت کا مطالبہ کیا، لیکن اس نام نا معلوم پیر مرد کے بھی وارے وارے جایئے کہ جس نے سدوم کی کہانی کو نہ صرف دہرایا بلکہ بلوائیوں کو سگی کنواری بیٹی کے ساتھ ساتھ مہمان عورت پیش کرنے کی پیشکش بھی کر دی، بقول کیتھولک بائبل لوطؑ نے مشرقی روایت کا پاس کرتے ہوئے بیٹیوں کی عزت پر مہمانوں کی عزت کو ترجیح دی حالانکہ وہ بھی مشرقی روایت کے خلاف تھا، بفرض محال اگر مان بھی یا جائے کہ ان لوگوں میں مہمان کی عزت بیٹیوں کی حرمت سے زیادہ مقدس تھی لیکن یہ نام نا معلوم پیر مرد تو نہ مشرق کا رہا اور نہ مغرب کا، غور فرمائیں کہ وہ کس طرح اپنی بیٹی کے ساتھ مہمان عورت کو بھی قربانی کا بکرا بناتا ہے، اگر مرد مہمان کی عزت کے لیے سگی کنواری بیٹی کی حرمت قربان کرنے پر تیار تھا تو مہمان عورت کی عزت کا خیال کیوں نہ آیا؟ کیا یہود میں عورت کا کوئی مقام یا عزت نہیں؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص مہمان نوازی کی ایسی مثال پیش کرے کہ مرد مہمان کے لیے تو اپنی غیرت کا ستیاناس کر لے لیکن اسی مہمان کی بیوی کی عزت لٹا کر مہمان کو بھی لہو رلا دے، اور آخر اپنی بیٹی کو بھی گھر میں ہی بٹھائے رکھا اور نام نا معلوم مہمان عورت سے کہہ دیا کہ جا بے زبان بکری چڑھ جا سولی پر، یہ خوب مہمان نوازی کی مشرقی مثال ٹھہری، اور نام نا معلوم مہمان مرد نے شائد اس اصول پر عمل کیا کہ ''زندہ کتا مردہ شیر سے بہتر ہے'' (واعظ ۹:۴) لہٰذا اس نے بلوائیوں کا مقابلہ

کرتے ہوئے شیر کی موت مر جانے سے کتا بن کر زندہ رہنا بہتر سمجھا، اس سے پہلے کہ بلوائی اسے کھینچ کر گھر سے نکال لاتے، اس نے جلدی سے خود ہی اپنی بیوی بلوائیوں کی ہوس کی بھینٹ چڑھا دی، اس کی مظلومہ بیوی جو شوہر سے چار ماہ تک روٹھی رہی تھی وہ سچی تھی، شائد وہ سمجھ چکی تھی کہ شوہر بے وفا اور موقع پرست ہے، کیونکہ وہ بیوی کی عزت کو اپنی عزت نہیں سمجھتا تھا، حیرت ہے کہ بائبل پھر بھی بیوی کو بے وفا کہتی ہے، چنانچہ لکھا ہے "اس کی حرم نے اس سے بیوفائی کی اور اس کے پاس سے بیت لحم یہوداہ میں اپنے باپ کے گھر چلی گئی اور چار مہینے وہیں رہی" (قضاۃ ۱۹:۲) ہم اس بیچاری کو کیونکر بے وفا کہہ سکتے ہیں وہ تو ایسی اللہ میاں کی گائے تھی جو بغیر احتجاج کیئے شوہر کی خودغرضی پر قربان ہوگئی، اور اس کا شوہر کس قدر خودغرض اور لالچی تھا کہ اپنی جان کی حفاظت کے لیے بیوی کو رگیدتا ہوا خود ہی دشمنوں کے ہاتھ میں دے آیا اور گھر آ کر مزے کی نیند سو گیا، اس روٹھی بیوی کو مان جانے کا کیا ہی خوب انعام دیا، محض آبروریزی اور بھیانک موت، حیرانگی تو اس بات پر ہوتی ہے کہ بلوائیوں کی بھی مت ماری گئی کہ صحبت کرنے آئے تھے مہمان مرد سے پھر مرد کو چھوڑ کر مہمان عورت پر ہی اکتفا کر لیا، اور میزبان کی کنواری لڑکی کی پیشکش ٹھکرا کر شوہر والی عورت کو لے گئے۔

قارئین کرام انصاف فرمائیں کیا اس کہانی کا کوئی سر پیر نظر آیا؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مردوں سے صحبت کرنے کے دلدادہ غنڈے ایک شادی شدہ مہمان خاتون پر کیوں پل پڑے؟ کیا ان کے ہاں عورتیں نہ تھیں؟ آیت ۲۴، ۲۵ میں بلوائی عورتیں قبول کرنے سے متواتر انکار کرتے ہیں، پھر یکلخت انہیں کیا ہوگیا کہ وہ اپنی دھن چھوڑ کر عورت پر جھپٹ پڑے، جو پل بھر پہلے عورتوں سے بیزار تھے فوراً ہی عورت کے ایسے شیدائی ہوئے بیچاری کو جان سے مار کر ہی چھوڑا، اور بیچاری نام نامعلوم مقتولہ

کے شوہر نے رہی سہی کسریوں نکال دی کہ چھری لے کر مقتولہ کی لاش ہی بگاڑ دی اور بارہ ٹکڑے کر دیئے، حیرت ہے کہ بائبل مقدس پھر بھی اس بھاگ سڑی کو بے وفا کہتی ہے (قضاۃ ۱۹:۲) ہمیں شوہر کی عقل پر حیرت ہوتی ہے کہ اسے مظلوم بیوی کے ٹکڑے کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اسرائیل کی تمام سرحدوں میں مقتولہ کے ٹکڑے بھیجنے کی بجائے قاصدوں کے ہاتھ صرف پیغام ہی کیوں نہ بھیج دیا؟ قارئین! کیا آپ اسے مقتولہ کے ساتھ ہمدردی کہیں گے یا بربریت؟ حیرت ہے کہ پوری قوم بنی اسرائیل میں سے کسی نے بھی شوہر پر تنقید نہیں کی، خیر آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ جلعاد کے ملک سمیت دان سے بیر سبع تک تمام قبیلوں کے سرداروں سمیت تقریباً چار لاکھ شمشیر زن پیادے مصفاہ میں اکٹھے ہوئے اور اس نام نامعلوم مقتولہ کے نام نامعلوم شوہر سے واقعہ کی روداد سنی، اس نے بتایا کہ ''جبعہ کے لوگ مجھ پر چڑھ آئے اور رات کے وقت اس گھر کو جس کے اندر میں تھا چاروں طرف سے گھیر لیا اور مجھے تو وہ مار ڈالنا چاہتے تھے اور میری حرم کو جبراً ایسا بے حرمت کیا کہ وہ مر گئی'' (قضاۃ ۲۰:۵) حالانکہ وہ لوگ اس کی حرم کو جبراً نہ لے گئے تھے بلکہ شوہر جبر سے حرم کو پکڑ کر ان کے پاس باہر چھوڑ آیا تھا اور اندر سے دروازہ بند کر کے میٹھی نیند سو گیا تھا، خیر ہوا یہ کہ سب نے بنی بنیمین سے کہا کہ ''ان مردوں یعنی ان خبیثوں کو جو جبعہ میں ہیں ہمارے حوالہ کرو کہ ہم ان کو قتل کریں'' (آیت ۱۳) لیکن بنی بنیمین بنی اسرائیل کے چار لاکھ لڑاکوں کے مقابلہ میں ۲۶ ہزار شمشیر زن اور سات سو چنے ہوئے جوان لے کر مقابلہ پر آ گئے لیکن اپنے خبیثوں کی ہلاکت گوارہ نہ کی ''بنی اسرائیل اٹھ کر بیت ایل کو گئے اور خدا سے مشورت چاہی اور کہنے لگے کہ ہم میں سے کون بنی بنیمین سے لڑنے کو پہلے جائے؟ خداوند نے فرمایا پہلے یہوداہ جائے'' (قضاۃ ۲۰:۱۸) سوال پیدا ہوتا ہے بنی اسرائیل

نے خدا سے کیسے مشورہ کیا؟ اور خدا نے کیسے جواب دیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ فرشتہ کی وساطت سے تو ہم عرض کریں گے کہ اس جگہ فرشتہ کا کوئی ذکر نہیں، اور پھر فرشتے انبیاؑء سے ہمکلام ہوا کرتے ہیں نہ کہ پوری قوم سے، لیکن یہاں پوری قوم کا خدا سے مشورہ کرنا مذکور ہے۔ کیا پوری قوم خدا کی آواز سن رہی تھی؟ پوری قوم بنی اسرائیل میں سے صرف موسیٰؑ نے ہی خدا سے کلام کیا تھا، بنی اسرائیل میں سے موسیٰؑ کے علاوہ یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا (استثنا ۳۴:۱۰) اللہ جانے خدا سے کس طرح کے مشورہ کے بعد بنی یہوداہ کو بھیجا گیا، زبردست معرکہ آرائی ہوئی، خدا سے مشورہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''بنی بنیمین نے جبعہ سے نکل کر اس دن بائیس ہزار اسرائیلیوں کو قتل کر کے خاک میں ملا دیا''۔ (قضاۃ ۲۰:۲۱)

زبردست شکست کے بعد بنی اسرئیل شام تک خدا کے حضور روتے رہے اور پوچھتے رہے کہ اب بنی بنیمین سے لڑیں یا نہ لڑیں؟ خدا نے کہا کہ لڑو، چنانچہ دوسرے روز بنی بنیمین نے پھر ''اٹھارہ ہزار اسرائیلیوں کو قتل کر کے خاک میں ملا دیا'' (قضاۃ ۲۰:۲۵) دو دن کی لڑائی میں بنی اسرائیل کے ۲۲۰۰۰+ ۱۸۰۰۰=۴۰۰۰۰ آدمی قتل ہو چکے تو تمام بنی اسرائیل نے روزہ رکھا اور شام تک روتے رہے سوختی اور سلامتی کی قربانیاں خداوند کے آگے گذرانیں اور خدا سے پھر پوچھا کہ اب بنیمین سے لڑنے جائیں یا نہ جائیں، ''خداوند نے فرمایا کہ جائیں کل اس کو تیرے ہاتھ میں کر دوں گا'' (قضاۃ ۲۰:۲۶۔۲۹) سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے روز ہی بنی بنیمین کو ان کے ہاتھ میں کیوں نہ کر دیا؟ بنی اسرائیلی کے چالیس ہزار گھروں میں لاشے پہنچے اور وسیع وعریض صف ماتم بچھ گئی، آخر خدا نے انہیں **کس** جرم کی سزا دی؟ وہ تو خدا سے پوچھ کر لڑے تھے، تیسرے روز کی لڑائی میں بھی بنی بنیمین نے تیس ۳۰ اسرائیلی مار

ڈالے (آیت ۳۱) ابھی تک ۲۶ ہزار بنیمینیوں نے چالیس ہزار تیس اسرائیلیوں کو قتل کر دیا تھا پھر یکا یک خدا نے بنی بنیمین کو بنی اسرائیل کے ہاتھ میں کر دیا اور تقریباً ۲۵ ہزار بنیمینی قتل کر دیئے گئے (قضاۃ ۲۰: ۳۵۔۴۶) ''اور بنی اسرائیل نے قسم کھائی کہ کوئی اسرائیلی کسی بنیمینی کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دے گا اور جو رشتہ دے گا وہ معلون ہوگا۔ (قضاۃ ۲۱: ۱، ۷، ۱۸) ۲۵ ہزار قتل کروا کر بنیمینی بھاگ گئے، ادھر بنی اسرائیل کو اپنے چالیس ہزار مقتول تو یاد نہ رہے اور وہ ۲۵ ہزار بنیمینی مقتولین پر ماتم کرنے لگے، ''سو بنی اسرائیل اپنے بھائی بنیمین کی وجہ سے پچھتائے اور کہنے لگے کہ آج کے دن بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ کٹ گیا، اور جو باقی رہے ہیں ہم ان کے لیے بیویوں کی نسبت کیا کریں کیونکہ ہم نے تو خداوند کی قسم کھائی ہے کہ ہم اپنی بیٹیاں ان کو نہیں بیاہیں گے'' (قضاۃ ۲۱: ۶۔۷) قارئین پر واضح ہو کہ بائبل میں بنیمین سے لڑائی سے قبل ایسی کسی (۱) قسم کا ذکر نہیں، خیر سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ جنگ میں لڑتے مرتے تو مرد رہے لیکن یہ عورتیں کس طرح نابود ہوگئیں؟ کیا بنی بنیمین کی عورتیں جنگ کرتی تھیں اور مرد گھروں میں ہانڈی چولہا سنبھالتے تھے؟ اس بات سے بھی خوب واضح ہے کہ جبعہ کا واقعہ اپنے اندر بہت کمزوریاں سموئے ہوئے ہے۔

یہ معمہ پادریوں سے بھی حل نہیں ہو رہا کہ عورتوں کا فقدان کیسے ہو گیا؟ بنی اسرائیل کو بنی بنیمین کے لیے عورتیں مہیا کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے، چنانچہ بنی سرائیل کے بارہ ہزار سورماؤں نے حملہ کر کے یبیس جلعاد کے باشندوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتیں لا کر بنیمینیوں کو دیں (قضاۃ ۲۱: ۸۔۱۲) لیکن پھر بھی کافی بنیمینی عورتوں

(۱) یعنی لڑائی کے اختتام پر جس قسم کی یاد دہانی کروائی گئی ہے اس سے قبل قسم کھانے کا کوئی ذکر بائبل میں نہیں ہے۔

کے بغیر رہ گئے" تب جماعت کے بزرگ کہنے لگے کہ ان کے لیے جو بچ رہے ہیں بیویوں کی نسبت کیا کریں کیونکہ بنی بنیمین کی سب عورتیں نابود ہو گئیں؟ سو انہوں نے کہا کہ بنی بنیمین کے باقیماندہ لوگوں کے لیے میراث ضروری ہے تا کہ اسرائیل میں سے ایک قبیلہ مٹ نہ جائے" (قضاۃ ۲۱:۱۶۔۱۷) چاہیئے تو یہ تھا کہ مرد نابود ہو جاتے اور عورتیں زیادہ ہو جاتیں اور بیواؤں کی فلاح و بہبود کی فکر لاحق ہوتی، لیکن اس بستی کا تو باوا آدم ہی نرالا نکلا، ایسی جنگ چھڑی کہ عورتیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں اور مرد ہی مرد رہ گئے، خیر باقیماندہ لوگوں کے لیے عورتیں مہیا کرنے کے لیے اغواہ کی بے شمار وارداتیں کی گئیں اور ایک سالانہ عید پر ناچنے کے لیے آنے والی لڑکیوں کو اغوا کر کے بنیمینیوں کو دیا گیا یہ لڑکیاں بنی اسرائیل ہی کی تھیں اور سیلا کی رہنے والی تھیں، " تب انہوں نے بنی بنیمین کو حکم دیا کہ جاؤ اور تاکستانوں میں گھات لگائے بیٹھے رہو، اور دیکھتے رہنا کہ اگر سیلا کی لڑکیاں ناچ ناچنے کو نکلیں تو تم تاکستانوں میں سے نکل کر سیلا کی لڑکیوں میں سے ایک ایک بیوی اپنے اپنے لیے پکڑ لینا اور بنیمین کے ملک کو چل دینا ان کے باپ یا بھائی ہم سے شکایت کرنے کو آئیں گے تو ہم ان سے کہہ دیں گے کہ ان کو مہربانی سے ہمیں عنایت کرو" (قضاۃ ۲۱:۲۰۔۲۲) "غرض بنی بنیمین نے ایسا ہی کیا اور شمار کے موافق ان میں سے جو ناچ رہی تھیں جن کو پکڑ کر لے بھاگے ان کو بیاہ لیا"۔ (قضاۃ ۲۱:۲۳)

میں نے ایک پادری سے پوچھا کہ سیلا کی لڑکیوں کو ان کی رضامندی کے بغیر یونہی پکڑ دھکڑ کر زبردستی بیویاں بنا لینا کیا ظلم نہیں؟ فرمانے لگے کہ آگے پڑھو جہاں لکھا ہے "ان دنوں اسرائیل میں کوئی بادشاہ نہ تھا، ہر ایک شخص جو کچھ اس کی نظر میں اچھا معلوم ہوتا تھا وہی کرتا تھا" (قضاۃ ۲۱:۲۵) میں نے مودبانہ عرض کیا کہ ان

بے مہارے اونٹوں کے لیے توریت کی عظیم راہنمائی جو موجود تھی سوانہوں نے کیوں توریت سے رجوع نہ کیا، اور ہر جگہ ماہرین توریت کاہن اور لاوی اور قاضی موجود تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قضاۃ ۱/۱۔۲، ۲۰/۱۸، ۲۳، ۲۸ کے مطابق اسرائیلی جب چاہتے تھے خدا سے ہم کلام ہو کر مشورہ لے لیتے تھے، اور پھر سیلا کی لڑکیوں کا اغوا کسی فرد واحد کا انفرادی فعل نہیں بلکہ پوری قوم اس میں ملوث تھی۔

حیرت ہے کہ قضاۃ کا مصنف جائے وقوعہ کی نشاندہی کرتا ہے، اور دونوں دھڑوں کے مقتولین کی الگ الگ تعداد کا بھی ذکر کرتا ہے اور یبیس جلعاد سے چھینی جانے والی خواتین کی تعداد تک بتاتا ہے، حتیٰ کہ پیر مرد کے ساتھ مقتولہ کے شوہر کے مقالمے تک لکھتا ہے، لیکن افسوس کہ مصنف بے چارے کو یہ معلوم نہیں کہ مقتولہ اور اس کے شوہر کا کیا نام تھا؟ مقتولہ کے باپ کا کیا نام تھا؟ نوکر کا کیا نام تھا، میزبان پیر مرد کا کیا نام تھا؟ حیرت ہے کہ جن کی وجہ سے اتنی بڑے خونریزی ہوئی کہ ۴۰ ہزار اسرائیلی اور ۲۵ ہزار بنیمینی یعنی کل ۶۵ ہزار مقتول ہو گئے اور ہزاروں لڑکیاں اغوا کی گئیں جن کی وجہ سے بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ ہی مٹنے کے قریب ہو گیا، وقوعہ کے ان مرکزی کرداروں کا نام تک کسی کو معلوم نہیں۔ ایک مشہور مسیحی فاضل کیگل Kegel اپنی کتاب A way from wellhousen صفحہ نمبر ۶۲ پر لکھتا ہے ”تمام تواریخ میں عہد عتیق کے مؤلف جیسا مزاحیہ شخص نظر نہیں آتا جو کبھی تو پرلے درجے کا احمق اور بیوقوف اور کبھی بہت چالاک اور عیار نظر آتا ہے“۔ (ہماری کتب مقدسہ، از پادری جی۔ٹی۔ مینلی، صفحہ ۸۷ تا ۸۸)

قصہ حضرت داؤد علیہ السلام

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی اور داؤد کو زبور عنایت فرمائی (القرآن ۱۷:۵۵) ''داؤد نے وہ کام کیا جو خداوند کی نظر میں ٹھیک تھا اور وہ اپنی ساری زندگی خداوند کے کسی حکم سے باہر نہ ہوا'' (۱۔سلاطین ۱۵۔۵) ''میں راستی سے چلتا رہا ہوں اور میں نے خداوند پر بے لغزش توکل کیا ہے'' (زبور ۲۶:۱۔۱۲،۲۔سموئیل ۲۲:۲۱۔۲۵) ''میرے بندہ داؤد سے کہہ کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے......لیا تا کہ تو میری قوم اسرائیل کا پیشوا ہو'' (۲۔سموئیل ۷:۸) ''خداوند اسرائیل کا خدا مبارک ہو جس نے اپنے منہ سے میرے باپ داؤد سے کلام کیا'' (۲۔تواریخ ۶:۴ مقابلہ ۱۔تواریخ ۱۴/۱۰ ۲۔سموئیل ۲:۱،۵:۲۳،۱۹) ''اے مردو بھائیو! میں بزرگ دین داؤد کے حق میں بے دھڑک کہہ سکتا ہوں کہ وہ مرا اور دفن بھی ہوا اور کہ آج کے دن تک اس کی قبر ہمارے درمیان موجود ہے، لیکن وہ ایک نبی تھا'' (کیتھولک بائبل۔اعمال ۲:۲۹۔۳۰ و عبرانیوں ۱۱:۳۲)

بنی بنیمین کی بدکاری کے قصہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ بنی یہوداہ سے حضرت داؤدؑ (متی ۱:۳۔۶) اور بنی بنیمین سے طالوتؒ یعنی ساؤل (۱۔سموئیل ۹:۱۔۲) کے درمیان اور پھر ساؤل کے مرنے کے بعد حضرت داؤدؑ اور بنی بنیمین کے درمیان کئی خونی معرکے ہونے کی وجہ سے بنی یہوداہ نے بنی بنیمین کو بدنام کرنے کے لیے کیسی بے بنیاد اور خلاف عقل کہانی گھڑ کر شامل بائبل کر دی چونکہ بنی بنیمین بھی اسرائیلی ہی

تھے دوسرے اسرائیلی قبائل کی عادات وخصلات ان میں بھی پائی جاتی تھیں، لہذا بنی یہوداہ میں سے سب سے محترم شخصیت داؤدؑ نبی کے خلاف ایسی لچر اور افسوس ناک کہانی گھڑی کہ جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ سب سے پہلے آپ کہانی ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم اس پر تحقیقی بحث کریں گے۔

بائبل مقدس میں ہے ''نمبر ا پھر نئے سال کے شروع میں جب بادشاہ جنگ کے لیے نکلتے ہیں یوآب نے زبردست لشکر لے جا کر بنی عمون کے ملک کو اجاڑ ڈالا اور آ کر ربہ کو گھیر لیا لیکن داؤد یروشلیم میں رہ گیا تھا اور یوآب نے ربہ کو سر کر کے اسے ڈھا دیا نمبر ۲ اور داؤد نے ان کے بادشاہ کے تاج کو اس کے سر پر سے اتار لیا اور اس کا وزن ایک قنطار سونا پایا اور...... وہ اس شہر سے بہت سا لوٹ کا مال نکال لایا نمبر ۳ اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر آروں اور لوہے کے ہینگوں اور کلہاڑوں سے کاٹا اور داؤد نے بنی عمون کے سب شہروں سے ایسا ہی کیا، تب داؤد اور سب لوگ یروشلیم کو لوٹ آئے'' (ا۔تواریخ ۲۰:۱۔۳) بنی عمون سے داؤدؑ کے سپہ سالار یوآب (۲۔سموئیل ۵:۸،ا۔تواریخ ۶:۱۱، ۸) کی جنگ اور ربہ شہر کو فتح کر کے عمونی بادشاہ کا تاج اتارنے اور مال غنیمت حاصل کرنے اور عوام کو آروں ہینگوں اور کلہاڑوں سے مارنے کے تمام واقعات بائبل مقدس کی کتاب سموئیل دوم میں بھی درج ہیں۔ لیکن کتاب سموئیل میں داؤدؑ کے یروشلیم میں رہ جانے سے لے کر ربہ کی فتح کے درمیان نہایت افسوس ناک کہانی درج ہے۔ چنانچہ ۲۔سموئیل ۱۱:۱۔۲۷ کا خلاصہ یوں ہے کہ جب داؤد یروشلیم میں رہ گیا تو شام کے وقت داؤد اپنے بستر میں سے نکل کر شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا، وہاں سے اس نے ایک نہایت ہی خوبصورت عورت کو نہاتے دیکھا، پھر لوگوں کو دکھا کر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ عورت داؤد کی فوج کے جانباز سپاہی حتی اوریاہ کی بیوی بت سبع تھی جو العام یا عمی ایل اسرائیلی کی بیٹی

تھی (۲۔سموئیل ۱۱:۳،۱۔تواریخ ۳:۵) داؤد نے لوگ بھیج کر بت سبع کو محل میں بلا لیا اور اس سے صحبت کی، چند روز بعد بت سبع نے اپنے حاملہ ہونے کی اطلاع بادشاہ داؤد کو بھیجی، داؤد نے فوج کے سپہ سالار یعنی اپنی سوتیلی بہن فرویاہ کے بیٹے یوآب (۲۔سموئیل ۲:۱۸) کو خط لکھا کہ فوراً حتی اوریاہ کو بھیج دے جب حتی اوریاہ ملک عمان کے دارالحکومت ربہ (قاموس الکتاب صفحہ ۴۳۱ کالم نمبر ۲) سے یروشلیم پہنچ گیا تو داؤد نے اُورِیاہ سے یوآب اور دوسرے لوگوں کا حال اور جنگ کے حالات پوچھنے کے بعد اوریاہ سے کہا کہ وہ اپنے گھر جا کر سوئے، لیکن حتی اوریاہ نے ایسا جواب دیا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس نے کہا ''صندوق (صندوق سکینہ) اور اسرائیل اور یہوداہ جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور میرا مالک یوآب اور میرے مالک کے خادم کھلے میدان میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں تو کیا میں اپنے گھر جاؤں اور کھاؤں اور پیوں اور اپنی بیوی کے ساتھ سوؤں؟ تیری حیات کی قسم مجھ سے یہ بات نہ ہو گی'' (۲۔سموئیل ۱۱:۱۱) اور اوریاہ باہر خادموں کے ساتھ سو گیا، دوسرے روز داؤد نے اوریاہ کو بہت شراب پلا کر متوالا کیا کہ شاید یوں ہی اوریاہ گھر جائے اور اپنی بیوی سے صحبت کرے تاکہ بت سبع کا حمل اوریاہ سے منسوب ہو جائے، لیکن اوریاہ پھر بھی نہ گیا تو داؤد نے یوآب کو خط لکھا کہ ''اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جاں بحق ہو'' (۲۔سموئیل ۱۱:۱۵) اوریاہ خط لے کر پہنچا تو اسے پروگرام کے مطابق مروا دیا گیا، اوریاہ کے مرنے کی خبر بت سبع کو پہنچی تو رواج کے مطابق اس نے اپنے شوہر کے سوگ کے دن مکمل کئے پھر داؤد نے اسے دوران حمل ہی بیوی بنا لیا، پھر خدا کی طرف سے داؤد کو جھڑکی اور دھمکی پہنچی کہ ''دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے

صحبت کرے گا، کیونکہ تو نے تو چھپ کر یہ کیا پر میں سارے اسرائیل کے روبرو دن دہاڑے یہ کروں گا'' (۲۔سموئیل ۱۲:۱۱۔۱۲) اس کے بعد بت سبع کے حرامی بیٹا پیدا ہوا پھر نا معلوم عمر پاکر وہ بیٹا مر گیا، آخر بت سبع داؤد سے پھر حاملہ ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے۔(۲۔سموئیل ۱۲:۲۴) سلیمانؑ کی پیدائش تک بنی عمون کے شہر ربہ کی جنگ جاری تھی چنانچہ سلیمانؑ کی پیدائش کے بعد ربہ فتح ہو گیا، چنانچہ لکھا ہے کہ ''تب داؤد نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ربہ کو گیا اور اس سے لڑا اور اسے لے لیا، اور اس نے ان کے بادشاہ کا تاج اس کے سر پر سے اتار لیا، اس کا وزن سونے کا ایک قنطار تھا......ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر ان کو آروں اور لوہے کی ہینگوں اور لوہے کی کلہاڑوں کے نیچے کر دیا......اور اس نے بنی عمون کے سب شہروں سے ایسا ہی کیا، پھر داؤد اور سب لوگ یروشلیم کو لوٹ آئے'' (۲۔سموئیل ۱۲:۲۹۔۳۲)

قارئین! آپ غور فرمائیں کہ ۱۔تواریخ ۲۰:۱۔۳ والی کہانی کو (۲۔سموئیل ابواب ۱۱ تا ۱۲ میں کس طرح مسخ کر کے اس میں نہایت ہی افسوس ناک اضافے کئے گئے، اس افسوس ناک کہانی پر تحقیقی بحث سے قبل ہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لیے بتاتے چلیں کہ کتاب ۲۔سموئیل کے بیان کے مطابق خدا کی طرف سے داؤد کی دھمکی کا نتیجہ یہ نکلا کہ داؤد کا پہلوٹھا امنون اپنی سوتیلی بہن تمر پر عاشق ہو گیا اور ایک روز دھوکے سے تمر کو کمرے میں بند کر کے اس سے جبر زنا کیا، تمر نے اسے سمجھایا ''تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا، لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی......اس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی، پھر امنون کو اس سے بڑی سخت نفرت ہو گئی کیونکہ اس کی نفرت اس کے جذبۂ عشق سے کہیں بڑھ کر تھی'' (۲۔سموئیل ۱۳:۱۳۔۱۵) سو اس نے تمر کو نفرت اور حقارت سے نکال دیا، تمر کا سگا بھائی ابی سلوم یہ معلوم کر کے آگ بگولا ہو گیا اور اس نے امنون کو قتل کر دیا اور پھر

داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے بغاوت کر دی (۲۔سموئیل ۱۵: ۱۰) یوں ابی سلوم نے ساری زندگی داؤدؑ کی زندگی اجیرن بنائے رکھی، آخر یوآب نے ابی سلوم کو قتل کر دیا (۲۔سموئیل ۱۸: ۹۔۱۵) تب داؤد نے ابی سلوم کے لیے خون کے آنسوؤں پر مبنی نوحہ کیا (۲۔سموئیل ۱۸: ۳۳) ۲۔سموئیل کے مندرجہ بالا تمام واقعات کا آپس میں گہرا تعلق ہے یعنی اگر داؤد اور بت سبع کا شرمناک واقعہ وقوع پذیر نہ ہوتا تو سزا کے طور پر امنون اپنی سوتیلی بہن تمر سے صحبت نہ کرتا اور نہ ابی سلوم امنون کو قتل کرتا نہ بغاوت ہوتی نہ ابی سلوم قتل ہوتا نہ داؤد خون کے آنسو روتا، لیکن افسوس کہ یہ تمام واقعات صرف اور صرف ۲۔سموئیل میں ہی پائے جاتے ہیں، حالانکہ ا۔تواریخ میں بھی داؤد کی زندگی کے تمام واقعات درج ہیں لیکن مذکورہ بالا تمام واقعات کا کوئی ذکر ا۔تواریخ میں نہیں، ۲۔سموئیل میں ابی سلوم کی بغاوت سے متعلق کئی خونی معرکے درج ہیں کیا وجہ ہے کہ ا۔تواریخ میں مذکورہ بالا تمام واقعات کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا؟ ثابت ہوا کہ یہ واقعات خود ساختہ ہیں ورنہ ا۔تواریخ میں ان واقعات کا کچھ نہ کچھ تذکرہ ضرور ہوتا، ان واقعات کے خود ساختہ ہونے کے لیے اتنی دلیل ہی کافی تھی کہ ا۔تواریخ میں ان واقعات کا کوئی اتا پتہ موجود نہیں ہے لیکن مسیحی بھائیوں کی مزید تسلی کے لیے ذیل میں ہم ۲۔سموئیل کے بیانات کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

۲۔سموئیل ۱۱: ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد شام کے وقت جبکہ اپنے بستر میں پلنگ پر آرام کر رہا تھا کہ اچانک وہ شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا، سوال پیدا ہوتا ہے کہ داؤد شام کو بستر چھوڑ کر چھت پر کیوں گیا؟ کیا ٹھنڈی ہوا کے حصول کے لیے؟ لیکن ا۔تواریخ ۲۰/۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سال کا پہلا مہینہ تھا، اگر ہم اس مہینے کو جنوری تصور کریں تو جنوری کے مہینے میں شام کے وقت چھت پر ٹہلنے اور بت سبع کے

شام کو غسل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر پادری حضرات فرمائیں کہ یہودیوں کے کیلنڈر میں ابیب پہلا مہینہ ہے جو مارچ اور اپریل میں آتا ہے، تو ہم عرض کریں گے کہ مارچ اپریل سردیوں کے الوداعی مہینے ہیں، دن کو درمیانہ سا موسم ہوتا ہے لیکن شام کو بہرحال سردی ہوتی ہے لہٰذا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ بت سبع دھوپ کے وقت دن میں تو نہ نہائی جبکہ شام کو سردی کے وقت نہانے بیٹھ گئی، اور نہ ہی ابیب مہینے میں شام کے وقت کمروں میں حبس ہوتی ہے کہ داؤد کو چھت پر ٹہلنے کی ضرورت محسوس ہوتی، اس بات پر غور کرنے سے کہانی مشکوک ہو جاتی ہے۔(۱)

---

(۱) پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ مشہور یہودی تہوار عید فسح جسے عید فطیر بھی کہتے ہیں دینی سال کے پہلے مہینے نیسان کی ۱۴ ویں تاریخ کو آتا تھا۔(قاموس الکتاب صفحہ ۶۷۴ کالم نمبر۲) ہم عرض کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی گرفتاری کا واقعہ بھی انہی دنوں کا بیان کیا جاتا ہے(متی ۲۶:۱۷ تا ۵۶، مرقس ۱۴:۱ تا ۵۲ و لوقا ۲۲:۷ تا ۵۴) گرفتاری کی شب لوگ کوئلے دہکا کر آگ تاپ رہے تھے (مرقس ۱۴:۵۴، ۶۷، لوقا ۲۲:۵۵، ۵۶) مارچ اپریل میں (جبکہ ایسٹر منایا جاتا ہے) اہل مشرق کوئلے دہکا کر نہیں تاپتے۔

پس معلوم ہوا کہ ان وقتوں میں یہودی کیلنڈر کا پہلا مہینہ ابیب یا نیسان موجودہ جنوری ہی تھا، کیونکہ دسمبر اور جنوری میں ہی اہل مشرق کوئلے دہکا کر تاپتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ ا۔تواریخ ۲۰:۱ کے مطابق داؤدؑ جنوری کے مہینہ میں محل کی چھت پر چڑھے تھے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جنوری کے تمام دن بالعموم جبکہ شامیں بالخصوص دھند میں ڈوبی رہتی ہیں، دھند میں تو بلب کی روشنی بھی چند فٹ کے فاصلہ سے نظر نہیں آتی پھر بھلا دھند میں لپٹی شام کو داؤدؑ نے محل کی بلند و بالا چھت سے دور گہرائی میں نہاتی ہوئی بت سبع کے حسین خد و خال کو کیونکر دیکھ لیا؟ اور اتنی دھند آلودہ ٹھنڈی شام کو داؤدؑ محل کی چھت پر کیوں ٹہل رہے تھے؟ اور جاڑے کی ایسی برفانی شام کے وقت بت سبع صحن میں بیٹھ کر کیوں نہانے لگی تھی؟ بلکہ اسے تو چاہیئے تھا کہ صحن کی دھند کی بجائے گرم کمرہ میں نہا لیتی بلکہ دن میں دھوپ کے وقت نہانا زیادہ آسان تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ کہانی جھوٹی ہے۔من گھڑت ہے۔وضعی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ شام کے وقت جبکہ اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے، اسی وقت تھوڑی دور کی چیز بھی پوری طرح نظر نہیں آتی پھر ایسے میں داؤدؑ نے بت سبع کو نہاتے ہوئے کیونکر دیکھ لیا، ظاہر ہے کہ نہاتے وقت بت سبع کو یقین تھا کہ اسے دیکھا نہیں جا سکتا، اور مزید حیرت کی بات یہ کہ شاہی محل کی بلند و بالا چھت سے دور نیچے اندھیرے میں نہاتی بت سبع کے حسن و جمال کو بھی پرکھ لیا، اگر پادری حضرات یہ فرمائیں کہ اس وقت اندھیرا نہیں تھا تو ہم عرض کریں گے کہ بائبل وقوعہ کا وقت شام بیان کرتی ہے اور شام کے وقت لوگ سوتے ہیں (۲۔سموئیل ۱۱:۱۳) بائبل کے مطابق شام کو اندھیرا ہوتا ہے (حزقی ایل ۱۲:۷،۱۲، یوحنا ۶:۱۶۔۱۷) کیونکہ شام کو سورج غروب ہو چکا ہوتا ہے (استثنا ۱۶:۶، مرقس ۱:۳۲) یہی وجہ ہے کہ شام کو کچھ بھی نظر نہیں آتا (ایوب ۲۴:۱۵۔۱۶) بلکہ شام کو تارے نظر آتے ہیں (ایوب ۳:۹) شام کو چراغ جلائے جاتے ہیں (خروج ۲۷:۲۱،۲۔تواریخ ۱۳:۱۱) چونکہ شام کو کچھ نظر نہیں آتا یہی وجہ تھی کہ یعقوبؑ کو شام کے وقت علم نہ ہو سکا کہ اس کے بستر پر راخل نہیں بلکہ لیاہ ہے (پیدائش ۲۹:۲۳۔۲۵) شام کے وقت یسوع کو جھیل پر چلتا دیکھ کر حواری پہچان نہ پائے اور بھوت بھوت کہہ کر چلانے لگے تب یسوع نے بلند آواز سے پکار کر بتایا کہ ''خاطر جمع رکھو۔ میں ہوں۔ ڈرو مت'' (متی ۱۴:۲۳۔۲۷) اگر شام کے وقت یعقوبؑ لیاہ کو اپنے بستر پر بھی پہچان نہ سکا اور حواری جو دن رات یسوع کے ساتھ ساتھ رہتے تھے شام ہونے کی وجہ سے یسوع کو بھوت سمجھے تو خدارا کوئی پوچھے ان پادریوں سے کہ داؤدؑ نے بلند و بالا شاہی محل کی چھت پر سے نیچے دور گہرائی اور اندھیرے میں بت سبع کو نہاتے ہوئے کیسے دیکھ لیا، کیا بت سبع بجلی کا قمقمہ روشن کر کے نہا رہی تھی؟ کیونکہ بائبل سے ثابت ہوتا ہے کہ داؤدؑ نے بت سبع کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر اسے لوگ

بھیج کر بلایا تھا، چونکہ ایسا غیر ممکن ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی ہی خود ساختہ ہے۔

ایک طرف تو بائبل مقدس کا بیان ہے کہ داؤد نے لوگوں کو بھی بت سبع نہاتی دکھائی اور اس کے بارے دریافت کیا، پھر لوگوں کو بھیج کر بت سبع کو بلوایا، اور یوں اس گناہ کے بہت سے گواہ خود بنا لیئے اور جب بت سبع نے حمل کا پیغام کسی کے ہاتھ بادشاہ تک پہنچایا تو گواہوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا لیکن دوسری طرف بائبل کہتی ہے کہ راز افشا ہو جانے کے خوف سے داؤد نے اوریاہ کو دھوکے سے مروا ڈالا، ثابت ہوا کہ کہانی خود ساختہ ہے۔

جب اوریاہ کو اچانک اطلاع ملی ہوگی کہ اسے بادشاہ نے فوراً طلب کیا ہے اور وہ ملک عمان کے دارالحکومت ربہ (قاموس الکتب صفحہ ۴۳۱ کالم نمبر۲ مقالہ ربہ) سے یروشلیم تک کا طویل سفر طے کر کے آیا ہوگا اور سوچ رہا ہوگا کہ اللہ جانے داؤد بادشاہ نے اسے کیوں طلب کر لیا ہے؟ لیکن جب بادشاہ نے اسے صرف یہ پوچھا ”یوآب کیسا ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے اور جنگ کیسی ہو رہی ہے“ (۲۔سموئیل ۱۱:۷) اور اس کے بعد داؤد بجد ہو کر اسے اس کے گھر بھیجنے لگا اور دوسرے روز بھی اسے شراب کے نشہ میں متوالا کر کے گھر جانے پر مجبور کرتا رہا تو لازمی بات ہے کہ اوریاہ کو خیال آیا ہوگا کہ کیا اسے صرف اس لیے اتنی دور سے بلایا گیا ہے کہ وہ گھر جا کے اپنی بیوی سے صحبت کرے؟ کیونکہ جنگی حالات سے بادشاہ کو باخبر کرنے والوں کی کمی نہ تھی کیونکہ ظاہر ہے قاصد روزانہ حالات جنگ بتانے آتے جاتے ہوں گے، اس لیے لازمی امر ہے کہ حتی اوریاہ کے دل میں شک پیدا ہو گیا ہوگا کہ معاملہ گڑ بڑ ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ حتی اوریاہ یوآب کے نام داؤد کے خط کو راستہ ہی میں کھول کر پڑھ لیتا اور اپنی موت کا پروانہ پڑھ کر یا پڑھوا کر کبھی میدان جنگ میں نہ جاتا، ثابت ہوا کہ یہ کہانی وضعی ہے۔

بنی اسرائیل اسقاط حمل کرنا کروانا جانتے تھے (ایوب ۳:۱٦ و زبور ۵۸:۸) اور ۲۔سلاطین ۲:۱۹ و ۲۱ کی روشنی میں پادری ایف۔ ایس خیر اللہ بتاتے ہیں کہ یریحو میں ایسا پانی پایا جاتا تھا کہ جس کے پینے سے اسقاط حمل ہو جاتا تھا (قاموس الکتاب صفحہ ۵۹ کالم نمبر ۱) حتی اور یاہ کو قتل کروانے والے خطرناک چکر میں پڑنے کی بجائے داؤد نے بت سبع کو یریحو سے پانی منگوا کر کیوں نہ پلا دیا یا کوئی اور مانع حمل دوا کیوں نہ پلا دی؟ حتی اور یاہ کو مروا دینے سے کیا گناہ پر پردہ پڑ گیا تھا؟ نہیں بلکہ غور کیا جائے تو بت سبع کی داؤد کے بیوی بن جانے سے بھی گناہ پر پردہ ڈالنا غیر ممکن تھا، عورت کو کم از کم پندرہ یوم کے حمل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسے حمل ہے، کیونکہ اکثر ہر ماہ ایک ہی تاریخ کو ماہواری نہیں ہوتی، بعض اوقات کئی کئی روز جلد ہی اور بعض اوقات دس پندرہ روز تک تاخیر سے بھی ماہواری ہو جاتی ہے، اس لیے حمل کے باوجود دس پندرہ دن تک عورتوں کو مکمل یقین نہیں ہوتا کہ حمل ہو گیا ہے، لہذا جب بت سبع نے داؤد کو حمل کا پیغام بھیجا ہو گا اور پھر داؤد نے قاصد بھیجا پھر اور یاہ آیا پھر گیا پھر اللہ جانے کہ کتنے دن بعد اور یاہ قتل ہوا پھر بت سبع تک قتل کی اطلاع پہنچی، آپ حساب لگا کر دیکھ لیجئے کہ بت سبع کو قتل کی خبر ہونے تک کم از کم دو ماہ کا حمل ہو گیا ہو گا، اور پھر بت سبع نے سوگ کے دن پورے کئے (۲۔سموئیل ۱۱:۲۷) اہل اسلام کے مطابق بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے (القرآن ۲:۲۳۴) لیکن حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے (القرآن ٦۵:۴) لیکن بائبل میں عدت کا کوئی تصور نہیں ہاں البتہ اسیر عورت کے لیے حکم ہے وہ ایک ماہ تک اپنے والدین کا سوگ منائے پھر وہ اسیر کرنے والے کی بیوی بنے (استثنا ۲۱:۱۰۔۱۳) لیکن بیوہ کی عدت کا کوئی تصور بائبل میں نہیں ہے، اب اللہ جانے بت سبع نے کتنے دن سوگ کیا؟ بالفرض اگر بت سبع نے ایک ماہ سوگ کیا ہو تو داؤد کی بیوی بننے تک اسے کم از کم ۳ ماہ کا حمل ہو چکا تھا، اگر سوگ مکمل ہوتے ہی داؤد کا بت سبع سے نکاح

ہو گیا ہو تو نکاح سے صرف چھ ماہ بعد بچہ کی پیدائش ضروری تھی یعنی شادی سے صرف چھ ماہ بعد نو ماہ کے صحت مند بچے کی پیدائش سے راز فاش ہو جاتا، لہذا داؤد کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ دھوکے سے حتی اوریاہ کو قتل کرواتا، ثابت ہوا کہ یہ کہانی ہی خود ساختہ ہے۔

بت سبع بنی اسرائیل سے تھی، ۲۔سموئیل ۱۱:۳ کے مطابق اس کے باپ کا نام العام تھا جبکہ ۱۔تواریخ ۳:۵ کے مطابق اس کے باپ کا نام عمی ایل تھا، اب اس بات کا فیصلہ ہم پادریوں پر چھوڑتے ہیں کہ بت سبع دونوں میں سے کس کی بیٹی تھی۔ العام کی یا عمی ایل کی؟ لیکن یہ ثابت ہوا کہ بت سبع اسرائیلی عورت تھی، کسی اسرائیلی عورت کی کسی حتی سے شادی ناممکنات میں سے تھی کیونکہ حتیوں کے متعلق حکم تھا کہ ''تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا، نہ ان کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کے لیے ان کی بیٹیاں لینا، کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گے...... یوں خداوند کا غضب تم پر بھڑکے گا اور وہ تجھ کو جلد ہلاک کر دے گا'' (استثناء ۷:۱۔۶) کیونکہ حتی بت پرست تھے جبکہ اسرائیلی اہل کتاب توحید پرست تھے (خروج ۳۴:۱۶) اس لیے غیر ممکن ہے کہ توحید پرست عمی ایل نے یا العام نے ایک بت پرست حتی اوریاہ کو اپنی توحید پرست بیٹی بت سبع بیاہ دی ہو، اگر ایسا کیا جاتا تو العام یا عمی ایل کا بائیکاٹ کر دیا جاتا، جیسا کہ بنی اسرائیل نے سامریوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا تھا، حالانکہ سامری بھی بنی اسرائیل سے تھے، بابل کی اسیری کے وقت پیچھے رہ جانے والے جن اسرائیلیوں نے غیر اقوام سے رشتہ داریاں (۱)

---

(۱) پادری برکت اللہ آرچ ڈیکن لکھتے ہیں کہ جب یہودی ''کسی کو گالی دیتے تو کہتے تو سامری ہے، یوحنا ۸/۴۸ (ماہنامہ کلام حق گوجرانوالہ۔ مارچ ۱۹۹۰ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۱ سطر ۱۱ تا ۱۲، ۷ صحت کتب مقدسہ صفحہ ۶۱، سطر ۱۶)

کیں ان سے مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا (یوحنا۴:۹ مزید تفصیل کے لیے قاموس الکتاب ص۴۹۳ مقالہ سامری) نحمیاہ کے زمانہ میں حورونی سنبلط کی بیٹی سے ایک اسرائیلی نے شادی کر لی تو اس اسرائیلی کو ملک بدر کر دیا گیا (نحمیاہ۱۳:۲۸) اس لیے حتی اوریاہ کا اسرائیلی بت سبع کا شوہر ہونا ناممکن ہے، پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی سرے سے ہی من گھڑت ہے، غور فرمائیں کہ حتی مرد اور اسرائیلی عورت میاں بیوی اور وہ حتی بنی اسرائیل کے بادشاہ کے پڑوس میں رہتے تھے، بنی اسرائیل تو انہیں دنیا پر نہ رہنے دیتے چہ جائے کہ یروشلیم میں اور بادشاہ کے پڑوس میں۔

کہانی میں بتایا گیا ہے کہ اوریاہ حتی قوم سے تھا۔ حالانکہ اوریاہ عبرانی نام ہے، اس کا مطلب ہے ''یہوواہ نور ہے'' خدا کا نام یہوواہ صرف اور صرف اسرائیلیوں میں رائج تھا، اسی لیے بنی اسرائیل میں اوریاہ نام کثرت سے رکھا جاتا تھا (۲۔سلاطین ۱۶:۱۰،۱۶، عزرا ۸:۳۳، نحمیاہ ۳:۴،۸:۴، یسعیاہ ۸:۲، یرمیاہ ۲۶:۲۰،۲۱) حتی بت پرست تھے اور اپنے دیوتاؤں کی عقیدت پر مبنی نام رکھتے تھے وہ یہوواہ کا نام تک نہ جانتے تھے چہ جائے کہ یہوواہ سے عقیدت رکھتے، پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتے ہیں ''یہودیوں کے نزدیک یہ خداوند تعالیٰ کا پاک ترین نام تھا، اس کو زبان پر لانا بھی تیسرے حکم کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی (خروج ۲۰:۷) تقریباً ۳۰۰ ق م خداوند کے نام کو بے فائدہ لینے سے بچنے کے لیے جہاں بھی کلام مقدس میں لفظ یہوواہ آیا وہاں اس کی جگہ لفظ ادونائی یعنی ''میرے خداوند'' پڑھا جانے لگا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۹۰ کالم نمبر ا مقالہ یہوواہ) پس اگر یہودی خود بھی اس نام کو زبان پر لانے کے بارے اس قدر محتاط تھے تو یہ نام حتیوں میں کیونکر مشہور ہو سکتا تھا؟ لہذا یہ کس طرح مان لیا جائے کہ کسی بت پرست حتی نے اپنے بیٹے کا نام

خالصتاً اسرائیلی مذہبی اور توحیدی عقائد پر مبنی اوریاہ رکھ دیا ہو، پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی ہی خود ساختہ ہے۔

توریت میں حتیوں سے متعلق لکھا ہے "وہ تیرے ملک میں رہنے نہ پائیں" (خروج ۲۳:۳۳) اس کے باشندوں سے کوئی عہد نہ باندھنا" (خروج ۳۴:۱۱-۱۲) "تو ان کو بالکل نابود کرڈالنا، تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا" (استثنا ۷:۱-۲) ثابت ہوا کہ حتی بنی اسرائیل کے درمیان بود و باش نہیں کر سکتے تھے بلکہ بنی اسرائیل کو تو حکم تھا کہ وہ جہاں ملیں قتل کر دو حتیٰ کہ نابود کر دو، لیکن ہم اس کہانی میں دیکھتے ہیں کہ حتی اوریاہ یہودی فوج کا سورما سپاہی تھا، اور بنی اسرائیل کے ملک میں بلکہ یہودیوں کے مقدس شہر یروشلیم میں رہتا تھا، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ شاہی محلّہ میں شاہی محل کے بالکل پڑوس میں رہتا تھا، چونکہ ایسا غیر ممکن تھا لہذا ثابت ہوا کہ یہ کہانی حقیقت سے دور اور من گھڑت ہے۔

اس کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ربہ کے محاصرہ کے دوران داؤد اور بت سبع کا واقعہ پیش آیا جنگ زوروں پر تھی جب اوریاہ قتل ہو گیا، پھر بت سبع کے حرامی بیٹا پیدا ہوا، پھر وہ بیٹا نا معلوم عمر پا کر مر گیا، بت سبع پھر داؤد سے جائز طور پر حاملہ ہوئی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام پیدا ہوئے پھر اس کے بعد ربہ فتح ہوا، قارئین کرام! ذرا حساب تو لگائیں کہ شہر ربہ سے جنگ کتنے عرصہ تک ہوتی رہی؟ فرض کریں کہ لڑائی کے پہلے روز ہی داؤد شام کے وقت اپنے پلنگ سے اٹھ کر شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا تھا، جس کے نتیجہ میں زبردست قبیح فعل سرزد ہوا، فرض کرو اسی روز بت سبع حاملہ ہو گئی ہو تو حرامی بچے کی پیدائش تک کم از کم نو ماہ کا عرصہ لازمی ہے، پھر اللہ جانے کتنی عمر کا ہو کر وہ بچہ بیمار ہو گیا (۲۔سموئیل ۱۲:۱۵) اور سات روز بیمار رہ کر مر گیا (ایضاً ۱۲/۱۸)

اگر بچہ پیدائش کے پہلے روز ہی بیمار ہو گیا ہو تو بچے کی موت تک ربہ کی لڑائی کو نو ماہ سات روز ہو چکے تھے، بچے کی پیدائش کے بعد کم از کم چالیس روز تک عورت صحبت کے قابل نہیں ہوتی لیکن اگر ہم فرض کر لیں کہ حرامی بچے کی موت کے روز ہی بت سبع پھر حاملہ ہو گئی ہو تو سلیمانؑ کی پیدائش تک ربہ کی لڑائی کو کم از کم اٹھارہ ماہ سات روز گزر چکے تھے لیکن ابھی تک ربہ فتح نہ ہوا تھا، لیکن یہ خلاف عقل ہے کہ اتنے اتنے بڑے ملکوں کو چند یوم میں فتح کر لینے والے اسرائیلی ڈیڑھ سال میں ایک شہر کو بھی فتح نہ کر پائے، اور پھر جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ا۔تواریخ ۲۰:۱۔۳ سے ثابت ہے کہ ربہ چند یوم میں ہی فتح ہو گیا تھا، لیکن حیرت تو قارئین کو یہ پڑھ کر ہو گی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام ربہ کی جنگ شروع ہونے سے کافی عرصہ پہلے پیدا ہو چکے تھے، غور فرمائیں کہ ربہ کی جنگ اور بت سبع والا واقعہ۔ ۲۔سموئیل کے باب ۱۱، ۱۲ میں اور ربہ کی جنگ مع فتح کا ذکر ا۔تواریخ ۲۰:۱۔۳ میں مذکور ہے لیکن اس سے کافی عرصہ پہلے کے واقعات بیان کرتے ہوئے ۲۔سموئیل ۵:۱۴، ا۔تواریخ ۳:۵، ۱۴:۴ میں سلیمانؑ کی ولادت کا تذکرہ کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے ”سمعا اور سوباب اور ناتن اور سلیمان یہ چاروں عمی ایل کی بیٹی بت سوع کے بطن سے تھے“ (ا۔تواریخ ۳:۵) وہ اور جو یروشلیم میں اس کے ہاں پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں سموعہ اور سوباب اور ناتن اور سلیمان“ (۲۔سموئیل ۵:۱۴) مزید دیکھئے ا۔تواریخ ۱۴:۵، قارئین کرام! غور فرمائیں کہ تواریخ اور سموئیل ہر دو کتب سے سلیمان کا ربہ پر چڑھائی سے پہلے پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے، اب ہم اس افسوس ناک کہانی کو کیا کہیں جو ۲۔سموئیل کے باب ۱۱ تا ۱۲ میں ربہ کی جنگ کے دوران بیان کی گئی ہے؟ اور پھر آپ ا۔تواریخ ۳:۵، ۱۴:۵، ۲۔سموئیل ۵:۱۴ کے بیانات میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بت سبع سے چوتھے بیٹے تھے، یعنی سب سے بڑا سموعہ دوسرا سوباب تیسرا ناتن اور سب سے چھوٹے حضرت سلیمانؑ تھے، جو ربہ پر چڑھائی سے پہلے بلکہ بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ربہ پر چڑھائی سے پہلے کا ایک اور واقعہ حاضر خدمت ہے، لکھا ہے ''اور ہدرعذر کے شہروں طبحت اور کون سے داؤد بہت سا پیتل لایا جس سے سلیمان نے پیتل کا بڑا حوض اور ستون اور پیتل کے برتن بنائے'' (ا۔تواریخ ۱۸:۸) جبکہ ربہ پر چڑہائی کا واقعہ ا۔تواریخ کے باب ۲۰ میں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ افسوس ناک کہانی خودساختہ ہے۔

داؤد کے بیٹے امنون کا اپنی سوتیلی بہن تمر پر عاشق ہو جانا تو نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی خودساختہ ہے جسے داؤد کے خودتراشیدہ گناہ کے نتیجہ پر پیش کیا گیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امنون کو شریعت کا یہ حکم معلوم نہ تھا کہ۔ ''اور اگر کوئی مرد اپنی بہن کو جو اس کے باپ کی یا اس کی ماں کی بیٹی ہو لے کر اس کا بدن دیکھے اور اس کی بہن اس کا بدن دیکھے تو یہ شرم کی بات ہے، وہ دونوں اپنی قوم کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے قتل کیے جائیں'' (احبار ۲۰:۱۷) اور تمر کی بات بھی نہایت ہی عجیب ہے کہ ''تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا'' (۲۔سموئیل ۱۳:۱۳) یوں لگتا ہے کہ اس کہانی کا یہ حصہ لکھنے والا یا تو خود توریت سے ناواقف تھا یا پھر وہ داؤد اور اس کے خاندان کو توریت سے بے خبر ثابت کرنا چاہتا تھا، کیونکہ داؤد کی بیٹی تمر ایسی بات نہیں کہہ سکتی تھی جو اسرائیلی شریعت کے خلاف تھی، وہ کہتی ہے کہ ''بادشاہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا'' (ایضاً) کیا اسے علم نہ تھا کہ بادشاہ اسے امنون سے ضرور ہی روک رکھے گا، کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ ''تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی اور خواہ

وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا'' (احبار ۱۸: ۹، استثناء ۲۷: ۲۲) پھر بھلا داؤد تمر کو امنون سے کیوں نہ روکے رکھتا؟ ثابت ہوا کہ یہ کہانی من گھڑت ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس دور میں بنی اسرائیل کے ہاں سوتیلی بہن سے شادی ہو سکتی تھی؟ اگر نہیں بلکہ واقعی نہیں تو پھر امنون اپنی بہن پر کیونکر عاشق ہوا جبکہ ان کے معاشرے میں بہن کا تقدس مسلم تھا، اور امنون کو عشق بھی ایسا ہوا گویا روگ لگ گیا تھا'' اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن تمر کے سبب سے بیمار پڑ گیا'' (۲۔سموئیل ۱۳: ۲) لوگ اس سے پوچھتے تھے کہ '' تو کیوں دن بدن دبلا ہوتا جاتا ہے؟'' (۲۔سموئیل ۱۳: ۴) امنون نے اپنے چچا سمعہ کے بیٹے یوندب کو بتا ہی دیا کہ '' میں اپنے بھائی ابی سلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں'' (۲۔سموئیل ۱۳۔۴) اب یہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ امنون اپنے مذہب کلچر اور معاشرہ سے ہٹ کر اپنی بہن پر عاشق ہو گیا اور عشق بھی ایسا کیا کہ بیمار پڑ گیا کڑھنے لگا دبلا ہونے لگا لیکن جب بہن سے منہ کالا کر لیا تو فوراً عشق نفرت میں بدل گیا اور عشق سے کئی گنا زیادہ نفرت اسی لمحے ہو گئی (ایضاً ۱۳/۱۵) اور حقارت سے دھکے دے کر گھر سے نکلوا دیا، خدارا کوئی بتائے کہ یہ کیسا عشق تھا؟ عشق کی ایسی مثال ہم نے کرہ ارض پر کہیں نہیں سنی، اگر پادری حضرات یہ فرمائیں کہ یہ عشق نہیں بلکہ ہوس تھی جب ہوس پوری ہو گئی تو پھر تمر سے لگاؤ کیسا؟ جواباً ہم عرض کریں گے کہ بائبل میں امنون کی حالت کو ہوس نہیں بلکہ عشق لکھا ہے۔ عشق یہ تقاضہ کرتا ہے کہ امنون ساری زندگی تمر کی خدمت میں بسر کر دیتا، اس کے ناز اٹھاتا نہ تھکتا، اگر وہ شہوانی ہوس کا شکار ہی تھا تو طویل عرصے تک تمر کے عشق میں ہی کیوں کڑھتا اور دبلا ہوتا رہا؟ کیا بادشاہ زادے امنون کو ہوس پوری کرنے کے لیے لونڈیوں کنیزوں اور فاحشاؤں سے بھرے جہان میں صرف اپنی بہن تمر ہی نظر آئی

تھی کہ ہوس پوری کر لے اور بس؟ پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی ہی خود ساختہ ہے اور حضرت داؤدؑ کے خاندان کو بدنام کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے۔ مفسر پادری آر۔ایچ۔ سمتھ لکھتا ہے "جیسا باپ ویسا بیٹا امنون نے بدی میں اپنے باپ کی نقل کی" (بائبل کی تفسیر جلد نمبر۲ استثنا تا ۲۔سموئیل ص ۱۴۹) افسوس کہ پادری صاحب ایسا لکھنے سے قبل بائبل کا بغور مطالعہ اور تحقیق کر لیتے، کاش پادری صاحب کو بائبل کی یہ آیت نظر آ سکتی کہ "داؤد نے وہ کام کیا جو خداوند کی نظر میں ٹھیک تھا اور اپنی ساری عمر خداوند کے کسی حکم سے باہر نہ ہوا سوا حتی اوریاہ کے معاملہ کے" (۱۔سلاطین ۱۵:۵) حتی اوریاہ کے معاملہ کی تحقیق آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اغلب ہے کہ اس جگہ کے الفاظ سوا حتی اوریاہ کے معاملہ کے" انہیں ہاتھوں کا کرشمہ ہیں جنہوں نے ۲۔سموئیل میں حتی اور یاہ کا واقعہ گھڑ کر شامل کر دیا، کیونکہ داؤدؑ کی تعریف ۱۔سلاطین ۱۴/۸ میں بھی انہی الفاظ سے درج ہے لیکن یہاں اوریاہ کا ذکر تک نہیں۔

اب ہم ابی سلوم کی بغاوت کو زیر بحث لاتے ہیں، یہ بغاوت امنون کے قتل سے شروع ہوئی کیونکہ ابی سلوم کو اپنی سگی بہن تمر کی آبروریزی نے مشتعل کر دیا تھا (۲۔سموئیل ۱۳:۲۸۔۲۹) یعنی ابی سلوم کی بغاوت کی اصل وجہ اس کی بہن تمر کی آبروریزی تھی لیکن قارئین کرام کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ تمر ابی سلوم کی بہن نہ تھی بلکہ تمر ایک لونڈی سے داؤدؑ کی بیٹی تھی، چنانچہ بائبل میں بت سبع سے داؤد کی اولاد کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے "اور ابحار اور الیسع اور الیفلط اور نجہ اور نفج اور یفیعہ اور الیسمع اور الیدع اور الیفلط یہ نو، یہ سب حرموں کے بیٹوں کے علاوہ داؤد کے بیٹے تھے اور تمر ان کی بہن تھی" (۱۔تواریخ ۳:۶۔۹) اس غلطی سے قطع نظر کہ الیفلط کا نام دوبار آ گیا ہے۔ لہٰذا یہ آٹھ ہوئے، لیکن فی الحال ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ داؤد کی بیٹی تمر کے

بھائیوں میں ابی سلوم کسی کا نام ہی نہیں بلکہ داؤد کا بیٹا ابی سلوم ایک شہزادی کا بیٹا تھا جس کا نام معکہ تھا معکہ جسور کے بادشاہ تلمی کی بیٹی تھی (۱۔تواریخ ۳:۲) ثابت ہوا کہ ابی سلوم تمر کا بھائی نہ تھا، اور چونکہ ابی سلوم تمر کا بھائی ہی نہ تھا تو امنون کا قتل کیسا اور بغاوت کیسی؟ ثابت ہوا کہ یہ پوری کی پوری کہانی من گھڑت ہے اور حضرت داؤدؑ اور آپ کے خاندان کے خلاف سازش ہے۔

اس کہانی کے مصنف کو یہ جاننے میں غلطی لگی تھی کہ تمر ابی سلوم کی بہن تھی، حالانکہ سچ تو یہ ہے تمر نامی ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی ابی سلوم کی بیٹی تھی (۲۔سموئیل ۱۴:۲۷) اس کہانی کے غلط ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امنون کے قتل کے بعد جب ابی سلوم بغاوت کے منصوبے بنا رہا تھا تو لکھا ہے''اور چالیس برس کے بعد یوں ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ سے کہ'' (۲۔سموئیل ۱۵:۷) جبکہ دوسری جگہ لکھا ہے''اور داؤد جب سلطنت کرنے لگا تو تیس برس کا تھا اور اس نے چالیس برس سلطنت کی، اس نے حبرون میں سات برس چھ مہینے یہوداہ پر سلطنت کی اور یروشلیم میں سب اسرائیلی اور یہوداہ پر تینتیس برس سلطنت کی'' (۲۔سموئیل ۵:۴۔۵، ۱۔سلاطین ۲:۱۱، ۱۔تواریخ ۲۹:۲۶۔۲۷) اب جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت کا کل عرصہ ہی ۴۰ برس ہے تو ۲۔سموئیل ۱۵/۷ کا بیان کیونکر درست ہوسکتا ہے، ثابت ہوا کہ یہ کہانی ساری کی ساری حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے مقدس خاندان کے خلاف خود تراشی گئی ہے۔اور ۲۔سموئیل ۱۶/۲۲ میں ہے کہ ابی سلوم سرے عام داؤد کی تمام حرموں کے پاس گیا (استغفراللہ) یہ بھی جھوٹ ہے، ہر آدمی سوچ سکتا ہے کہ کوئی کتنا بھی جوان مرد ہو ایک وقت میں اتنی زیادہ عورتوں سے صحبت پر قادر نہیں ہوسکتا لہٰذا یہ بھی جھوٹی بات ہے۔ مذکورہ حرم میں دس عورتیں تھیں۔(۲۔سموئیل ۱۵۔۱۶)

قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ.

ترجمہ: اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی، اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا''۔ (القرآن ۲۷: ۱۵۔۱۶ مزید دیکھئے ۲۱: ۷۹)

خدا نے داؤدؑ سے کہا'' دیکھ تجھ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا، وہ مرد صلح ہوگا اور میں اسے چاروں طرف سے سب دشمنوں سے امن بخشوں گا کیونکہ سلیمان اس کا نام ہوگا اور میں اس کے ایام میں اسرائیل کو امن وامان بخشوں گا، وہی میرے نام کے لیے گھر بنائے گا۔ (ا۔تواریخ ۲۲: ۹۔۱۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی تھے (ا۔سلاطین ۳: ۱۲، ۶: ۱۱، ۹: ۲، ۵: ۳) پروفیسر ڈاکٹر پادری یوسف جلیل صاحب لکھتے ہیں ''انبیا میں حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ایسے انبیائے عالی مقام شامل ہیں'' (مسیحی ماہنامہ کلام حق گوجرانوالہ۔ بابت ماہ فروری ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۶) ثابت ہوا کہ مسیحی بھی آپؑ کو

عالی مقام نبی اللہ مانتے ہیں، پادری ایف۔ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ''اس نے تین ہزار امثال اور ایک ہزار پانچ گیت لکھے، اس کا سب سے عظیم گیت غزل الغزلات ہے (غزل الغزلات ۱:۱) اس نے امثال (امثال ۱:۱) واعظ (واعظ ۱:۱،۲) اور دو زبور بھی تحریر کئے (مقابلہ کیجئے زبور ۲۷ اور ۱۲۷ کے عنوانات کا) اس کی شہرت چہار سو پھیل گئی۔لوگ دور و نزدیک سے اس کی باتیں سننے کے لیے آتے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۵۳۲) لیکن افسوس کہ سلیمانؑ کی ذات اقدس بھی جھوٹے اور من گھڑت الزامات سے بچ نہ سکی۔

پادری جی۔ٹی۔مینلی لکھتا ہے ''سلیمان ایک عیش پسند شخص تھا، اس نے بہت سی غیر اقوام اور بت پرست عورتوں سے شادی کی جو اپنے بت بھی ساتھ لیتی آئیں، ان دنوں سلیمان نے نہایت عالی شان عمارات بنوانے کا سلسلہ شروع کیا جس کی تکمیل کے لیے بہت لوگوں سے بیگار میں کام لینا پڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ سماجی طور پر بے چین اور سلیمان سے متنفر ہو گئے'' (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۱۵۹) پادری ایف۔ایس خیر اللہ لکھتے ہیں ''سلیمان بادشاہ نے بیگار کے ذریعہ تمام مملکت میں تعمیر کا کام شروع کر دیا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۵۳۳) ''تاہم بیگار، ٹیکس اور جبری بھرتی کے باعث'' (ایضاً ص ۵۳۲) ''تاکہ وہ اسرائیلی بیگاریوں کے ساتھ'' (ایضاً کالم نمبر ۲) مفسر نارس بلنچرڈ۔ٹی۔ایچ۔ڈی لکھتا ہے ''اس کا دل مغرور ہو گیا اپنے بھائیوں کو حقیر جاننے لگا، ان سے بیگار لینے لگا اور ان سے ناقابل برداشت ٹیکس وصول کرنے شروع کر دیئے'' (بائبل کی تفسیر جلد نمبر ۳، ۱۔سلاطین تا آستر ص ۳۵)

پادریوں کے مندرجہ بالا بیانات میں مندرجہ ذیل الزامات لگائے گئے ہیں۔

نمبر ۱۔سلیمان نے عیاشی کے لیے غیر قوام کی بت پرست عورتوں سے

شادیاں کیں نمبر۲ آپؑ نے بنی اسرائیل پر ناقابل برداشت ٹیکس لگائے نمبر۳ آپ نے عمارات بنوانے کے لیے بنی اسرائیل کو بیگار پر لگایا۔ نمبر۴ لوگوں کو فوج میں جبری بھرتی کیا گیا، ذیل میں، ہم مذکورہ بالا تمام الزامات کا بائبل کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔

الزام نمبر ا۔ غیر اقوام عورتوں سے شادیاں

پادری جی۔ ٹی۔ مینلی کا الزام غلط ہے اور بائبل مقدس سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آپ کا غیر اقوام کی عورتوں سے شادیاں کرنا عیاشی کے لیے تھا، اگر عیاشی ہی مقصد ہوتا تو بنی اسرائیل میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت پری پیکر دو شیزائیں موجود تھیں، شمال میں دریائے فرات سے لے کر جنوب مغرب میں مصر کی سرحد تک ہزاروں پری صورت دوشیزائیں آپؑ کی عقیدت مند اور شادی کی خواہاں تھیں، پھر کیا وجہ ہے کہ آپؑ نے غیر ممالک کی شہزادیوں سے بیاہ کیے؟ اس کی معقول وجہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ نے بیان کی ہے کہ ''سلیمان نے شادیوں کے ذریعہ متعدد بادشاہوں (۱) سے اتحاد کیے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۵۳۲ کالم نمبر ا) ثابت ہوا کہ آپؑ کا غیر ممالک کی شہزادیوں سے بیاہ کرنا ملکی سلامتی کے لیے تھا، آپؑ کے ایسا کرنے کا نتیجہ تھا کہ آپ کی عمر بھر کسی ملک سے جنگ نہیں ہوئی۔ سلیمان کے یہ اقدامات رضا الٰہی کے تحت تھے، جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے ''اور سلیمانؑ نے مصر کے بادشاہ فرعون سے رشتہ داری کی اور فرعون کی بیٹی بیاہ لی ....اور سلیمانؑ خداوند سے محبت رکھتا اور اپنے باپ داؤد کے آئین پر چلتا تھا'' (ا۔ سلاطین ۳:۱۔۳) شریعت موسوی کے مطابق غیر اقوام کی بت پرست عورتوں سے نکاح (۲) حرام تھا (استثناء ۷:۱۔۶)

---

(۱) سیاسی حکمت عملی کے تحت غیر قوم عورتوں سے شادی کی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۶۴۸ کالم نمبر ا)

(۲) دیکھو خروج ۳۴/۱۶، استثناء ۷/۳،۴ و یشوع ۲۳/۱۲،۱۳، ا۔ سلاطین ۱۱/۲ و عزرا ۹/۲ و نحمیاہ ۱۳/۲۵)

لیکن بائبل کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ سلیمانؑ نے غیر بت پرست اقوام کی شہزادیوں سے شادیاں کیں حالانکہ سلیمانؑ اللہ کے نبی اور خدا سے محبت رکھنے والے اور شرعی قوانین پر چلنے والے تھے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلیمانؑ کی خدا سے یہ کیسی محبت اور شریعت کی یہ کیسی پابندی تھی کہ غیر قوموں کی عورتیں بیاہ لیں؟ چونکہ سلیمانؑ نبی تھے پابند شریعت تھے اس لیے ضروری ٹھہرا کہ آپؑ نے غیر اقوام کی عورتوں کو دین الٰہی میں شامل کرنے کے بعد ان سے شادیاں کیں، اسی لیے تو خدا آپؑ سے خوش تھا اور آپ پر کلام الٰہی کا نزول متواتر ہوتا رہا۔ (ا۔سلاطین ۶:۱۱۔۱۳)

الزام نمبر ۲۔ ٹیکس

بائبل کی کسی عبارت سے بھی یہ ثبوت نہیں ملتا جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ سلیمانؑ نے عوام پر بھاری ٹیکس لگائے، جب حکومت غریب ہو تو اخراجات کی فراہمی کے لیے عوام پر مختلف ٹیکس لگائے جاتے ہیں، لیکن بائبل میں ہم دیکھتے ہیں کہ سلیمانؑ کا دور خوشحالی کا سنہرا دور تھا، دولت کی ایسی فراوانی تھی کہ سونے چاندی کی کچھ قدر نہ تھی، چنانچہ بائبل میں لکھا ہے "اور یہوداہ اور اسرائیل کے لوگ کثرت میں سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند تھے اور کھاتے پیتے اور خوش رہتے تھے" (ا۔سلاطین ۴:۲۰) اگر وہ لوگ بھاری ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوتے تو ان کی خوش رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی، لیکن بائبل ان کی خوشحالی کی گواہی دیتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اور بادشاہ نے یروشلیم میں چاندی اور سونے کو کثرت کی وجہ سے پتھروں کی مانند بنا دیا" (۲۔تواریخ ۱:۱۵، ۹:۲۷) "اور سلیمان بادشاہ کے پینے کے سب برتن سونے کے تھے اور لبنانی بن کے گھر کے بھی سب برتن خالص سونے کے تھے چاندی کا ایک بھی نہ تھا کیونکہ سلیمان کے ایام میں اس کی کچھ قدر نہ تھی، کیونکہ بادشاہ کے پاس سمندر میں حیرام کے بیڑے

کے ساتھ، ملک ترسیسی بیڑا بھی تھا، یہ ترسیسی بیڑا تین برس میں ایک بار آتا تھا اور سونا اور چاندی اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور لاتا تھا، سو سلیمان بادشاہ دولت اور حکمت میں زمین کے سب بادشاہوں پر سبقت لے گیا، اور سارا جہان سلیمان کے دیدار کا طالب تھا تاکہ اس کی حکمت کو جو خدا نے اس کے دل میں ڈالی تھی سنے'' (ا۔سلاطین ۱۰: ۲۱۔۲۴، ۲۔تواریخ ۹: ۲۰۔۲۳) اتنی کثرت دولت و حکمت و دانشمندی ہونے کے باوجود ٹیکس لگانا خلاف حکمت ہے۔

الزام نمبر ۳۔ بیگار

بیگار میں کام لینے کی صرف دو وجوہات ہوتی ہیں۔ نمبر ا حکومت کنگال غریب ہو تو ہوسکتا ہے کسی کام کی تکمیل کے لیے پکڑ دھکڑ کر کے بیگار پر کام لیا جائے، لیکن ہم بائبل میں دیکھتے ہیں سلیمانؑ کی حکومت دولت میں لاثانی تھی، چنانچہ بائبل مقدس میں لکھا ہے ''اور سلیمان بادشاہ نے سونا گھڑ کر دو سو ڈھالیں بنائیں، چھ سو مثقال سونا ایک ایک ڈھال میں لگا، اور اس نے گھڑے ہوئے سونے کی تین سو سپریں بنائیں، ایک ایک سپر میں ڈیڑھ سیر سونا لگا'' (ا۔سلاطین ۱۰: ۱۶۔۱۷، ۲۔تواریخ ۹: ۱۵۔۱۶) ایک مثقال کا وزن تقریباً دس سے تیرا گرام تھا (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۱ کالم نمبر ۲ مقالہ مثقال) یوں موجودہ نظام کے مطابق ایک ڈھال پر تین سے چار کلوگرام تک سونا لگایا گیا، قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جس ملک کی فوج کے پاس اس قدر قیمتی سامان حرب موجود ہو اور عوام میں افراط زرتن آسانی اور خوشحالی کی گواہی بائبل مقدس سے ملتی ہو تو پھر کیونکر مان لیا جائے کہ سلیمانؑ نے عمارات کی تکمیل کے لیے بیگار میں کام لیا؟ نمبر ۲ بیگار لینے کی دوسری وجہ مفتوح علاقوں پر رعب و دبدبہ قائم کرنا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے بنی اسرائیل سے بیگار میں کام لیا (خروج ۱: ۱۱۔۱۴)

زبردست فاتح مفتوح قوم کو محض ذلیل کر دینے کے لیے بھی بیگار لیتے تھی، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ربہ کو فتح کرنے کے بعد گرفتار ہونے والوں کو لوہے کے آروں ہینگوں اور کلہاڑوں کے کام پر لگایا اور ان سے پزاوے کی اینٹیں بنوائیں (رومن کیتھولک بائبل میں ۲۔ سموئیل ۱۲:۳۱، ۱۔ تواریخ ۲۰:۳) لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنی ہی قوم بنی اسرائیل سے بیگار لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، کیونکہ نہ تو آپؑ کنگال اور ظالم تھے کہ عوام سے بیگار لیتے اور نہ ہی آپ قوم بنی اسرائیل پر فاتح تھے بلکہ آپ تو خود اس قوم سے تھے، پھر بھلا آپؑ کو لوگوں سے بیگار میں کام لینے کی کیا ضرورت تھی؟

پادری حضرات بیگار کے الزام کے اثبات کے لیے بائبل مقدس کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں ''اور سلیمان بادشاہ نے سارے اسرائیل میں سے بیگاری لگائے، وہ بیگاری تیس ہزار آدمی تھے......اور ادونرام ان بیگاریوں کے اوپر تھا'' (۱۔ سلاطین ۵/۱۳۔۱۴) لیکن ہم عرض کریں گے کہ رومن کیتھولک ترجمہ اس سے مختلف ہے، چنانچہ لکھا ہے ''اور سلیمان نے تمام اسرائیل سے مدد لی اور تیس ہزار آدمی مدد کو آئے......اور ادونی رام ان مزدوروں کا داروغہ تھا'' یوں کیتھولک ترجمہ کے مطابق کام کرنے والے تنخواہ دار مزدور تھے، بیگار میں مفت کام کرنے والے نہ تھے۔ لیکن اگر پادری صاحبان پروٹسٹنٹ ترجمہ پر ہی بضد ہوں تو ہم عرض کریں گے ۱۹۲۶ء کا پروٹسٹنٹ اردو ترجمہ بھی کیتھولک ترجمہ کے مطابق ہے، لیکن اگر موجودہ ترجمہ ہی درست ترین ترجمہ ہے تو پھر بھی اس عبارت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ سلیمان نے بنی اسرائیل سے بیگار میں کام لیا۔ کیونکہ ۱۔ سلاطین ۵:۱۳ میں بنی اسرائیل کا ذکر نہیں بلکہ مملکت اسرائیل میں سے بیگاری لگانے کا ذکر ہے۔ قارئین پر واضح ہو کہ بنی اسرائیل کا ملک جو کہ ساؤل بن قیس بنیمینی (۱۔ سموئیل ۹:۱۔۲) کے دور حکومت میں ایک متحد ملک تھا، لیکن ساؤل کے جیتے جی قبیلہ یہوداہ نے داؤدؑ کو اپنا بادشاہ بنا لیا

(۲۔سموئیل ۲:۴) اور الگ مملکت کا نام یہوداہ رکھا ساؤل کے مرنے کے بعد کچھ دیر تک ملک اسرائیل اور یہوداہ کے ناموں سے دو حصوں میں تقسیم رہا لیکن پھر تمام بنی اسرائیل پر داؤد کی حکومت ہوگئی اور ایک ہی ملک ہو گیا (۲۔سموئیل ۵:۱۔۵) لیکن علاقوں کے نام اسرائیل اور یہوداہ بدستور قائم رہے۔سلیمانؑ کے بیٹے رحعام کے وقت ملک پھر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اور یہوداہ پر رحعام اور اسرائیل پر یربعام حکومت کرنے لگا، ا۔سلاطین ۵:۱۳۔۱۴ میں بھی اسرائیل سے مراد مملکت کا شمالی علاقہ ہے جہاں بنی اسرائیل کے علاوہ مفتوحہ غیر اقوام بھی آباد تھیں، توریت کے حکم (استثنا ۲۰:۱۱) کے مطابق ان غیر قوموں سے خراج وصول کیا جاتا تھا، پادری ایف۔ایس خیر اللہ بتاتے ہیں کہ خراج ''نقدی یا بیگار کی صورت میں ہوتا تھا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۳۷۲ کالم نمبر ۱) لہٰذا ثابت ہوا کہ سلیمانؑ نے مملکت کے شمالی علاقہ اسرائیل میں سے خراج دینے والے غیر قوم لوگوں کو بیگار پر لگایا تھا، نہ کہ بنی اسرائیل کو، جیسا کہ بائبل مقدس میں لکھا ہے ''اور وہ سب لوگ جو اموریوں اور حتیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں میں سے باقی رہ گئے تھے اور بنی اسرائیل میں سے نہ تھے، سو ان کی اولاد کو جو ان کے بعد ملک میں باقی رہی جن کو بنی اسرائیل پورے طور پر نابود نہ کر سکے سلیمان نے غلام بنا کر بیگار میں لگایا جیسا آج تک ہے، لیکن سلیمان نے بنی اسرائیل میں سے کسی کو غلام نہ بنایا بلکہ وہ اس کے جنگی مرد اور ملازم اور امراء اور فوجی سردار اور اس کے رتھوں اور سواروں کے حاکم تھے''۔(ا۔سلاطین ۹:۲۰۔۲۲، ۲۔تواریخ ۸:۷۔۹)

ثابت ہوا کہ سلیمان نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے بیگار نہیں لی، بلکہ اسرائیلی بڑے بڑے افسر اور سردار تھے، اور بیگار کا کام مملکت کے شمالی علاقوں یعنی اسرائیل میں رہنے والے غیر قوم باجگذاروں سے لیا گیا جو خراج کے طور پر تھا، اور پھر

غور فرمائیں کہ ان بیگاریوں پر حاکم ادونرام تھا (ا۔سلاطین ۵:۱۴) ادونرام داؤدؑ کے وقت سے ہی خراج وصول کرنے پر مامور تھا (۲۔سموئیل ۲۰:۲۴) ثابت ہوا کہ ادونرام کی زیرِ نگرانی کام کرنے والے غیر اقوام کے مفتوح باجگذار تھے، مہربانی فرما کر کیتھولک بائبل میں ا۔سلاطین ۶/۴ ،۲۔تواریخ ۸/۸، ۱۸/۱۰ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ غیر اقوام سے خراج کے طور پر کام لیا گیا تھا، بلکہ بائبل مقدس کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمانؑ نے معقول اجرت دے کر غیر اقوام سے کام کروایا تھا، ملک میں خوشحالی اور تن آسانی کی وجہ سے صرف تیس ہزار مزدور مل سکے تھے (ا۔سلاطین ۵:۱۳) اس لیے صور کے بادشاہ حیرام سے درخواست کی گئی کہ اجرتی مزدور بھیجے (ایضاً ۵:۶) آنے والے صیدانیوں کی مزدوری کے عوض بیس ہزار کور گیہوں اور بیس کور خالص تیل دیا گیا (ایضاً ۵:۱۱) ثابت ہوا کہ سارا کام اجرت دے کر کروایا گیا تھا، ہمارے موقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کام کرنے والوں پر ناظر بھی انہیں مزدوروں میں سے مقرر کیۓ گئے تھے (۲۔تواریخ ۲:۱۷۔۱۸) اگر یہ لوگ مفت میں پٹنے والے بیگاری ہوتے تو انہی میں سے ناظر نہ بنائے جاتے۔

مفید وضاحت

مذکورہ مقامات پر جس لفظ کا ترجمہ بیگار کیا گیا ہے وہ عبرانی لفظ ''ناگیس'' ہے عربی میں ''نجش'' لکھا جاتا ہے، ناگیس کا مطلب ''محنت'' یا ''سخت محنت'' ہے، پادری الیف۔ایس۔خیر اللہ بتاتے ہیں کہ یسعیاہ ۵۸:۳ میں اسی لفظ کا ترجمہ سخت محنت کیا گیا ہے (قاموس الکتاب ص ۲۱۶ پیشہ جات بائبل نمبر ۵) اسی مادہ سے لفظ ''نوگیس'' بنا جس کا مطلب ہے محنت کروانے والا وضاحت کے لیے دیکھئے ایوب ۳:۱۸، لہٰذا بے جا نہ ہوگا اگر ہم ا۔سلاطین ۵:۱۴ میں لفظ بیگاری کو مزدور تصور کریں۔

الزام نمبر ۴۔ جبری بھرتی

ہم حیران ہیں کہ پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ نے کس بنیاد پر یہ اعتراض کر دیا ہے؟ آپ کتب سلاطین و تواریخ کا مکمل مطالعہ کر لیں، آپ کو سلیمانؑ کے دور میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی جنگ کا واقعہ بھی نہ ملے گا، کیونکہ سلیمانؑ کا دور امن و سلامتی اور تن آسانی کا سنہرا دور تھا، سلیمانؑ کی حکومت شمال کی طرف دریائے فرات اور جنوب مغرب کی طرف مصر کی سرحد تک پھیلی ہوئی تھی (ا۔سلاطین ۴:۲۱) اور تمام ہمسایہ ممالک سے آپؑ کی دوستی اور صلح تھی (ا۔سلاطین ۴:۲۴۔۲۵، ۵:۴، ۱۲) ثابت ہوا کہ جبری بھرتی والا الزام جھوٹا وضعی اور من گھڑت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد نعمہ عمونی سے آپؑ کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا (ا۔سلاطین ۱۱:۴۳) سلیمانؑ کی زندگی میں ہی مملکت کے شمالی حصہ اسرائیل کے شہر صریدہ کے ایک افسر یربعام بن نباط افرایمی نے بغاوت کرنا چاہی (ا۔سلاطین ۱۱:۲۶۔۲۸) تو سلیمانؑ نے یربعام کے قتل کا حکم دیا (ایضاً ۱۱:۴۰) یربعام فرار ہو کر مصر چلا گیا اور سلیمانؑ کے سسر فرعون سیساق سے سیاسی پناہ لے لی (ایضاً) اسی دوران حضرت سلیمان علیہ السلام وفات پا گئے، رحبعام بن سلیمانؑ کی تاج پوشی کے وقت شمالی حصہ اسرائیل کے لوگ یربعام کو ساتھ لے کر تاج پوشی کے مقام یعنی سکم پہنچ گئے اور رحبعام کی خدمت میں درخواست کی کہ ''تیرے باپ نے ہمارا جوا سخت کر دیا تھا سو تو اب اپنے باپ کی اس سخت خدمت کو اور اس بھاری جوئے کو جو اس نے ہم پر رکھا ہلکا کر دے اور ہم تیری خدمت کریں گے'' (ایضاً ۱۲:۴) لیکن رحبعام نے آنے والوں کو سخت الفظ میں جواب دیا کہ ''میرے باپ نے تم کو کوڑوں سے ٹھیک کیا پر

میں تم کو بچھوؤں سے (۱) ٹھیک بناؤں گا'' (ایضاً ۱۲:۱۴) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلوں نے بغاوت کر دی اور یربعام کو اپنا بادشاہ بنا لیا یوں اسرائیل نامی الگ مملکت بن گئی (ایضاً ۱۲:۱۹۔۲۰) جبکہ رحبعام دو قبیلوں پر مشتمل چھوٹی سی سلطنت ''یہوداہ'' پر حکومت کرنے لگا (ایضاً ۱۴:۲۱) پادری صاحبان کا موقف ہے کہ دیگر اسرائیلیوں کے ہمراہ یربعام جس بھاری اور سخت جوئے کو ہلکا کروانے کی درخواست لے کر رحبعام کے حضور آیا تھا وہ جوا وہ سخت خدمت وہ بیگار جبری بھرتی اور ناقابل برداشت ٹیکس تھے جن کے بوجھ تلے عوام سسک رہے تھے، اور رحبعام کے مایوس کن سخت جواب کے نتیجہ میں ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

لیکن ہمیں پادریوں کے مندرجہ بالا موقف سے اختلاف ہے، ہم مودبانہ عرض کریں گے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سنہرے دور کی تن آسانی و دولت کی فراوانی اور خوشحالی کا تذکرہ بائبل کی سند کے ساتھ اوپر ہو چکا ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سلیمانؑ نے مزدوری کی اجرت دے کر غیر اقوام سے کام کروایا تھا جبکہ بنی اسرائیل کے لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ ثابت ہوا کہ یربعام کی سرپرستی میں اسرائیلیوں کا مطالبہ کچھ اور ہی تھا جسے رحبعام بن سلیمان نے سخت الفاظ میں رد کر دیا تھا، وہ معاملہ اس قدر سخت تھا کہ رحبعام نے دس قبیلوں کی اتنی بڑی مملکت اسرائیل کو ہاتھ سے جانے دیا اور صرف دو قبیلوں پر مشتمل چھوٹی سی ریاست ''یہوداہ'' کی حکومت پر ہی اکتفا کر لیا، لیکن اسرائیل کے لوگوں اور یربعام کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا، آیئے ہم اس بات پر غور کریں کہ اصل معاملہ کیا تھا؟

---

(۱) بچھوؤں سے ٹھیک بنانا بھی خلاف عقل ہے، کیا رحبعام نے لوگوں کو سزا دینے کے لیے بچھو پالنے کا کوئی فارم بنایا ہوا تھا؟ یا کیا اس کے سپاہی سارا سارا دن بچھو تلاش کرتے پھرتے تھے؟

دس باغی قبائل

بائبل مقدس کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متحدہ مملکت کی تقسیم کی اصلی وجہ مذہبی منافرت ہے، ملک کے شمالی حصوں میں مفتوحہ غیر اقوام کے لوگ بھی آباد تھے جو کہ اپنے دیوی دیوتاؤں کی پرستش میں زنا کو بھی کار ثواب سمجھ کر شامل کرتے تھے، یہ لوگ اموری وحتی وفرزی وحوی اور یبوسی تھے، بعل اور عستارات کے ان پجاریوں کا حال پادری ایف۔ ایس خیر اللہ یوں بیان کرتے ہیں، ''مندروں کے ساتھ قحبہ خانے ہوتے تھے جہاں تقدیس شدہ عورتیں اپنے کو مردوں کو پیش کرتی تھیں، یہ عورتیں مندر کی دیوی کی نمائندگی کرتی تھیں، اپنے مذہب کے مطابق ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے سے بار آوری کی دیوی سے رفاقت قائم ہوتی ہے جس سے بعل دیوتا خوش ہوتا ہے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۷۸۷ کالم نمبر ۲) جو بنی اسرائیلی مذکورہ غیر اقوام سے مل جل کر رہتے تھے ان اسرائیلیوں کے متعلق مفسر نارس بلنچرڈ لکھتا ہے ''اسرائیلیوں کی طرز عبادت قریباً قریباً بالکل ہی کنعانی ہو چکی تھی، مذہب کی آڑ میں عصمت فروشی مروج تھی'' (بائبل کی تفسیر ا۔ سلاطین تا آستر جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۳) افرائیمی اور بنی یوسف شمالی علاقوں میں غیر اقوام کے ساتھ آباد تھے، افرائیمی یربعام بن نباط بنی یوسف پر مختار تھا (ا۔ سلاطین ۱۱:۲۶۔۲۸) افراط زر اور تن آسانی کی وجہ سے شمالی علاقوں میں بسنے والے بنی اسرائیل میں بھی غیر قوموں والی برائیاں رواج پا گئی تھیں، لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ نبی تھے اس لیے آپؑ خود بھی شریعت کے پابند تھے اور بنی اسرائیل سے بھی شریعت کی پابندی سختی سے کرواتے تھے اور جرائم کی سزا توریت کے مطابق دی جاتی تھی، یہ وہ سخت جوأ تھا جسے ہلکا کرنے کی درخواست یربعام اور دیگر اسرائیلی لے کر آئے تھے۔

اگر پادری حضرات یہ کہیں کہ سلیمان کا یربعام کی جان کا دشمن بن جانا یربعام کی مذہبی و جنسی بے راہروی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ خدا نے یربعام سے دس قبیلوں کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا لہٰذا جب سلیمان کو علم ہوا تو وہ یربعام کے قتل کے درپے ہوا (۱۔سلاطین ۱۱:۲۹۔۴۰) ہم جواباً عرض کریں گے کہ اگر واقعی یربعام سے خدا کا وعدہ ہوا ہوتا تو سلیمانؑ خدا کے وعدہ کی مخالفت ہرگز نہ کرتے کیونکہ آپؑ بذات خود بھی نبی تھے (ماہنامہ کلام حق گوجرانوالہ۔بابت ماہ فروری ۱۹۸۹ء صفحہ ۱۶) خدا کے وعدہ کے باوجود یربعام کی مخالفت دراصل خدا سے دشمنی تھی، لیکن سلیمانؑ خوف خدا سے سرشار صاحب حکمت و نبوت خد کے ارادہ کی مخالفت کیونکر کر سکتے تھے، اور پھر غور طلب امر یہ بھی ہے کہ خدا کا وعدہ کسی بت پرست ذہنیت رکھنے والے یربعام کے لیے کیونکر ہو سکتا تھا؟ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یربعام نے اقتدار حاصل کرتے ہی۔سونے کے دو بچھڑے بنائے اور لوگوں سے کہا یروشلیم کو جانا تمہاری طاقت سے باہر ہے، اے اسرائیل اپنے دیوتاؤں کو دیکھ جو تجھے ملک مصر سے نکال لائے اور اس نے ایک کو بیت ایل میں قائم کیا اور دوسرے کو دان میں رکھا، اور یہ گناہ کا باعث ٹھہرا کیونکہ لوگ اس ایک کی پرستش کرنے کے لیے دان تک جانے لگے" (۱۔سلاطین ۱۲:۲۸۔۳۰) پس ثابت ہوا کہ اسرائیل کے شمالی علاقوں کے عوام اور یربعام بت پرست ذہنیت رکھتے تھے اور شریعی قوانین پر سختی سے عمل کروانے والا سلیمانی جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکنا چاہتے تھے۔

قبائل اسرائیل اور یہوداہ کے مذہبی اختلافات اور منافرت

مصری لوگ بچھڑے کے پجاری تھے، مصر سے ہجرت کے وقت بنی اسرائیل مصری دیوتا بچھڑے سے عقیدت کا تصور بھی ساتھ لائے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب

حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کے لیے کوہ سینا پر گئے تو قوم نے سونے کا بچھڑا بنا کر پوجنا شروع کر دیا، ان سے کہا گیا کہ ''اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا'' (خروج ۳۲:۴) باغی یربعام بن نباط افرائیمی فرار ہو کر جب سلیمانؑ کے سسر فرعون سیسق کے پاس مصر میں رہنے لگا (ا۔سلاطین ۱۱:۲۶۔۲۸، ۴۰) تو اس دوران اسے بچھڑے کی پوجا کی عادت ہوگئی، فرعون خود بھی بنی اسرائیل کو بچھڑے کا پجاری بنانا چاہتا تھا، یربعام فرعون کو اکساتا رہا کہ وہ یروشلیم پر حملہ کر دے، لیکن فرعون اپنے داماد حضرت سلیمان علیہ السلام کی وجہ سے حملہ سے باز رہا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد رحعام تخت نشین ہوا، رحعام نعمہ عمونی سے سلیمان کا بیٹا تھا (ا۔سلاطین ۱۴:۲۱) نعمہ فرعون سیسق کی بیٹی کی سوکن تھی، لہٰذا بیٹی کی سوکن کا بیٹا حکمران دیکھا تو سیسق نے یروشلیم پر حملہ کر کے ہیکل کا سونا لوٹ لیا اور سونے کی ڈھالیں اور قیمتی جواہرات لوٹ کر لے گیا، (ا۔سلاطین ۱۴:۲۵۔۲۸) کتاب سلاطین کا مصنف یروشلیم پر فرعون سیسق کے حملہ کی وجہ رحعام کی بت پرستی بیان کرتا ہے (ایضاً ۱۴:۲۲۔۲۴) لیکن ہم عرض کریں گے کہ خدا کا غضب یربعام اور دس باغی قبائل پر تو نازل نہ ہوا جو واقعی گمراہ ہو کر بت پرستی کرنے لگے تھے (ا۔سلاطین ۱۲:۲۵۔۳۳) پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ''ان سونے کے بچھڑوں کی پوجا کے ساتھ وہ سب نفرتی حرامکاری کی رسوم ادا کی جاتی تھیں جو کنعانی مذہب کا خصوصی حصہ تھیں'' (قاموس الکتاب ص۱۱۰۴ کالم نمبر۱) بیت ایل (خدا کا گھر) میں بچھڑوں کی اتنی پوجا کی گئی کہ ہوسیع نبی نے اسے بیت آون (بتوں کا گھر) قرار دیا (ہوسیع ۴:۱۵) افسوس کہ خدا نے بت پرستی اور زناکاری سے لبریز یربعام کے علاقے اسرائیل پر تو فرعون سے حملہ نہ کروایا جبکہ توحید پرست علاقہ یروشلیم پر خدا

نے فرعون سیسق کا حملہ کروادیا اور ہیکل کی بے حرمتی کروائی، سچی بات تو یہ ہے کہ یروشلیم پر حملہ ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ رحعام اور اس کا علاقہ یہوداہ شریعت موسوی کے پابند توحید پرست تھے، چونکہ فرعون اور یربعام دونوں ہی بچھڑے کے بچاری تھے یہی وجہ ہے کہ فرعون نے شمالی سلطنت اسرائیل پر حملہ نہیں کیا بلکہ جنوبی سلطنت یہوداہ پر حملہ کیا، اس حقیقت کا اعتراف پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ نے بھی کیا ہے کہ ''بہت ممکن ہے کہ اس حملہ میں یربعام کا ہاتھ ہو''۔(قاموس الکتاب ص ۴۳۴ کالم نمبر ۱)

مندرجہ بالا بحث سے خوب واضح ہے کہ رحعام اور یربعام کے درمیان مذہبی اختلافات تھے، پادری ڈبلیو۔این۔کرٹ کتاب تواریخ کے مصنف کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے ''دس قبائل کا کنارہ کش ہو جانا مصنف کے نزدیک ترک مذہب کے مترادف تھا'' (بائبل کی تفسیر ا۔سلاطین تا آستر جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۷۸) مفسر نارس بلنچرڈ۔ٹی۔ایچ۔ایم۔ٹی۔ایچ۔ڈی لکھتا ہے ''ہر اسرائیلی گھر میں ایک یا ایک سے زیادہ ایسے مجسمے موجود تھے'' (ایضاً صفحہ ۱۱) ''مذہب کی آڑ میں عصمت فروشی مروج تھی'' (ایضاً ص ۱۳) ''جنوبی مملکت کے لیے عید فسح ہمیشہ سب سے اہم تہوار رہا، یربعام نے شمالی مملکت کے تہوار کو تبدیل کر کے کنعانیوں کے نئے سال کی فصل کاٹنے کے تہوار کے ساتھ ملا دیا اور یوں ''فطرت کے دیوتا'' کو اہمیت دی، لیکن جنوبی علاقہ میں ایسا کوئی فعل واقع نہ ہوا، یہاں نئے سال کا آغاز ہمیشہ فسح سے کیا گیا جو ایک تاریخی واقعہ یعنی مصر سے چھٹکارے کی یادگار تھی، اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ خدائے تعالیٰ کائنات کا فرمان روا منصف اور مخلصی دینے والا ہے'' (ایضاً ص ۱۴) ثابت ہوا کہ یربعام کی سربراہی میں دس قبائل کی علیحدگی ناقابل برداشت ٹیکس اور بیگار اور جبری بھرتی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کی وجہ مذہبی منافرت تھی، اب خوب واضح ہو گیا

کہ رحبعام کے حضور یربعام اور دیگر اسرائیلیوں نے جس بھاری جوئے کو ہلکا کر دینے کی درخواست کی تھی وہ شریعت موسوی کے قوانین تھے جن پر سلیمانؑ سختی سے عمل درآمد کرواتے تھے، رحبعام نے بنی یہوداہ اور بنی بنیمین صرف دو قبیلوں کی حکومت پر ہی اکتفا کر لیا لیکن یربعام کی بات نہ مانی۔

یربعام نے دس باغی قبیلوں کا حکمران بنتے ہی بچھڑوں کی پوجا کا نیا مذہب اسرئیلیوں کے سامنے رکھا "اس نے بیل کی پرستش کو رواج دیا جس کی بنیاد نہ صرف مصری بلکہ کنعانی بھی تھی" (ایضاً ص ۱۳۱) عیاش اور زنا کے رسیا بہت سے لوگوں نے اس نئے مذہب کو قبول کر لیا لیکن خوف خدا رکھنے والے بہت سے لوگوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور یروشلیم کو ہجرت کر گئے اور رحبعام بن سلیمان کی شریعت موسوی پر مبنی حکومت کے زیر سایہ رہنے لگے، پادری ڈبلیو۔این۔کرٹ لکھتا ہے "مہاجرین میں نہ صرف کاہن اور لاوی بلکہ وہ عوام بھی شامل تھے جو اس نئے مذہب سے غیر مطمئن تھے جس کی بنیاد یربعام نے رکھی تھی، ۲۔تواریخ ۱۱:۱۳۔۱۶" (ایضاً صفحہ ۱۷۹)

"دس قبیلے یروشلیم میں حکومت اور عبادت سے متنفر اور منکر ہو کر گایا خدا کی تردید اور تحقیر کر رہے تھے" (ایضاً صفحہ ۱۸۰) یعنی پادری ڈبلیو۔این۔کرٹ صاحب کے عقیدہ کے مطابق یربعام اور اس کے ساتھی دین موسوی سے پھر کر مرتد ہو گئے تھے، اب پوری طرح واضح ہو چکا ہے کہ یربعام کا حضرت سلیمان علیہ السلام اور آپ کے فرزند رحبعام سے دینی تنازعہ تھا، یہی وہ جوا تھا جسے رحبعام نے ہلکا کرنے سے انکار کر دیا تھا، اقتدار حاصل کرتے ہی یربعام نے پوری قوم پر سے یہ مذہبی جوا اتار پھینکا۔اور مادر پدر آزاد ہو کر زنا کاری اور بت پرستی میں مستغرق ہو گئے۔

پتے کی بات

ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے عوام پر ناقابل برداشت ٹیکس لگا رکھے تھے، بیگار میں کام لیا جاتا تھا اور پکڑ دھکڑ کر فوج میں جبری بھرتی کیا جاتا تھا اور یربعام ساتھیوں سمیت اس جوا کو نرم اور ہلکا کر دینے کی درخواست لے کر رجعام بن سلیمانؑ کے حضور حاضر ہوا تھا اور اگر رجعام نے انہیں بیگار اور بھاری ٹیکسوں سے آزاد کرنے سے انکار کیا تھا تو چاہیئے تھا کہ لوگ یروشلیم سے بھاگ کر بیت ایل چلے جاتے، جہاں یربعام نے بیگار اور ٹیکسوں سے پاک حکومت بنائی ہوتی؟ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بیت ایل سے ہجرت کر کے گھر بار اور مال مویشی چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مقدس شہر یروشلیم کو چلے آئے تھے (۲۔تواریخ ۱۱:۱۳۔۱۶) کیا وہ لوگ جان بوجھ کر بیگار اور بھاری ٹیکسوں کا دکھ برداشت کرنے آئے تھے؟ نہیں بلکہ حضرت سلیمانؑ اور آپ کے مقدس خاندان کی حکومت الٰہی احکامات کے مطابق تھی۔ اور یربعام کی حکومت ظلم و جبر اور استبداد پر مبنی گناہ آلودہ شیطانی حکومت تھی، یہی وجہ ہے کہ ”رجعام اور یربعام کے درمیانِ ہمیشہ جنگ رہی“ (۲۔تواریخ ۱۲:۱۵)

ابیاہ بن رجعام سے یربعام کی جنگ

یربعام سے یہ مذہبی تنازعہ رجعام بن سلیمانؑ کے بیٹے ابیاہ کے دور تک جاری رہا، اور یربعام بن نباط افرائیمی کی ابیاہ بن رجعام سے خونریز جنگ ہوئی، جنگ سے پہلے ابیاہ نے ایسی پیاری اور ایمان افروز تقریر کی کہ جسے پڑھ کر فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یربعام کی اسرائیل پر کافرانہ حکومت تھی جبکہ یہوداہ پر رجعام اور ابیاہ کی خالصتاً دینی اور شرعی حکومت تھی۔

ابیاہ کی تقریر

ابیاہ نے کہا کہ۔اے یربعام اور سب اسرائیلیو! میری سنو، کیا تم کو معلوم نہیں کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے اسرائیل کی سلطنت داؤد ہی کو اور اس کے بیٹوں کو نمک کے عہد سے ہمیشہ کے لیے دی ہے؟ تو بھی نباط کا بیٹا یربعام جو سلیمان بن داؤد کا خادم تھا اُٹھ کر اپنے آقا سے (۱) باغی ہوا، اور اس کے پاس نکمے اور خبیث آدمی جمع ہو گئے جنہوں نے سلیمان کے بیٹے رحعام کے مقابلہ میں زور پکڑا جب رحعام ہنوز جوان اور نرم دل تھا اور ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اور اب تمہارا خیال ہے کہ تم خداوند کی بادشاہی کو جو داؤد کی اولاد کے ہاتھ میں ہے مقابلہ کرو اور تم بھاری انبوہ ہو اور تمہارے ساتھ وہ سنہلے بچھڑے ہیں جن کو یربعام نے بنایا کہ تمہارے معبود ہوں، کیا تم نے ہارون کے بیٹوں اور لاویوں کو جو خداوند کے کاہن تھے خارج نہیں کیا اور ملکوں کی قوموں کے طریقہ پر اپنے لیے کاہن مقرر نہیں کیے؟ ایسا کہ جو کوئی ایک بچھڑا اور سات مینڈھے لے کر اپنی تقدیس کرنے آئے وہ ان کا جو حقیقت میں خدا کا نہیں کاہن ہو سکے، لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ خداوند ہمارا خدا ہے اور ہم نے اسے ترک نہیں کیا اور ہمارے ہاں ہارون کے بیٹے کاہن ہیں جو خداوند کی خدمت کرتے ہیں۔اور لاوی اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، اور وہ ہر صبح اور ہر شام کو خداوند کے حضور سوختنی قربانیاں اور خوشبودار بخور جلاتے ہیں اور پاک میز پر نذر کی روٹیاں قاعدہ کے مطابق رکھتے اور سنہلے شمعدان اور اس کے چراغوں کو ہر شام روشن کرتے ہیں،

(۱) اگر یربعامؑ کے حق میں خدا کا وعدہ ہوتا جیسا کہ ا۔سلاطین ۱۱:۲۹۔۳۸ میں مذکور ہے تو ابیاہ اسے اپنے آقا سلیمانؑ کا باغی قرار نہ دیتا، اور پھر ا۔سلاطین ۱۱:۳۳ والی ہر برائی یربعام میں موجود تھی جبکہ سلیمانؑ اس سے بری تھے۔

کیونکہ ہم خداوند اپنے خدا کے حکم کو مانتے ہیں، پر تم نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور دیکھو خدا ہمارے ساتھ ہمارا پیشوا ہے......اے بنی اسرائیل! خداوند اپنے باپ دادا کے خدا سے مت لڑو کیونکہ تم کامیاب نہ ہو گے، پر یربعام نے ان کے پیچھے کمین لگوادی...... خدا نے ابیاہ اور یہوداہ کے آگے یربعام کو اور سارے اسرائیل کو مارا اور بنی اسرائیل یہوداہ کے آگے سے بھاگے اور خدا نے ان کو ان کے ہاتھ میں کر دیا، اور ابیاہ اور اس کے لوگوں نے ان کو بڑی خونریزی کے ساتھ قتل کیا......یوں بنی اسرائیل اس وقت مغلوب ہوئے اور بنی یہوداہ غالب آئے، اس لیے کہ انہوں نے خداوند اپنے باپ دادا کے خدا پر بھروسا کیا'' (۲۔تواریخ ۱۳: ۴۔۱۸)

بائبل مقدس کی مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے کہ یربعام کی مملکت اسرائیل لادینی اور بت پرستی اور بدکاری پر مبنی تھی جبکہ رحعام کی مملکت یہوداہ خالصتاً یہودی مسلک شریعت موسوی کی پابند حکومت تھی، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت میں بائبل کی گواہی موجود ہے بنی یہوداہ کا خدا پر بھروسا تھا، خدا نے ان کی مدد و نصرت کی یہوداہ نے کبھی بھی خدا کو ترک نہیں کیا، چنانچہ یہوداہ سے لڑنا دراصل خدا سے جنگ کرنے کے مترادف تھا۔

آخری الزام بت پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات اقدس پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ آپ آخری عمر میں مرتد ہو گئے اور اپنی غیر اقوام ازواج کے کہنے پر بت پرستی کرنے لگے، جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے''جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کی نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے

آگے بدی کی“ (ا۔سلاطین ۱۱: ۴۔۶) ”اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا، جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا“ (ا۔سلاطین ۱۱: ۹۔۱۰)

ہم عرض کریں گے کہ فرشتہ کا دکھائی دے کر خدا کا حکم دینا ایسا زبردست امر ہے کہ انکار اور نہ ماننے کے امکانات ناممکنات میں سے ہیں۔ مثلاً، نمبر ا پولس رسول جو یسوع مسیح اور آپ کے شاگردوں کا جانی دشمن تھا لیکن جب اسے مکاشفہ ہوا تو اس کا انکار اقرار میں اور دشمنی جانثاری اور دوستی میں بدل گئی، پولس خود کہتا ہے ”میں نے بھی سمجھا تھا کہ یسوع ناصری کے نام کی طرح طرح سے مخالفت کرنا مجھ پر فرض ہے چنانچہ میں نے یروشلیم میں ایسا ہی کیا اور سردار کاہنوں کی طرف سے اختیار پا کر بہت سے مقدسوں کو قید میں ڈالا اور جب وہ قتل کئے جاتے تھے تو میں بھی یہی رائے دیتا تھا“ (اعمال ۲۶: ۹۔۱۱) ”میں نے مردوں اور عورتوں کو باندھ باندھ کر اور قیدخانہ میں ڈال ڈال کر مسیحی طریق والوں کو یہاں تک ستایا کہ مروا بھی ڈالا“ (ایضاً ۲۲: ۴۔۵) لیکن جب اسے مکاشفہ ہوا تو پولس یسوع مسیح کا عاشق زار بن گیا (ایضاً ۹: ۳۔۹) یعنی مکاشفہ کے بعد انکار ناممکن ہو گیا، نمبر ۲ اسی طرح جب مصری شہزادی ہاجرہ ناراض ہو کر مصر واپس جا رہی تھی اور کسی کے روکے رکنے والی نہ تھی، لیکن راستہ میں جب فرشتہ نے دکھائی دے کر واپس جانے کو کہا مصری شہزادی ہاجرہ انکار نہ کر سکی اور واپس ابرہام کے گھر چلی گئی (پیدائش ۱۶: ۶۔۱۶)۔ ۳ منوحہ کی بانجھ بیوی جو اولاد سے ناامید ہو چکی تھی۔ لیکن جب فرشتہ نے اسے حاملہ ہونے کی خبر دی تو وہ انکار نہ کر سکی بلکہ فوراً یقین کر کے اس نے مے یا نشہ کی ہر چیز اور ہر ناپاک چیز سے پرہیز شروع کر دیا (قضاۃ

۱۳:۲۔۷) ۴غیر شادی شدہ کنواری پاکدامنہ مریم کو جب فرشتہ نے حاملہ ہونے کی خبر دی تو اس نے یقین کر لیا (لوقا ۱:۲۸۔۳۸) یعنی مکاشفہ کے بعد انکار نا ممکن ہو جاتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ا سلاطین ۱۱:۹۔۱۰ کے مطابق سلیمان کو فرشتہ کی بجائے خدا نے خود دوبار نظر آ کر بت پرستی سے روکا لیکن سلیمان نے ایک نہ سنی یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ ثابت ہوا کہ بت پرستی کا الزام محض جھوٹ ہے۔

شہوانی خواہشات وخیالات کی عمر جوانی ہوتی ہے بڑھاپے میں یہ قوی کمزور بلکہ مردہ ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے گھاگ عیاش بھی بڑھاپے میں شرافت کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ بقول اقبالؒ ۔

درجوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

یہ کیونکر مان لیا جائے کہ راستبازی پرہیزگاری اور شریعت کی پابندی میں جوانی کی عمر بسر کرنے والے سلیمانؑ نے بڑھاپے کی آخری عمر میں اپنی ازواج کو خوش کرنے کے لیے بت پرستی تک کر ڈالی؟ بائبل میں ہے کہ بڑھاپے میں داوٗدؑ کا نکاح ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی شونمیت ابی شاگ سے کیا گیا" لیکن بادشاہ اس سے واقف نہ ہوا" (ا۔سلاطین ۱:۱۔۴) حیرت ہے کہ بوڑھے سلیمان پر عیاشی کا الزام لگاتے وقت مصنف کو داوٗد اور شونمیت ابی شاگ والا معاملہ کیوں یاد نہ رہا۔ فرعون کی بیٹی سلیمانؑ کو اس وقت کیا گمراہ کر سکتی تھی جب وہ خود بھی بوڑھی ہو چکی ہو گی اور سلیمانؑ بھی بوڑھے ہو چکے تھے، وہ تو اس وقت بھی آپؐ کے ایمان کو نہ ہلا سکی جب وہ نئی نویلی دلہن تھی، غیر اقوام عورتوں سے شادیوں کے بعد خدا نے سلیمانؑ سے پوچھا "مانگ تجھے کیا دوں" (ا۔سلاطین ۳:۵) اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بے مثال شان ثابت

ہوتی ہے۔ یہ الفاظ تو خدا نے کبھی یسوع کو بھی نہ کہے تھے۔ یہ اعزاز صرف سلیمانؑ کو ہی حاصل ہے، واہ سبحان اللہ۔ بقول اقبالؒ

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

اگر خدا غیر اقوام میں آپؑ کی شادیوں سے ناراض ہوتا یا آپ کی ازواج آپؑ کو گمراہ کر رہی ہوتیں تو خدا سلیمان کی رضا کا طالب نہ ہوتا کہ ''مانگ تجھے کیا دوں'' (ایضاً) اور پھر سلیمان کے مانگنے پر بھی قربان جایئے کہ نہ دولت مانگی نہ عزت نہ شہرت نہ بیگمات کا جھرمٹ، بلکہ خدا کا عرفان مانگا کہ ''تو اپنے خادم کو اپنی قوم کا انصاف کرنے کے لیے سمجھنے والا دل عنایت کر، تا کہ میں برے اور بھلے میں امتیاز کرسکوں......اور یہ بات خداوند کو پسند آئی کہ سلیمان نے یہ چیز مانگی، اور خدا نے اس سے کہا چونکہ تو نے یہ چیز مانگی اور اپنے لیے عمر کی درازی کی درخواست نہ کی اور نہ اپنے لیے دولت کا سوال کیا اور نہ اپنے دشمنوں کی جان مانگی بلکہ انصاف پسندی کے لیے تو نے اپنے واسطے عقلمندی کی درخواست کی ہے، سو دیکھ میں نے تیری درخواست کے مطابق کیا، میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا، ایسا کہ تیری مانند نہ تو کوئی تجھ سے پہلے ہوا اور نہ کوئی تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا، اور میں نے تجھ کو کچھ اور بھی دیا جو تو نے نہیں مانگا، یعنی دولت اور عزت ایسا کہ بادشاہوں میں تیری عمر بھر کوئی تیری مانند نہ ہو گا'' (ا۔سلاطین ۳:۹۔۱۳) اگر سلیمان نے آخری عمر میں بت پرستی کی تھی تو خدا کا وہ وعدہ کیا ہوا؟ ''میں نے ایک عاقل اور سمجھنے والا دل تجھ کو بخشا'' (ایضاً) بائبل مقدس میں لکھا ہے ''خدا نے سلیمان کو حکمت اور سمجھ بہت ہی زیادہ اور دل کی وسعت بھی عنایت کی جیسی سمندر کے کنارے کی ریت ہوتی ہے، اور سلیمان کی حکمت سب اہل مشرق کی حکمت اور مصر کی ساری حکمت پر فوقیت رکھتی تھی'' (ا۔سلاطین ۴:۲۹۔۳۰)

''سو سلیمان بادشاہ دولت اور حکمت میں زمین کے سب بادشاہوں پر سبقت لے گیا، اور سارا جہاں سلیمان کے دیدار کا طالب تھا تاکہ اس کی حکمت کو جو خدا نے اس کے دل میں ڈالی تھی سنے'' (ا۔سلاطین ۱۰: ۲۳۔۲۴)

حکمت کیا ہے؟

بائبل مقدس میں ہے ''حکمت کی جڑ خداوند کا خوف ہے'' (یشوع بن سیراخ ۱: ۲۵) ''خداوند کا خوف حکمت کا شروع ہے'' (ایضاً ۱: ۱۶ و امثال ۹: ۱۰) ''خداوند کا خوف بدی سے عداوت ہے'' (امثال ۸: ۱۳ مہربانی فرما کر باب ۸ پورا پڑھیں) ''کیونکہ حکمت اس روح میں داخل نہیں ہوتی جو فریب باز ہو، اور اس بدن میں نہیں رہتی جو گناہوں کی طرف مائل ہو'' (رومن کیتھولک بائبل۔حکمت ۱: ۴) اگر سلیمان میں خوف خدا نہ ہوتا اور اگر آپؑ گناہوں کی طرف مائل ہوتے تو اصول بائبل کے مطابق آپؑ کو حکمت حاصل نہ ہوتی، چونکہ خوف خدا حکمت کا شروع ہے، اور سلیمان کی حکمت سمندر کے کنارے کی ریت کی طرح انگنت اور بے شمار و بے حساب تھی (ا۔سلاطین ۴: ۲۹۔۳۰) اور جبکہ حکمت کا یہ عالم تھا تو خوف خدا کا کیا عالم ہوگا جو کہ حکمت کا شروع اور جڑ ہے؟، اور اس قدر خوف خدا کے حامل سلیمان کے متعلق یہ کیونکر مان لیا جائے کہ آپؑ نے بیوی کے کہنے پر بت پرستی تک کر ڈالی، ثابت ہوا کہ آپؑ کی ذات اقدس پر یہ بہتان ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، یہی وجہ ہے کہ ۲۔تواریخ میں ان الزامات کا کوئی ذکر نہیں اور خدا کی سلیمان سے ناراضگی کا اشارہ تک نہیں ملتا، اگر یہ الزامات حقیقت پر مبنی ہوتے تو زیادہ نہ سہی لیکن ان کا کچھ نہ کچھ ذکر تو ضرور ہی کیا ہوتا، سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدا خوفی اور دینی علوم کا چرچا دور دراز ممالک تک پھیلا ہوا تھا، ممالک کے بادشاہ آپ کے دیدار سے

اور آپ کی باتوں سے روحانی سکون حاصل کرتے تھے، دور دراز کے ملک غالباً ایتھوپیا سے ملکہ سبا بلقیس آپؑ کے دینی علوم کا چرچا سن کر طویل سفر کی کٹھن تکالیف سہتی ہوئی آپ سے مناظرہ کرنے آئی تھی، اور آپ نے ملکہ کے تمام سوالات کے شافی جوابات دے کر ملکہ کو ششدر کر دیا تھا، چنانچہ لکھا ہے، ''اور جب سبا کی ملکہ نے خداوند کے نام کی بابت سلیمان کی شہرت سنی تو وہ آئی تا کہ مشکل سوالوں سے اسے آزمائے'' (ا۔سلاطین ۱۰:۱) معلوم ہوا کہ یروشلیم سے یمن اور ایتھوپیا تک سلیمان کی شہرت خداوند کے نام یعنی عبادت و ریاضت اور دینی علوم و صالح اعمال اور عاجزی و انکساری اور تعلق باللہ کی وجہ سے تھی، جیسا کہ پادری ڈبلیو۔این۔کرٹ صاحب لکھتے ہیں ''تواریخ کے مصنف نے بادشاہ کو ایک عابد اور ہیکل کے تعمیر کرنے والے کی حیثیت سے پیش کیا ہے'' (بائبل کی تفسیر ا۔سلاطین تا آستر، جلد نمبر۳ صفحہ ۱۴۶) اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر پادری نارس بلنچرڈ۔ٹی۔ایچ۔ایم۔ٹی۔ایچ۔ڈی لکھتا ہے ''اس کی دانائی کا ایک جزو حلیمی اور انکساری تھی...... سلیمان کی دانائی کا دوسرا جزو اس کے دل کی فیاضی اور کشادگی تھی''۔

پس جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے سچے نبی تھے، عابد تھے، ہیکل یعنی خدا کا گھر بنانے والے تھے، حلیمی اور انکساری کرنے والے فیاض اور کشادہ دل تھے تو پھر کیسے مان لیا جائے کہ آپؑ نے قوم پر بھاری ٹیکس لگائے یا بیگار میں کام لیا یا آخری عمر میں کفر کیا (استغفر اللہ) یہ تمام الزامات جھوٹے اور من گھڑت ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاکیزہ خاندان کو بدنام کرنے کے لیے گھڑے گئے ہیں کلام الٰہی قرآن پاک میں ہے ''وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا '' ترجمہ: اور سلیمان نے مطلق کفر نہیں کیا بلکہ شیطان ہی کفر کرتے ہیں''۔ (القرآن ۲:۱۰۲)

حضرت داؤد علیہ السلام کا پورا خاندان پاکیزہ نفوس پر مشتمل تھا، داؤد خود پوری زندگی خدا کے کسی حکم سے باہر نہیں گئے (۱۔سلاطین ۱۵:۵ و زبور ۲۶:۱۔۱۲، ۲۔سموئیل ۲۲:۲۱۔۲۵) آپؑ نے اپنے بیٹے سلیمانؑ کو وصیت کی کہ ''جو موسیٰ کی شریعت میں لکھا ہے اس کے مطابق خداوند اپنے خدا کی ہدایت کو مان کر اس کی راہوں پر چل'' (۱۔سلاطین ۲:۳) جبکہ سلیمانؑ نے اپنے اور اپنے فرزند رحعام کے لیے دعا کی کہ ''اے خدا! بادشاہ کو اپنے احکام اور شاہزادہ کو اپنی صداقت عطا فرما، وہ صداقت سے تیرے لوگوں کی اور انصاف سے تیرے غریبوں کی عدالت کرے گا''۔ (زبور ۷۲:۱۔۲)

ایک بڈھے نبی کا قصہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں آپ بار بار یربعآم کا نام پڑھ چکے ہیں، اس کے متعلق بائبل میں ہے ''صریدہ کے افرئیمی نباط کا بیٹا یربعام جو سلیمان کا ملازم تھا اور جس کی ماں کا نام جو بیوہ تھی صروعہ تھا'' (ا۔سلاطین ۲۶:۱۱) ایک روز اخیاہ نبی اسے میدان میں اکیلا ملا، ''اخیاہ نے اس نئی چادر کو جو اس پر تھی لے کر اس کے بارہ ٹکڑے پھاڑے، اور اس نے یربعام سے کہا کہ تو اپنے لیے دس ٹکڑے لے لے کیونکہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں سلیمان کے ہاتھ سے سلطنت چھین لوں گا اور دس قبیلے تجھے دوں گا...... کیونکہ انہوں نے مجھے ترک کیا'' (ایضاً ۱۱:۲۹۔۳۸) اس سے قطع نظر کہ یربعام تک اس کی بادشاہت کی پیشگی خبر پہنچانے کے لیے اخیاہ نبی نے اپنی نئی چادر کو پھاڑ کر ضائع کیوں کر دیا؟ کیا یربعام کو یہ بات چادر کے چیتھڑے اڑائے بغیر سمجھانی غیر ممکن تھی؟ لیکن ہمیں فی الحال یہ عرض کرنا ہے کہ اگر سلیمان سے بداعمالی کی وجہ سے سلطنت چھینی جارہی تھی تو لازم آئے گا یربعام کو اس کی پرہیزگاری اور نیک عملی کی وجہ سے سلطنت بخشی جارہی تھی۔ لیکن افسوس کہ بائبل سے یربعام کا ایک بھی نیک عمل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کی بت پرستیوں اور بدعملیوں کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو ا۔سلاطین ۳۰/۱۲، ۱۶/۱۴، ۲۶/۱۵۔۳۴، ۲/۱۶، ۱۹، ۲۶، ۳۱، ۲۲/۲۱، ۲۔سلاطین ۲۹:۱۰، ۳۱، ۲:۱۳، ۱۱، ۳:۳، ۳:۱۴، ۲۴:۱۵، ۹، ۱۸، ۲۴، ۲۸، ۲۳، ۱۵:۲۳۔ پس ثابت ہوا کہ سلیمانؑ کے مقابلہ میں یربعام کے اعمال اس

قابل نہ تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے سلطنت چھین کر اسے دی جاتی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یربعام نے بغاوت کی تھی، جیسا کہ بائبل میں ہے ''اس نے بھی بادشاہ کے خلاف اپنا ہاتھ اٹھایا'' (ا۔سلاطین ۱۱:۲۶) ''نباط کا بیٹا یربعام جو سلیمان بن داؤد کا خادم تھا اٹھ کر اپنے آقا سے باغی ہوا، اور اس کے پاس نکمے اور خبیث آدمی جمع ہو گئے'' (۲۔تواریخ ۱۳:۶،۷) ثابت ہوا کہ یربعام باغی تھا، خدا نے اخیاہ نبی کی معرفت کوئی پیغام اس کے حق میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اخیاہ نامی نبی کوئی نہیں ہوا، کیونکہ ۱،۲۔تواریخ میں اخیاہ نامی کسی نبی کا ذکر تک موجود نہیں۔ ہاں البتہ اخیاہ نام کے اور کافی لوگ موجود تھے مثلاً نمبر ا یرحمئیل کا بیٹا (ا۔تواریخ ۲:۲۵) نمبر ۲ اہود کا بیٹا (ا۔تواریخ ۸:۷) نمبر ۳ اخیطوب کاہن کا کاہن بیٹا (ا۔سموئیل ۱۴:۳) نمبر ۴ داؤد کے لشکر کا سورما (ا۔تواریخ ۱۱:۳۶) نمبر ۵ داؤد کے عہد میں بیت اللہ کا خزانچی (ا۔تواریخ ۲۶:۲۰) نمبر ۶ سلیمانؑ کا منشی (ا۔سلاطین ۴:۳) جبکہ اخیاہ نامی نبی کا کوئی ذکر پوری بائبل میں کہیں نہیں ملتا، ماسوائے ا۔سلاطین ۱۱:۲۹۔۳۰،۱۴:۱۔۱۸ کے، اگر پادری صاحبان کہیں کہ ۲۔تواریخ ۹:۲۹ میں بھی سیلانی اخیاہ کا ذکر ہے جو پیشینگوئی کرتا تھا، تو ہم عرض کریں گے کہ یہ اخیاہ کاہن کا ذکر ہے جو اخیطوب کا بیٹا اور عیلی کاہن کا پڑپوتا تھا، یہ لوگ سیلا کے رہنے والے تھے (ا۔سموئیل ۱:۲۔۳) اسی لیے ان کو سیلانی کہا جاتا تھا، سیلا کا موجودہ نام ''سیلون ہے، دیکھئے بائبل اٹلس نقشہ نمبر ۴، ۴د، نمبر ۲۷، اگر پادری صاحبان کہیں کہ اخیاہ کاہن ہی اخیاہ نبی ہے تو ہم عرض کریں گے کہ محقق پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب نے ان کو دو الگ الگ شخصیتیں قرار دیا ہے، دیکھئے قاموس الکتاب ص ۳۵ مقالہ اخیاہ، ثابت ہوا کہ یربعام سے خداوند کا کوئی وعدہ نہ تھا بلکہ یربعام نے دس قبیلوں سے مل کر بغاوت کی اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔

یربعام نے حکومت حاصل کرتے ہی گوسالہ پرستی کو رواج دیا اور سونے کے دو بچھڑے بنا کر ایک کو بیت ایل اور دوسرے کو دان میں رکھا (ا۔سلاطین ۱۲: ۲۵۔۳۳) آٹھویں مہینے کی پندرھویں تاریخ کو یربعام بیت ایل میں بچھڑے کے لیے بنائے گئے مذبح پر بخور جلا رہا تھا کہ یہوداہ سے ایک نام نامعلوم نبی نے آ کر یربعام کو سرزنش کی اور ساتھ یوسیاہ نامی مصلح کے پیدا ہونے کی پیشینگوئی کی، اور عذاب الٰہی سے ڈرایا، ''یربعام نے مذبح پر سے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور کہا کہ اسے پکڑ لو اور اس کا وہ ہاتھ جو اس نے اس کی طرف بڑھایا تھا خشک ہو گیا ایسا کہ وہ اسے پھر اپنی طرف کھینچ نہ سکا'' (ا۔سلاطین ۱۳: ۱۔۵) یربعام نے مہمان نبی کی منت کی تو اس کا ہاتھ پھر تندرست ہو گیا تب یربعام نے اس نام نامعلوم مہمان نبی سے کہا ''میرے ساتھ گھر چل اور تازہ دم ہو اور میں تجھے انعام دوں گا'' (ایضاً ۱۳: ۷) مہمان نبی نے انکار کر کے کہا ''کیونکہ خداوند کا حکم مجھے تاکید کے ساتھ یہ ہوا ہے کہ تو نہ روٹی کھانا نہ پانی پینا نہ اس راہ سے لوٹنا جس سے تو جائے، سو وہ دوسرے راستہ سے گیا''۔ (ایضاً ۱۳: ۹۔۱۰)

بڈھا نبی

بیت ایل میں ایک نام نامعلوم بڈھا نبی رہتا تھا، اس نے اپنے بیٹے کی زبانی مذکورہ بالا ماجرا معلوم کر کے گدھے پر سوار ہو کر نام نامعلوم مہمان نبی کا تعاقب شروع کر دیا اور اسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھا پایا بڈھے نبی نے مہمان نبی سے کہا کہ ''میرے ساتھ گھر چل اور روٹی کھا'' (ایضاً آیت ۱۵) نام نامعلوم مہمان نبی نے وہی جواب دیا جو یربعام کو دیا تھا، تب نام نامعلوم بڈھے نبی نے کہا ''میں بھی تیری طرح نبی ہوں اور خداوند کے حکم سے ایک فرشتہ نے مجھ سے یہ کہا کہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں لوٹا کر لے آ، تاکہ وہ روٹی کھائے اور پانی پیئے لیکن اس نے اس

سے جھوٹ کہا سو وہ اس کے ساتھ لوٹ گیا اور اس کے گھر میں روٹی کھائی اور پانی پیا، اور جب وہ دستر خوان پر بیٹھے تھے تو خداوند کا کلام اس نبی پر جو اسے لوٹا لایا تھا نازل ہوا، اور اس نے اس مرد خدا سے جو یہوداہ سے آیا تھا چلا کر کہا خداوند یوں فرماتا ہے اس لیے کہ تو نے خداوند کے کلام سے نافرمانی کی اور اس حکم کو نہیں مانا جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دیا تھا، بلکہ تو لوٹ آیا اور تو نے اسی جگہ جس کی بابت خداوند نے تجھے فرمایا تھا کہ نہ روٹی کھانا نہ پانی پینا روٹی بھی کھائی اور پانی بھی پیا سو تیری لاش تیرے باپ دادا کی قبر تک نہیں پہنچے گی، اور جب وہ روٹی کھا چکا اور پانی پی چکا تو اس نے اس کے لیے یعنی اس نبی کے لیے جسے وہ لوٹا لایا تھا گدھے پر زین کس دیا، اور جب وہ روانہ ہوا تو راہ میں اسے ایک شیر ملا جس نے اسے مار ڈالا'' (۱۔سلاطین ۱۳:۱۸۔۲۴) بڈھے نبی نے مظلوم و مقتول مہمان نام نا معلوم نبی کا کفن دفن کیا اور اس پر ماتم کرنے لگا''۔(ایضاً ۱۳:۱۔۳۲)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ بائبل نے نبوت کا کیسا گھناؤنا تصور پیش کیا، بائبل سے دونوں کا سچے نبی ہونا ثابت ہوتا ہے، لیکن غور فرمائیں کہ بڈھا نبی خدا پر افتراء کر کے مہمان نبی کو لوٹا لایا، یہ بڈھا خدا کا کیسا نبی تھا جس نے خدا کے نام سے جھوٹ بول کر مہمان نبی کو زیر عتاب الٰہی کر دیا، مملکت اسرائیل کی عوام اور حکومت تو مملکت یہوداہ کے عوام اور حکومت کی دشمن تھی ہی لیکن حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ مملکت اسرائیل کا نبی بھی مملکت یہوداہ کے نبی کا دشمن نکلا۔ مہمان نبی کی عقل پر بھی رونا آتا ہے کہ خدا کے واضح حکم کے باوجود اس نے بڈھے نبی کے جھوٹ کو سچ سمجھ لیا، اور خدا سے دریافت نہ کیا، اور خدا کے بھی وارے نیارے جائیے کہ جس نے جھوٹ بولنے والے بڈھے نبی کا تو بال بھی بیکا نہ کیا اور جس بیچارے مظلوم سے دھوکا کیا گیا اسے شیر

سے مروا ڈالا اور اسے آبائی قبرستان میں سے قبر بھی نصیب نہ ہونے دی۔ مہمان نبی جب یہوداہ میں تھا تو خدا اس کا حامی تھا کیونکہ اس وقت وہ نام نامعلوم نبی اپنے لوگوں میں تھا لیکن جب یہ نبی خدا کے حکم سے خدا کا ہی پیغام لے کر یہوداہ سے بیت ایل میں غیر کے درمیان پہنچا تو جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف خدا مملکت اسرائیل کا حامی بن کر یہوداہ سے آئے ہوئے مہمان نبی کا دشمن بن گیا۔ بقول شاعر: ''بات کہنے کی نہیں، تو بھی تو ہرجائی ہے''۔

دوستو! جس کتاب کے خدا کی یہ حالت ہو اس خدا کے نبیوں کا کیا حال ہوگا اور اس کتاب کے الہامی مصنفین کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعات محض داستان گوئی کا کرشمہ ہیں، ورنہ اگر یہ واقعات واقعی ہوئے ہوتے تو یربعام کا مومن ہو جانا لازمی امر تھا، کیونکہ مہمان نبی کی گستاخی پر پہلے تو اس کا ہاتھ ایسا خشک ہوا کہ اسے حرکت تک نہ ہو سکتی تھی، پھر نبی کی دعا سے ہاتھ بحال ہو گیا اور یربعام نبی کا معتقد ہو گیا اور منت کرنے لگا کہ نبی اس کے گھر جائے، یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یربعام واحد خدا کے نبی پر ایمان لے آیا تھا، لیکن بائبل میں لکھا ہے ''اس ماجرا کے بعد بھی یربعام اپنی بری راہ سے باز نہ آیا بلکہ اس نے عوام میں سے اونچے مقاموں کے کاہن ٹھہرائے'' (ا۔سلاطین ۱۳:۳۳) یعنی یربعام متواتر بت پرست ہی رہا دیکھو، ا۔سلاطین ۱۴:۹، اگر یہوداہ سے واقعی کوئی نبی آیا ہوتا اور اگر واقعی یربعام کا ہاتھ خشک ہو کر نبی کی دعا سے ٹھیک ہوا ہوتا تو یربعام ضرور ہی بت پرستی چھوڑ کر اس خالق کائنات کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا جس کے نبی کی گستاخی پر اس کا ہاتھ خشک ہو گیا تھا اور پھر اللہ کے اسی نبی کی دعا سے ہاتھ بحال ہو گیا تھا، لہٰذا یربعام کا متواتر بت پرست رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہوادہ سے کوئی نبی بیت ایل نہیں گیا تھا

اور نہ ہی کسی بڈھے نبی نے جھوٹ بول کر دھوکے سے دوسرے نبی کو مروایا تھا، کیونکہ ایسے کام شان نبوت کے منافی ہیں، اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ جب کہ بیت ایل میں پہلے ہی خدا کا بڈھا نبی موجود تھا، خدا نے اس بڈھے نبی کے ذریعے ہی یربعام کو پیغام بھیج دیا ہوتا، اتنی دور یروشلیم سے نبی بھیجنے کی کیا ضرورت آن پڑی تھی؟ اور مزید حیرانگی یہ کہ اتنے بڑے واقعہ کے مرکزی کرداروں یعنی مہمان نبی اور میزبان بڈھے نبی ہر دو کے نام نامعلوم ہیں۔ بائبل جہاں یربعام کی ماں تک کا نام ذکر کرتی ہے وہاں اسے ان دونوں نبیوں کے نام لکھ دینے میں کیا حرج تھا؟ نہ تو مہمان نبی کا نام بتایا اور نہ اس کے والدین اور بیوی بچوں کا اور نہ ہی بیت ایل کے بڈھے نبی کا نام بتایا نہ اس کے والدین کا، بڈھے نبی کے بیٹوں کا ذکر ا۔سلاطین ۱۳:۱۱،۱۲ میں موجود ہے لیکن افسوس کہ کسی ایک بیٹے کا بھی نام نہیں لکھا، اگر یہ واقعات واقعی ہوئے ہوتے تو کرداروں کے نام بھی لازمی لکھے ہوتے۔

قصہ فرزندان آدم علیہ السلام ہابیل وقابیل

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل (ہابل) اور قابیل (قائن) نے الگ الگ قربانیاں کیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کو قبول فرمایا جبکہ قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی، یوں قابیل ہابیل کا دشمن بن گیا، ہابیل نے قابیل پر واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کی ہی قربانی قبول فرماتا ہے (القرآن ۵:۲۶) قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ قابیل کی قربانی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ قابیل متقی نہ تھا، اگر وہ تقویٰ اختیار کرتا تو اس کی قربانی بھی ضرور قبولیت کے درجہ کو پہنچتی، قرآن عزیز کے مطالعہ سے ہمیں تقویٰ کا درس ملتا ہے، لیکن یہی واقعہ جب ہم بائبل مقدس میں پڑھتے ہیں تو ذہن عجیب سی الجھنوں کا شکار ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھا ہے، ''ہابل بھیڑ بکریوں کا چرواہا اور قائن کسان تھا، چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے پھل کا ہدیہ خداوند کے واسطے لایا اور ہابل بھی اپنی بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا اور خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا پر قائن کو اور اس کے ہدیہ کو منظور نہ کیا'' (پیدایش ۴:۲۔۵) اس سے قطع نظر کہ کس واقعہ کے چند روز بعد قائن اور ہابل اپنے اپنے ہدیئے خداوند کے حضور لائے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ قائن کا ہدیہ کیوں قبول نہ ہوا، اس میں کیا خرابی تھی؟ کیا خداوند کو قائن کے اناج اور پھل فروٹ کے مقابلہ میں ہابل کی بھیڑ بکریوں کا گوشت اور چربی زیادہ پسند آئے؟ کیا خداوند کو اجناس کا ہدیہ ناپسند ہے؟ ایسا نہیں ہے بلکہ بائبل کے مطابق

خدا خود اجناس کے ہدیہ کا مطالبہ کرتا ہے (احبار باب ۲ گنتی ۵:۱۵، ۵ ۔۱۶ ۔ ۱۹، ۲۱) پھر بھلا یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ قائن کو اجناس کا ہدیہ نہیں لانا چاہئے تھا بلکہ اسے بھی بھیڑ بکریوں کی چربی اور گوشت ہی لانا چاہئے تھا؟ بائبل کا مشہور مفسر رس اروِن اعتراف کرتا ہے کہ ہمیں یہ علم نہیں کہ خدا نے کیوں قائن کے نذرانے کو قبول نہیں کیا جبکہ بعدازاں پرانے عہد نامہ میں خدا نے لوگوں کو اجناس کے ہدیئے لانے کو بھی کہا''۔ (پیدایش کی کتاب کی تفسیر، صفحہ ۹۴)

پادری حضرات اکثر اوقات اس کے جواب میں یہ عذر لاتے ہیں کہ ''آدم اور اس کے بیٹوں کو جانوروں کی قربانی کے متعلق علم ہونا چاہیئے تھا'' (ایضاً) عجیب منطق ہے، کیونکہ ابھی خدا کی طرف سے جانوروں کی قربانی کا حکم ہی نہیں آیا تھا پھر بھلا آدم کے بیٹوں کو کیونکر علم ہوتا، ہاں البتہ اس سے قبل خدا کھیت کے پھل کھانے کا حکم آدم کو دے چکا تھا ''اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے'' (پیدایش ۲:۱۶) اس لیے تو قائن بھی ہدیہ کے لیے وہ اشیاء لایا جن کے کھانے کا حکم خدا آدم کو دے چکا تھا، اور بعدازاں بھی خدا نے اجناس کے ہدیئے قبول کیے، جبکہ ہابل کے ہدیہ سے حیرانگی ضرور ہوتی ہے کہ وہ بھیڑ بکریوں کی چربی اور گوشت کیوں لے آیا؟ کیونکہ کسی بھی قسم کا گوشت کھانے کی ہنوز اجازت نہ تھی، گوشت کھانے اور جانوروں کو ذبح کرنے کی الٰہی اجازت سب سے پہلے طوفانِ نوح کے بعد ملی تھی، جب ''نوح نے خداوند کے لیے ایک مذبح بنایا اور سب پاک چوپایوں اور پاک پرندوں میں سے تھوڑے سے لے کر اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں'' (پیدایش ۸:۲۰) اور خدا نے فرمایا ''ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا، ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دے دیا'' (ایضاً

۹:۳) پادری رس اردن لکھتا ہے ''غالباً انسان کے کھانے کی عادات بھی طوفان کے بعد بدل گئیں، یہ ممکن ہے کہ طوفان سے پہلے انسان گوشت نہیں کھاتا تھا'' (پیدایش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۳۰) ہم پوچھتے ہیں کہ اگر طوفان نوح سے قبل انسان گوشت نہیں کھاتا تھا تو ہابل نے بھیڑ بکریاں کیوں پال رکھی تھیں؟ کیا وہ ان بھیڑ بکریوں سے بار برداری کا کام لیتا تھا؟ بھیڑ بکریاں پالنے کا آخر کوئی مقصد تو ہونا چاہیئے تھا، کیونکہ گوشت کھانے کی اجازت تو طوفان نوح کے بعد ملی تھی۔ جیسا کہ پادری رے۔ای۔ باؤمین طوفان کے بعد کے حالات میں لکھتا ہے ''اب پہلی مرتبہ انسان کو گوشت کھانے کی اجازت دی گئی'' (تاریخ بائبل پر ایک نظر، ترجمہ وکلف اے سنگھ صفحہ ۳۹) ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہابل کے وقت انسان گوشت نہیں کھاتا تھا تو کیا ہابل مردہ جانوروں کا گوشت اور چربی خداوند کے حضور لایا تھا؟ کیونکہ اگر جانور کھائے نہیں جاتے تھے تو لازم آئے گا کہ جانوروں کو ذبح نہیں کیا جاتا تھا اور جبکہ جانور ذبح نہ ہوتے تھے تو صاف ظاہر ہے کہ ہابل مرے ہوئے جانوروں کا گوشت اور چربی لایا ہوگا، اب ہم خدائے بائبل کے متعلق کیا کہیں؟ کہ جس نے قائن کے لائے ہوئے تازہ پھلوں اور اجناس طاہرہ کے مقابلہ میں اس گوشت اور چربی کو قبول کر لیا جو شائد مردہ بھیڑوں سے حاصل کی گئی تھی، اور اگر اس واقعہ کو جون جولائی میں تسلیم کر لیا جائے تو بو کا اندازہ قارئین خود کر لیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ قائن کا ہدیہ قبول ہوتا کیونکہ وہ ان اشیاء کا ہدیہ لایا تھا جو حلال تھیں (پیدایش ۲۹:۱) جبکہ ہابل ایسی اشیاء کا ہدیہ لایا جو اس وقت حرام تھیں۔ قارئین پر واضح ہو کہ حرام وہی چیز ہوتی ہے جس کی اجازت نہ ہو۔ سچی بات تو یہ ہے کہ بائبل مقدس کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے زمانوں میں بھی خدا کو چربی اور گوشت کی قربانیاں اور ہدیئے ناپسند تھے، جیسا کہ لکھا ہے۔ ''خداوند فرماتا

ہے تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام؟ میں مینڈھوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ بچھڑوں کی چربی سے بیزار ہوں اور بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں میں میری خوشنودی نہیں'' (یسعیاہ ۱:۱۱) ''کیونکہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں'' (ہوسیع ۶:۶) پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے ہابل کی قربانی کو ہی منظور کر لیا اور قائن کی قربانی کو نامنظور کیا؟ دنیائے عیسائیت اس سوال کا جواب دینے سے ہمیشہ ہی قاصر و عاجز رہی ہے اور تاحال قاصر ہے۔ اصلی حقائق کو جاننے کے لیے ہمیں قرآن حکیم سے مراجعت ضروری ہے، قائن کی قربانی قبول نہ ہونے کی اصلی اور معقول وجہ قرآن مجید نے بیان فرمادی ہے۔ وہ یہ کہ قائن متقی نہیں تھا، یہ تقویٰ کا فقدان ہی قربانی کی قبولیت کو مانع تھا، اور ہابل چونکہ متقی تھا سو اس کی قربانی درجۂ قبولیت تک پہنچ گئی۔

قائن کے ہاتھوں ہابل کا قتل

قربانی قبول نہ ہونے کی وجہ سے قائن اندر ہی اندر کڑھنے لگا، آخر ایک روز اس نے ہابل کو قتل کر دیا، یوں قائن دوزخی ہو گیا کیونکہ ظالموں کی یہی سزا ہے (القرآن ۵:۲۹۔۳۰) بائبل کے مطابق ہابل کے قتل کے بعد ''خداوند(۱) نے قائن سے کہا تیرا بھائی ہابل کہاں ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں، کیا میں اپنے بھائی کا محافظ ہوں؟ پھر اس نے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ تیرے بھائی کا خون زمین سے مجھ کو پکارتا ہے، اور اب تو زمین کی طرف سے لعنتی ہوا، جس نے اپنا منہ پسارا کہ تیرے ہاتھ سے تیرے بھائی کا خون لے، جب تو زمین کو جوتے گا تو وہ اب تجھے اپنی پیداوار نہ دے گی اور زمین پر تو خانہ خراب اور آوارہ ہوگا تب قائن نے خداوند سے کہا کہ میری سزا برداشت سے باہر ہے، دیکھ آج تو نے مجھے روی زمین سے نکال

---

(۱) خدا کا قائن سے ہابل کا پتہ پوچھنا بھی کمال شان الوہیت ہے۔

دیا ہے اور میں تیرے حضور سے روپوش ہو جاؤں گا، اور زمین پر خانہ خراب اور آوارہ رہوں گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی مجھے پائے گا قتل کر ڈالے گا، تب خداوند نے کہا نہیں بلکہ جو قائن کو قتل کرے اس سے سات گنا بدلہ لیا جائے گا اور خداوند نے قائن کے لیے ایک نشان ٹھہرایا کہ کوئی اسے پا کر مار نہ ڈالے، سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے مشرق کی طرف نود کے علاقہ میں جا بسا، اور قائن اپنی بیوی کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے حنوک پیدا ہوا اور اس نے ایک شہر بسایا اور اس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر حنوک رکھا" (پیدائش ۴: ۹۔۱۷)

قائن کے متعلق بائبل کی مندرجہ بالا عبارت میں خدا نے قائن کے متعلق چار وعدے کئے، نمبر ۱ زمین قائن کو اپنی پیداوار نہ دے گی۔ نمبر ۲ قائن خانہ خراب اور آوارہ رہے گا نمبر ۳ کوئی شخص قائن کو قتل نہ کر سکے گا اس کے لیے ایک نشان کی تقرری نمبر ۴ اگر کسی نے قائن کو قتل کر بھی دیا تو اس سے سات گنا بدلہ لیا جائے گا، ان چاروں وعدوں میں سے ایک بھی پورا نہ ہو، جیسا کہ نمبر ۱ اگر زمین قائن کو پیداوار نہ دیتی تو چند روز بھوکا پیاسا رہ کر قائن مر جاتا، لیکن قائن نے لمبی عمر پائی نمبر ۲ قائن خانہ خراب کی بجائے خانہ آباد ہوا اور اس نے بیٹے بیٹیاں پوتی پڑپوتے دیکھے اور شہر بسایا نمبر ۳ کیتھولک اردو بائبل میں تکوین ۴: ۲۳ کا حاشیہ اس طرح ہے "یہودیوں کی روایت ہے کہ لامک نے شکار کھیلتے ہوئے قائن کو ایک جنگلی جانور سمجھ کر ہلاک کیا" افسوس کہ خدا کا بنایا ہوا اینٹی کل نشان کسی کام نہ آیا اور قائن اپنے ہی پڑپوتے لمک کے ہاتھوں قتل ہو گیا نمبر ۴ قائن کے قاتل پڑپوتے لمک سے سات گنا بدلہ تو کیا لینا تھا اس سے تو ایک گنا بدلہ بھی کسی نے نہ لیا بلکہ وہ خوب پھلا پھولا، دو عورتیں بیاہ لایا اور وہ خانہ بدوشوں و غلہ بانوں و بین بانسلی بجانے والوں اور پیتل اور لوہے سے اسلحہ بنانے والوں کا جد

امجد ہوا، اور وہ بڑے دھڑے سے کہا کرتا تھا کہ ”اگر قائن کا بدلہ سات گنا لیا جائے گا تو لمک کا ستر اور سات گنا“ (پیدائش ۴:۲۴) خدا کی ان وعدہ خلافیوں (۱) کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تک آدم اور حوا (پیدائش ۴:۲۰) کے صرف دو ہی بیٹے تھے جن میں سے ہابل کے قتل کے بعد اب صرف ایک قائن ہی رہ گیا تھا، ہم پوچھتے ہیں کہ روی زمین پر آدم اور قائن کے سوا اور کون تھا جو قائن کو پا کر قتل کر ڈالتا؟ ہوسکتا ہے کہ پادری حضرات جواباً فرمائیں کہ آدمؑ کے اور بھی کافی بیٹے اور بیٹیاں تھیں جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ ”آدم آٹھ سو برس جیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں“ (ایضاً ۵:۴) ہم عرض کریں گے کہ قائن اور ہابل کے علاوہ آدم کی تمام اولاد ہابل کے قتل کے بعد ہوئی تھی، جیسا کہ بائبل میں لکھا ہی کہ ”آدم پھر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کے ایک اور بیٹا ہوا اور اس کا نام سیت رکھا اور وہ کہنے لگی کہ خدا نے ہابل کے عوض جس کو قائن نے قتل کیا، مجھے دوسرا فرزند دیا“ (ایضاً ۴:۲۵) اس سے خوب واضح ہو گیا کہ آدم کی بقیہ اولاد ہابل کے قتل کے بعد ہوئی تھی، اور اس اولاد کا ذکر بھی (۲) سیت کی پیدائش کے بعد کیا گیا ہے، یعنی سیت کی پیدائش کا ذکر ۴:۲۵ میں ہے جبکہ دیگر اولاد کا تذکرہ ۵:۴ میں ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہابل کے قتل تک آدم کی اور کوئی اولاد نہ تھی، اس وقت پوری زمین پر صرف تین انسان بستے تھے، نمبر ۱ آدم نمبر ۲ حوا نمبر ۳ قائن، کوئی چوتھا انسان اس وقت تک

---

(۱) قرآنی تصور خدا کے مقابلہ میں بائبل کے تصور خدا پر طنزاً ایسا لکھا ہے ورنہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے وعدے بڑے پکے ہوتے ہیں، اس کے خلاف سوچنا بھی مکمل کفر و گمراہی ہے۔

(۲) مفسر مورس بلینکارڈ ٹی۔ ایچ۔ ڈی، سیت کو آدم کا تیسرا بیٹا قرار دیتا ہے، دیکھو بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی ص ۲۲، معلوم ہوا کہ سیت کی پیدائش تک زمین پر کوئی انسان ایسا نہ تھا جس سے قائن کو خطرہ ہوتا۔

بائبل مقدس سے ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا پادری حضرات یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ قائن کو کس سے خوف تھا کہ وہ اسے قتل نہ کردے؟ ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ قائن کی بیوی کہاں سے آٹپکی؟ جس سے حنوک پیدا ہوا اور قائن کا اپنے بیٹے حنوک کے نام پر پورا شہر بسانا تو بالکل ہی خلاف حقیقت ہے، شہر انسانوں سے بستے ہیں، سناٹے سے نہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمؑ اور قائن کے علاوہ کوئی مرد اور حوا کے سوا کوئی عورت کرہ ارض پر نہ تھی تو قائن کو بیوی کہاں سے مل گئی؟ کیتھولک بائبل میں اس جگہ کے حاشیہ میں لکھا ہے ''قائن کی بیوی آدم کی بیٹی اور اس کی بہن تھی'' سچ تو یہ ہے کہ سیت کی پیدائش تک آدم کی کسی بیٹی کا کوئی تذکرہ بائبل میں نہیں ہے، بالفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ سیت سے پہلے بھی آدم کی بیٹی واقعی تھی جو قائن کی بیوی بنی لیکن قائن کے شہر بسانے کا معمہ تو پھر بھی حل نہیں ہوتا کہ شہر کے لیے اتنے لوگ کہاں سے آئے؟ اور پھر قائن نے شہر کا نام بھی رکھا (پیدائش ۴:۱۷) کسی بھی شہر کا نام اسی وقت رکھا جاتا ہے جب اس شہر کے مقابلے میں اور بھی بہت سے شہر مختلف ناموں والے موجود ہوں، تب پہچان کے لیے گاؤں یا شہر کا نام رکھا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت اور بھی بہت سے شہر انسانوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے موجود تھے۔ سوال پھر وہی پیدا ہوا کہ وہ انسان کہاں سے آ گئے؟

بائبل مقدس میں ہے ''خداوند نے قائن کے لیے ایک نشان ٹھہرایا کہ کوئی اسے پا کر مار نہ ڈالے'' (پیدائش ۴:۱۵) اللہ ہی جانے وہ کیسا نشان تھا جو قائن کے قتل ہونے کو مانع تھا؟ جدید سائنس نے کمپیوٹر تک ایجاد کر لیا لیکن یہ اینٹی کل نشان دریافت نہ ہو سکا، ایجاد تو دور کی بات ہے عالم عیسائیت میں سے ہمیں آج تک کوئی ایک فرد ایسا نہیں مل سکا جو اس مانع قتل نشان کی وضاحت ہی کر سکے کہ وہ نشان قتل ہونے سے کیسے بچاتا تھا؟

قصہ حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کی نبی تھے (القرآن) ۷:۵۹۔۶۴، ۱۰:۷۱۔۷۳، ۱۱:۲۵، ۷۱:۱۔۶) آپؑ کی بدکار قوم پر پانی کے زبردست طوفان کی شکل میں اللہ کا عذاب نازل ہوا، جبکہ آپ کے ماننے والے آپ کی کشتی میں سوار ہو گئے اور سلامت رہے جبکہ نافرمان لوگ غرق ہو گئے جن میں آپ کا بیٹا بھی شامل تھا (القرآن ۱۱:۲۵۔۴۸) معلوم ہوا کہ انبیاء کرامؑ کی نافرمانی عذاب الٰہی کا باعث ہوتی ہے، بائبل مقدس کے مطابق جب انسانوں کی آبادی بہت زیادہ ہوگئی تو خدا کے بیٹوں نے انسان کی بیٹیوں کو دیکھا تو ان پر عاشق ہو گئے، یوں خدا کے بیٹوں اور آدمی کی بیٹیوں کے بیاہ ہوئے اور قدیم زمانہ کے سورمے پیدا ہوئے (پیدائش ۶:۱۔۴) معلوم ہوا کہ ان سورموں کے باپ انسانوں کے علاوہ کوئی اور جنس کوئی اور نسل سے تھے۔ مسیحی علماء اس گتھی کو سلجھانے سے متواتر قاصر و عاجز ہیں کہ خدا کے یہ بیٹے کون ہیں؟ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب اپنی حیرانگی کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ ”یہ خدا کے بیٹے کون تھے؟ کیا کوئی فوق الفطرت مخلوق یا کیا یہ آدم کی نسل کے علاوہ کوئی اور انسانی نسل تھی؟“ (قاموس الکتاب ص ۳۶۱ کالم نمبر۲) پادری صاحب مزید لکھتے ہیں ”بعض مفسروں کا خیال ہے کہ اس میں خدا کے بیٹوں سے وہ فرد مراد ہیں جنہوں نے نافرمانی کی وجہ سے ”اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا“ (یہوداہ کا خط آیت ۶) بعض یہ کہتے ہیں کہ ”خدا کے بیٹے“ کا لقب پرانے عہد نامہ میں صرف فرشتوں کی لیے

استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ صحیح ثابت نہیں ہوتا (مثال کے طور پر دیکھئے یسعیاہ ۴۳:۶)، نیز فرشتوں کے متعلق تانیث وتذکیر کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ یہ صاف بتایا گیا ہے کہ فرشتوں میں بیاہ شادی نہیں ہوتی (متی ۲۲:۳۰) اکثر یہودی اور مسیحی علماء کی رائے ہے کہ پیدائش ۶:۲ میں ''خدا کے بیٹوں سے سیت کی نسل مراد ہے، سیت کی نسل خدا پرست اور دیندار تھی......اس کے برعکس قائن کی نسل نفسانیت کے باعث بے دین تھی'' (ایضاً ص ۳۶۳ کالم نمبر ۲ تا ص ۳۶۴) پادری رس ارون لکھتا ہے ''علماء'' خدا کے بیٹوں'' کے معنوں پر متفق نہیں، بعض کا خیال ہے کہ ''خدا کے بیٹوں سے مراد گنہگار فرشتے ہیں جو انسانی صورت میں ظاہر ہوئے، دیگر اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اس کا اشارہ سیت کی راستباز نسل کے لوگوں کی طرف ہے (پیدائش کی کتاب کی تفسیر، از رس ارون ص ۱۰۹) یعنی کچھ علماء شیاطین کو خدا کے بیٹے کہتے ہیں اور کچھ انتہائی نیک سیرت راستباز انسانوں کو خدا کے بیٹے کہتے ہیں، اب کیا معلوم کہ خدا کے بیٹے شیاطین تھے یا مومنین؟ مفسر مورس بلینکارڈ، ٹی۔ ایچ۔ ڈی، لکھتا ہے ''اس عبارت کی دو تشریحیں ممکن ہیں، ایک تو یہ ہے ''خدا کے بیٹوں سے مراد سیت کے بیٹے ہیں اور ''آدمی کی بیٹیوں'' سے مراد قائن کی بیٹیاں ہیں چنانچہ جن غلط قسم کی شادیوں کا یہاں ذکر ہے، ان سے مراد سیت کی باخدا نسل اور قائن کی بے خدا نسل کے درمیان شادیاں ہیں جن سے ان دونوں نسلوں کی علیحدگی ختم ہوگئی، دوسری تشریح کے مطابق ''خدا کے بیٹوں سے مراد کوئی فوق الفطرت مخلوق یعنی گرے ہوئے فرشتے ہیں، اور۔ آدمی کی بیٹیوں'' سے مراد وہ تمام عورتیں ہیں جو زمین پر موجود تھیں۔ پہلی تشریح کی تائید میں یہ نکتہ ہے کہ فرشتے ایسی مخلوق ہیں جن کی نر یا مادہ کوئی جنس نہیں ہوتی، پاک کلام صاف بیان کرتا ہے کہ فرشتوں میں بیاہ شادی نہیں ہوتی (متی ۲۲:۳۰) لیکن یہ بات بھی ذہن

میں رکھنا چاہیے کہ مصنف کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی کہ وہ صاف صاف لکھتا کہ سیت کے بیٹوں نے قائن کی بیٹیوں سے شادیاں کیں اور ان سے جباروں اور سورماؤں کی نسل پیدا ہوئی، پرانے عہد نامہ میں فرشتوں کو ''خدا کے بیٹے'' کہا گیا ہے اور نئے عہد نامہ میں مسیح پر ایمان لانے والوں کو ''خدا کے فرزند یا بیٹے'' کہا گیا ہے۔ اگر ایوب ۱:۱۶ اور ۳۸:۷ کا مقابلہ دانی ایل ۳:۲۵ سے کیا جائے تو یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ پرانے عہد نامہ میں ''خدا کے بیٹوں'' سے مراد فرشتے ہیں یہاں تک کہ ابلیس جو ایک گرا ہوا فرشتہ ہے وہ بھی خدا کے بیٹوں کے ہمراہ خدا کی حضوری میں آیا، لہٰذا یہ سمجھنا مناسب لگتا ہے کہ یہاں بھی ''خدا کی بیٹوں'' سے مراد گرے ہوئے فرشتے ہی ہیں اور شیطان کو یہ اختیار تھا کہ جن فرشتوں کو اس کے ساتھ آسمان سے نکال دیا گیا تھا انہیں جسمانی شکل میں اپنے ہمراہ زمین پر لے آئے ان گرے ہوئے فرشتوں نے اپنے ''خاص مقام کو چھوڑ دیا'' (یہوداہ ۶) وہ کچھ عرصہ زمین پر رہے انسانی عورتوں سے شادیاں کیں اور شیطانی یا خبیث قسم کی انسانی نسل پیدا کی جو اتنی بگڑی ہوئی تھی کہ ساری زمین سراسر بگڑ گئی'' (بائبل کی تفسیر پیدایش تا گتی جلد نمبر ا ص ۲۳) یعنی پادری صاحب کے نزدیک یہ سمجھنا مناسب ہے کہ یہ ''خدا کے بیٹے'' سیت کی نسل کے راستباز انسان نہ تھے بلکہ ابلیس کے شیطانی ساتھی فرشتے تھے، پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ لکھتے ہیں ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ نظریہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ خدا کے بیٹے کی اصطلاح سیت کی نسل کے لیے استعمال کی گئی ہو''۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۳۶۱ کالم نمبر ۲)

سچی بات تو یہ ہے کہ بائبل مقدس اس تصور کی نفی کرتی ہے کہ فرشتے خدا کے بیٹے ہیں، انجیل میں لکھا ہے ''کیونکہ فرشتوں میں سے اس نے کب کسی سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے'' (عبرانیوں ۱:۵) پادریوں کے خیالات اور مختلف موقف آپ اوپر ملاحظہ

فرما چکے ہیں اور حتمی بات کوئی بھی پیش نہیں کرتا، سوال پھر وہی رہا کہ یہ خدا کے بیٹے کون تھے؟ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب نے ایک بات ایسی لکھ دی ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ ''غالباً ''خدا کے بیٹے'' کی اصطلاح کی ابتدا غیر اسرائیلی ہے اور غیر اقوام کے اسطوریات میں پائی جاتی ہے، شائد بنی اسرائیل نے اسے پرانے عہد کے دور میں کسی حد تک اپنا لیا تھا'' (قاموس الکتاب ص ۳۶۱ کالم نمبر۲) پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ پیدائش ۶:۱۔۲ میں ''خدا کے بیٹے'' عبرانی لفظ ''بنی ھاالوھیم'' کا اردو ترجمہ ہے (ایضاً) لفظ ''الوہیم'' لفظ ''الوہ'' کی جمع ہے لفظ ''الوہ'' کو ''ایل'' بھی کہا جاتا ہے۔ پادری صاحب وضاحت کرتے ہیں کہ ''راس شمرہ کی تختیوں پر ایل بطور اسم معرفہ لکھا ہے۔ یہ کنعانیوں کے خدا کا خاص نام تھا جس کا بیٹا بعل تھا، ایل کے جمع کا صیغہ الوھیم ہے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ دیوتا کیا جاتا ہے...... یہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کے لیے (استثنا ۴:۲۸) اور ان خیالی ہستیوں کے لیے استعمال ہوا ہے جن کی یہ بت شبیہ تھے (استثنا ۱۲:۲۔ دیوتا۔ معبود) (قاموس الکتاب ص ۳۶۴ کالم نمبر۱) ثابت ہوا کہ پیدایش کے مصنف کے نزدیک ''بنی ھاالوھیم'' سے مراد دیوتاؤں کے بیٹے ہے۔ یعنی دیوتاؤں کے بیٹوں نے انسان لڑکیوں سے بیاہ کر لیے اور ان سے جبار پیدا ہوئے، یہاں ان جباروں کے لیے عبرانی لفظ ''نفیلیم'' استعمال ہوا ہے (ایضاً ص ۳۶۱ کالم نمبر۲) یہ لفظ بھی دیوتاؤں کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کا استعمال غیر معمولی قد آور انسانوں کے لیے بھی ہوا ہے دیکھئے گنتی ۱۳:۳۳، حاصل کلام یہ کہ قدیم زمانہ کے بنی اسرائیل دیوی دیوتاؤں پر ایمان رکھتے تھے، مشہور برطانوی عالم ویل ہاسن کا نظریہ ہے کہ ''اسرائیلی مذہب توہم پرستی سے شروع ہو کر بت پرستی میں تبدیل ہوا جو ان کے ہمسایوں یعنی اہل کنعان سے

مشابہ تھی اور پھر رفتہ رفتہ انبیاء کے ایام میں خدائے واحد کی پرستش پر جا پہنچا یہ اس مذہبی ارتقا کی حد تھی'' (ہماری کتب مقدسہ۔از پادری جی۔ٹی۔مینلی صفحہ۷۹) بائبل کے مطابق جب انسانی لڑکیوں اور دیوتاؤں کی شادیاں ہوئیں تو بدکار اور شریر نسل نے جنم لیا تب ''خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا'' (پیدائش ۶:۶) یہی عبارت کیتھولک بائبل میں یوں ہے کہ ''وہ زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور دل میں غمگین ہوا'' گورمکھی بائبل میں ہے۔

''تاں یہوواہ نوں آدمی دے دھرتی اتے بناؤن توں رنج ہویا، اتے اوہ من وچ دکھی ہویا''۔ فارسی بائبل میں ہے کہ ''خداوند پشیمان شد'' یعنی خدا شرمسار ہو گیا، غور فرمائیں کہ بائبل کا خدا غمگین بھی ہو جاتا ہے اور اپنے کیئے پر پچھتانے اور شرمسار ہونے بھی لگتا ہے (مزید دیکھئے ا۔سموا ۱۵/۱۱،۲۔سمو ۲۴/۱۶ و یوایل ۲/۱۳) اس غم اور پچھتاوے کی وجہ سے خدا نے کہا کہ ''میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روی زمین پر سے مٹاؤ ڈالوں گا، انسان سے لے کر حیوان اور رینگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے ملول ہوں (پیدائش ۶:۷) کیتھولک بائبل میں ہے'' کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں'' خدا نے نوح کو کشتی بنانے کا حکم دیا تاکہ نوحؑ اور آپ کے خاندان کے علاوہ تمام بنی نوع انسان کو مار ڈالے (پیدائش ۶:۸۔۲۲) سوال پیدا ہوتا ہے کہ جانوروں کو کس جرم کی سزا ملی؟ اور کیا سمندر کی مچھلیاں بھی مر گئی تھیں؟ اگر نہیں تو انہیں کیوں جیتا چھوڑا؟ ظاہر ہے مچھلیاں زندہ رہیں کیونکہ پانی مچھلی کی زندگی ہے لیکن بائبل کے مطابق خدا نے کہا تھا ''اور دیکھ میں خود زمین پر پانی کا طوفان لانے والا ہوں تاکہ ہر بشر کو جس میں زندگی کا دم ہے دنیا سے ہلاک کر ڈالوں اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے'' (پیدائش ۶:۱۷) ''میں زمین

پر چالیس دن اور چالیس رات پانی برساؤنگا اور ہر جاندار شے کو جسے میں نے بنایا زمین پر سے مٹا ڈالونگا" (پیدائش ۷:۴) "تب نوح اور اس کے بیٹے اور اس کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی بیویاں اس کے ساتھ طوفان کے پانی سے بچنے کے لیے کشتی میں گئے، اور پاک جانوروں میں سے اور ان جانوروں میں سے جو پاک نہیں اور پرندوں میں سے اور زمین پر کے ہر رینگنے والے جاندار میں سے دو دو نر اور مادہ کشتی میں نوح کے پاس گئے" (پیدائش ۷:۷۔۹) پھر طوفان برپا ہوا پادری رے۔ای۔باؤمین صاحب لکھتے ہیں "سب جاندار مر گئے اور سب جانور جو زمین پر چلتے تھے پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین پر کے سب رینگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے فقط ایک نوح باقی بچا، یا وہ جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے" (تاریخ بائبل پر ایک نظر۔ صفحہ ۳۵) "ایک سال اور ستر دن کشتی میں رہنے کے بعد نوح، اس کا خاندان اور تمام جاندار زمین پر اترے" (ایضاً ص ۳۹) مفسر مورس بلینکارڈ ٹی۔ایچ۔ڈی لکھتا ہے "وہ کل ایک سال سترہ دن کشتی کے اندر رہے۔ کشتی نے ۵۰۰ میل کا سفر طے کیا"۔ (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۵)

بائبل کے مطابق کشتی سے باہر آنے کے بعد "نوح نے خداوند کے لیے ایک مذبح بنایا اور سب پاک چوپایوں اور پاک پرندوں میں سے تھوڑے سے لے کر اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور خداوند نے ان کی راحت انگیز خوشبو لی" (پیدائش ۸:۲۰۔۲۱) اس سے قطع نظر کہ سوختہ گوشت کی بو سے خداوند کو راحت ملتی ہے ہم عرض کریں گے کہ نوح نے کشتی میں پاک و ناپاک ہر دو اقسام کے جانداروں میں سے ایک نر اور ایک مادہ یعنی صرف جوڑا جوڑا سوار کیا تھا (پیدائش ۷:۱۵) اور باقی تمام جاندار مر گئے تھے (ایضاً ۷:۲۱۔۲۳) صرف کشتی والے جیتے

رہے، انہی میں سے تمام پاک جانوروں میں سے تھوڑے تھوڑے لے کر نوح نے ذبح کر دیئے تو لازم آئے گا کہ نوح کے ہاتھوں تمام پاک جانور ذبح ہو کر ختم ہو چکے ہیں۔ کیونکہ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ نوح نے سب پاک چوپایوں اور پاک پرندوں میں سے تھوڑے تھوڑے لے کر ذبح کر دیئے۔ اور وہ بیچارے تو پہلے ہی صرف دو دو تھے، ہر جوڑے میں سے تھوڑے تھوڑے اللہ جانے کتنے ہوں گے؟ اگر ایک ایک بھی ذبح کر ڈالا تو جوڑے نہ رہے، یوں نسل کا آگے بڑھنا پھر بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اکثر مسیحی دوست کہتے ہیں کہ کلام مقدس میں لفظ ''تھوڑے تھوڑے لے کر'' نہیں بلکہ ''سب پاک چوپایوں اور پاک پرندوں میں سے تھوڑے سے لے کر'' ذبح کرنے کا ذکر ہے یعنی تھوڑے سے پاک جانور اور پرندے ذبح کئے گئے تھے، نہ کہ تمام نسلوں میں سے تھوڑے تھوڑے'' ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اگر اس بات کو بھی مان لیا جائے تو تب بھی پاک جانوروں کی بہت سی نسلیں نوح کے وقت ناپید ہو گئیں۔ کیونکہ وہ صرف جوڑا جوڑا تھے، دونوں میں سے نر یا مادہ نہ ہو تو نسل بڑھنی بند ہو جاتی ہے۔ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب ذبح کیئے گئے جانوروں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''کشتی میں تمام حیوانات مع پرندگان کا ایک ایک جوڑا بھی تھا (پیدائش ۶:۱۹۔۲۰، ۷:۸،۹،۱۴،۱۵) ان کے علاوہ چھ جوڑے پاک جانوروں کے بھی تھے (پیدائش ۷:۲،۳) بعض مفسرین چھ کی بجائے سات جوڑے بیان کرتے ہیں غالباً یہ خوراک اور قربانیوں کے لیے تھے، خدا نے نوح کو ہر طرح کی کھانے کی چیزیں بھی جمع کرنے کو کہا جو کشتی میں قیام کے دوران ان کے کھانے کے لیے تھیں'' (قاموس الکتاب ص ۶۱۴ کالم نمبر ۱) چھ یا سات جوڑوں کے کل جانور مع پرندگان ۱۲ یا ۱۴ بنتے ہیں، جبکہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ نوح اور ان کے اہل خاندان کشتی میں ایک سال ستر دن یا

ایک سال سترہ دن رہے، اتنے عرصہ کے لیے ۱۲ یا ۱۴ جانور خوراک کے لیے ناکافی تھے، جبکہ جنگلی درندوں مثلاً شیروں چیتوں وغیرہ کو بھی گوشت کھانے کی ضرورت تھی۔ دوم یہ کہ طوفان سے قبل انسان کو گوشت کھانے کی اجازت ہی نہ تھا پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ نوح نے خوراک کے طور پر بھی کچھ پاک جانور الگ رکھ چھوڑے تھے، مورخ رے۔ ای۔ باؤمین لکھتا ہے ''اب پہلی مرتبہ انسان کو گوشت کھانے کی اجازت دی گئی'' (تاریخ بائبل پر ایک نظر ص ۳۹) مفسر مورس بلینکارڈ ٹی۔ ایچ۔ ڈی لکھتا ہے ''آدم کے ساتھ جو عہد باندھا گیا اس کی شرط فرمانبرداری تھی اور عہد کو توڑنے کی سزا موت تھی۔ انسان کو خوراک کے لیے صرف سبزیاں دی گئیں (پیدائش ۲:۱۶، ہوسیع ۲:۱۸) نوح کے ساتھ جو عہد باندھا گیا اس میں کوئی شرط نہ تھی۔ اور وہ آج بھی قائم ہے، جیسا کہ ہم قوس قزح میں دیکھتے ہیں، اس کے مطابق انسان کو سبزیوں کے ساتھ ساتھ جانور بھی خوراک کے لیے دیئے گئے۔ ہر قسم کا جانور کھایا جا سکتا تھا۔ بعد میں موسیٰ کے زمانہ میں پابندیاں عائد کی گئیں۔ پاک اور ناپاک کی تقسیم کی گئی'' (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا ص ۳۲ تا ۳۳) ''بعد میں مسیح کے وسیلہ سے...... ہر قسم کے گوشت کو پاک ٹھہرایا گیا'' (ایضاً ص ۳۳ و مرقس ۷:۱۹، اعمال ۱۰:۱۴، ۱۵، کلیسوں ۲:۱۶) پس ثابت ہوا کہ طوفان سے قبل انسان گوشت کھانا نہیں جانتا تھا، اگر یہ سچ ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ نوح کو چھ یا سات جوڑے پاک جانوروں کے الگ خوراک کے لیے رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ انسان ہنوز گوشت نہیں کھاتا تھا، اور آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ پاک اور ناپاک جانوروں کی تقسیم موسیٰؑ کے وقت کی گئی، پھر بھلا نوح نے قربانیاں کرتے وقت کیسے جان لیا کہ یہ پاک جانور ہیں؟ اور مفسر مورس بلینکارڈ صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسیحؑ کے وقت سے دنیا کا ہر جانور

عیسائیوں کے لئے پاک ہے، شائد اسی لیے یورپ کے مسیحی خنزیر کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں، کوریا میں کتوں کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے، البتہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ نوحؑ سے قبل گوشت نہیں کھایا جاتا تھا اور یہ کہ نوح سے لے کر موسیٰؑ پر شریعت کے نزول سے قبل تک تمام جانور اسی طرح حلال تھے جس طرح آج دنیائے مسیحیت میں دنیا کا ہر جاندار حلال ہے بقول پولس ''پاک لوگوں کے لیے سب چیزیں پاک ہیں (ططس ۱:۱۵) پس ثابت ہوا کہ نوح نے کھانے کے لیے کوئی چھ یا سات جوڑے الگ نہیں رکھے تھے اور نہ ہی قربانیاں چڑھائیں۔ کیونکہ اس وقت تک انسان کو گوشت کھانے کی اجازت ہی نہ تھی۔ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب نے چھ یا سات جوڑے پاک جانوروں میں سے الگ رکھنے کے ثبوت کے لیے (پیدائش ۷:۲۔۳) کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن اس جگہ ایسی کوئی بات درج نہیں، چنانچہ لکھا ہے۔ ''کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ'' (پیدائش ۷:۲) قارئین! غور فرمائیں کیا یہاں پاک جانوروں میں سے صرف چھ یا سات جوڑوں کا ذکر ہے؟ نہیں بلکہ یہاں خدا نوح کو حکم دے رہا ہے کہ کشتی میں تمام پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ کو کشتی میں لے آ۔ یعنی پاک جانوروں میں سے ہر قسم کے ۱۴ جانور ہوں۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہر قسم میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کیا گیا (پیدائش ۷:۱۵) لیکن افسوس کہ پادری صاحب نے نسخ پر پردہ ڈالنے اور سوختنی قربانیوں کے لیے پاک جانوروں کی وافر موجودگی ثابت کرنے کے لیے ''سات سات نر اور ان کی مادہ'' کو ''سات نر اور انکی مادہ'' سے بدل کر تحریف کی اعلیٰ مثال قائم کر دی ہے۔

بائبل مقدس میں لکھا ہے ''نوح کے بیٹے جو کشتی سے نکلے سم حام اور یافت تھے اور حام کنعان کا باپ تھا، یہی تینوں نوح کے بیٹے تھے اور ان ہی کی نسل ساری

زمین پر پھیلی اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا، اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہوگیا، اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی، تب سم اور یافت نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو اُلٹے چل کر گئے اور اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی۔ سو ان کے منہ الٹی طرف تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی، جب نوح اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا، اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو، وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا، پھر کہا خداوند سم کا خدا مبارک ہو اور کنعان سم کا غلام ہو، خدا یافت کو پھیلائے کہ وہ سم کے ڈیروں میں بسے اور کنعان اس کا غلام ہو"۔ (پیدائش ۹: ۱۸۔ ۲۷)

بائبل مقدس کی مندرجہ بالا عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح طوفان سے قبل کھیتی باڑی کرتا تھا انگور کاشت کرتا اور انگوروں کی مے تیار کرتا تھا اور مے پینے کا عادی تھا، تبھی تو اس نے کشتی سے اترتے ہی یہی کام کیا۔ جو چھ سو سالہ بڑھاپے میں شراب پی کر برہنہ ہو جاتا ہو اس کی جوانی کیسی ہوگی؟ ہم کیسے مان سکتے ہیں کہ نوح علیہ السلام شراب پی کر برہنہ ہو جایا کرتے تھے۔ بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے سچے نبی تھے، آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا بلکہ آپ تو ایسے لوگوں کو اللہ کا راستہ بتایا کرتے تھے۔ (۱)

جیسا کہ بائبل بھی کہتی ہے کہ "نوح خداوند کی نظر میں مقبول ہوا......نوح مرد راستباز اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ

(۱) دیکھو ۲۔ پطرس ۲: ۵

چلتا رہا" (پیدائش ۶:۸،۹) خدا کے ساتھ چلنے سے مراد خدا کی مرضی پر چلنا ہے، خدا کی مرضی پر چلنے والا شرابی کیسے ہو سکتا ہے؟ (امثال ۲۳:۲۱،۲۹۔۳۵، یسعیاہ ۵:۱۱۔۱۲) مفسر پادری رس ارون صاحب لکھتے ہیں "شراب میں متوالا ہونا گناہ ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ "شراب میں متوالے نہ بنو" لیکن ممکن ہے کہ نوح کو علم ہی نہ ہو کہ انگور کا پرانا رس پینے سے اسے نشہ ہو جائے گا...... یہ ممکن ہے کہ طوفان سے پہلے انگور کا رس نشہ آور نہ ہو" (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۱۳۵) گویا پادری صاحب نے بھی اس امکان کا رد نہیں کیا کہ نوح طوفان سے قبل بھی انگور کا رس پیتا تھا، کیونکہ بائبل سے یہی ثابت ہوتا ہے لیکن پادری صاحب کی یہ بات بالکل نا قابل قبول ہے کہ طوفان سے قبل انگور کا رس نشہ آور نہ تھا، سچی بات تو یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ مکروہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا، غور فرمائیں کہ نشہ اترنے کے بعد نوح کا اپنے پوتے کنعان پر لعنتیں برسانا کہاں تک درست ہے؟ کنعان کا کیا قصور تھا؟ بائبل کہتی ہے کہ "جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا، اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو" (پیدائش ۹:۲۴۔۲۵) سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟ بائبل مقدس کے مطالعہ سے حام کا کوئی قصور نظر نہیں آتا، صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حام نے باپ کو نشے میں دھت برہنہ دیکھا تو فوراً اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی خبر کی (ایضاً ۹:۲۲) برہنہ باپ پر حام کی نظر پڑ جانا گناہ تھا یا بھائیوں کو خبر کرنا گناہ تھا؟ یہ تو بھلا ہوا کہ سگے بیٹے نے دیکھ لیا اور اپنے دوسرے بھائیوں کو ساتھ لیکر باپ کی برہنگی ڈھانکی اگر حام دیکھ کر بھائیوں کو نہ بتاتا تو برہنگی ڈھانکنے کون آتا؟ اگر حام کے اقدامات بر وقت میسر نہ آتے تو باپ کی برہنگی کو

نا جانے کس کس کی آنکھ دیکھتی۔ اس لیے بائبل سے حام کا کوئی قصور نظر نہیں آتا، پادریوں نے اس اشکال کو دور کرنے کے لیے بہت دلچسپ بحثیں چھیڑی ہیں۔ چنانچہ مفسر رس ارون لکھتا ہے ''خدا حام کے رویہ کو جب اس نے اپنے باپ کو دیکھا غلط بتاتا ہے، حام کا اپنے باپ کو مدہوش اور ننگا دیکھنا گناہ نہیں تھا، جیسے کسی خوبصورت عورت کو دیکھنا گناہ نہیں۔ البتہ اگر مرد کسی عورت کو بری نظر سے دیکھتا ہے تو گناہ ہے، پس ظاہر ہے کہ حام نے اپنے باپ کو حقیر نظروں سے دیکھا تھا'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۱۳۶) مفسر رس ارون کے بیان سے ثابت ہوا کہ حام کا اپنے باپ کو ننگا دیکھ لینا گناہ نہیں تھا لیکن حام کا نوح کو حقارت سے دیکھنے کا کوئی ثبوت بائبل مقدس سے نہیں ملتا۔ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''اس نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی پاداش میں اس کی بیٹے کنعان کو ملعون قرار دیا گیا'' (قاموس الکتاب۔ صفحہ ۳۱۶ کالم نمبر ۲) اس سے قطع نظر کہ حام کی کوئی بے حیائی بائبل سے ثابت نہیں لیکن حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ بالکل بے گناہ کنعان کو کیوں ملعون قرار دیا گیا؟ بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ حام نے اپنے باپ سے بے حیائی کی ہوگی لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ باپ حام کے جرم کی پاداش میں بیٹے کنعان کو ملعون قرار دیا گیا۔ اگر باپ کے گناہ کی پاداش میں بیٹے کا معتوب ہونا ضروری تھا تو پھر صرف کنعان ہی اس عتاب کا شکار کیوں؟ اور کنعان کے باقی بھائی (۱) کوش (۲) مصر (۳) فوط اس لعنت خداوندی سے کیونکر بچ گئے؟ (پیدائش ۱۰:۶) حالانکہ بائبل کا اصول ہے کہ ایک کا گناہ دوسرے کے سر نہیں لگ سکتا (استثنا ۲۴:۱۶، ۲۔ تواریخ ۲۵:۴، یرمیاہ ۳۱:۲۹۔۳۰، حزقی ایل ۱۸:۲۰۔۲۲) پادری حضرات اس گتھی

کو سلجھانے سے متواتر قاصر و عاجز ہیں اور عجیب و غریب تاویلیں تراشتے ہیں۔

مفسر رس اردن صاحب لکھتے ہیں ''یہ بڑا عجیب معلوم ہوتا ہی کہ غلطی تو حام کی تھی پر خدا اس کے بیٹے کنعان کو لعنت ملامت کرتا ہے۔ غالباً جب حام نے اپنے باپ کو حقیر نظروں سے دیکھا تو وہ تنہا نہیں تھا۔ شاید اس کا بیٹا کنعان بھی اس کے ساتھ تھا۔ جب تک ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کنعان کا بھی کسی نہ کسی طرح حام کے ساتھ تعلق تھا اس وقت تک خدا کا کنعان کو ملامت کرنا عجیب ہی نظر آئے گا، جب نوح ۹: ۲۵۔ ۲۷ میں اپنے بیٹوں سے ہم کلام ہوا تو وہ بطور باپ نہیں بلکہ نبی کی حیثیت سے بات کر رہا تھا'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۳۶) بھلے مانسو! جب کہ بائبل مقدس سے کنعان کا کوئی گناہ ثابت ہی نہیں ہوتا تو پھر ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ کنعان کا بھی کسی نہ کسی طرح اس واقعہ سے تعلق ہے؟ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ، محض انکل پچو سے کنعان کو گناہ گار ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ''حام نے جسے غالباً اس کا بیٹا کنعان وہاں لے گیا تھا اپنے باپ کے ننگے پن پر پردہ نہ ڈالا۔ اس بے حیائی کی وجہ سے کنعان پر لعنت کی گئی اور حام کو کوئی برکت نہ ملی''۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۵۰ کالم نمبر ۱)

الفاظ ''شاید'' اور ''غالباً'' جیسی کمزور بنیادوں پر عقیدے کے قلعے تعمیر کر دینے کی عقلمندی یہود و نصاریٰ ہی کر سکتے ہیں، جبکہ بائبل مقدس سے حام اور اس کے بیٹے کنعان کا کوئی بھی قصور ثابت نہیں ہوتا، سچی بات تو یہ ہے کہ نوح نبیؑ نے شراب پی ہی نہیں، بلکہ کنعانیوں کو بدنام کرنے کے لیے یہ کہانی شامل توریت کی گئی ہے، کیونکہ کنعانی بنی اسرائیل کے لیے ہمیشہ تکالیف کا باعث بنے رہے، پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتے ہیں اسرائیلی کنعانیوں کو کبھی بھی پورے طور پر ختم نہ کر سکے...... ان کی متواتر

موجودگی کے باعث بنی اسرائیل کے لیے متعدد سنگین مسائل پیدا ہو گئے" (ایضاً ص ۸۱۲ کالم نمبر ۱) پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی کنعانیوں سے دشمنی اور نفرت کا نتیجہ ہے۔ پادری حضرات بنی اسرائیل کے ہاتھوں کنعانیوں کے قتل عام کو بھی نوحؑ کی کنعان کو لعنت ملامت کا اثر قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ پادری رس ارون صاحب لکھتے ہیں۔ "کنعان پر لعنت تقریباً ۱۴۰۰ ق م میں پوری ہوئی جب یشوع نے کنعان فتح کیا اور کنعانیوں کو یا تو ہلاک کر دیا یا غلام بنالیا" (پیدائش کی کتاب کی تفسیر از، رس ارون، ترجمہ وکلف اے سنگھ صفحہ ۱۳۷) پادری جی۔ ٹی۔ مینلی صاحب بتاتے ہیں کہ طوفان نوح تخمیناً ۳۵۰۰ قبل مسیح میں برپا ہوا (ہماری کتب مقدسہ ص ۱۵۰) جبکہ مفسر رس ارون کی تحقیق کے مطابق یشوع کے ہاتھوں کنعانیوں کا قتل عام ۱۴۰۰ قبل مسیح میں ہوا، قارئین کرام! غور فرمائیں ۳۵۰۰۔۱۴۰۰=۲۱۰۰ برس بعد یشوع اور دیگر بنی اسرائیل کا نوح کی کنعان پر لعنت کے بدلے لاکھوں کنعانیوں کو تہہ تیغ کر دینا کہاں کا انصاف اور کیسا دین ہے؟ کنعانیوں کو اس بے دردی سے قتل کرتے وقت موسیٰ کے جانشین یشوع اور دیگر بنی اسرائیل کو یہ عبارت کیوں بھول گئی کہ "بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے" (استثنا ۲۴:۱۶) "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ" (حزقی ایل ۱۸:۲۰)

نمرود کا دور

اسلامی روایات کے مطابق نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کا بت پرست وظالم وجابر بادشاہ تھا، جبکہ بائبل مقدس کے مطابق نمرود نوحؑ کی تیسری پشت میں تھا جبکہ ابراہیم نوحؑ کی دسویں پشت میں تھے (پیدائش ۱۰:۶۔۸، ۱۰۔۲۶) یہی

وجہ ہے کہ مسیحی بھائی نمرود اور ابراہیمؑ کو ایک ہی وقت میں مانتے ہوئے گھبراتے ہیں، حالانکہ اگر بائبل مقدس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نمرود نوح کی تیسری پشت کا بادشاہ نہیں۔ بلکہ نمرود اس دور کا بادشاہ تھا جب زمین انسانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، بڑے بڑے شاندار شہر اور وسیع وعریض ملک آباد تھے۔ نمرود بذات خود کئی ممالک پر بادشاہت کرتا تھا، چنانچہ لکھا ہے "اس کی بادشاہی کی ابتدا ملک سنعار میں بابل اور ارک اور اکاد اور کلنہ سے ہوئی، اسی ملک سے نکل کر وہ اسور میں آیا اور نینوہ اور رحوبت عیر اور کلح کو اور نینوہ اور کلح کے درمیان رسن کو جو بڑا شہر ہے بنایا" (پیدائش ۱۰: ۱۰۔۱۲) غور فرمائیں نمرود کی ابتدائی حکومت ہی اتنی وسیع تھی کہ اس میں بابل اور عراق (ارک) اور نینوہ جیسے بڑے بڑے شہر اور ملک شامل تھے تو اس کی حکومت کی انتہا کہاں تک ہوگی؟۔ شہر اور ملک انسانوں سے بستے ہیں، سناٹے سے نہیں۔ بائبل کے الفظ پر غور فرمائیں "اس ملک سے نکل کر وہ اسور میں آیا" (ایضاً) ثابت ہوا کہ نمرود ایک ملک سے نکل کر دوسرے ملک (اسورَ میں آیا، ملک اسور میں اسوری آباد تھے، جو نوح کے پوتے اسور کی اولاد تھے۔ اسور کا باپ سم بن نوح اور نمرود کا دادا حام بن نوح سگے بھائی تھے (پیدائش ۱۰: ۲۲) یعنی اسور نمرود کا چچا لگتا تھا اب کون عاقل یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ بھتیجے نمرود کے دور تک چچا اسور کی اولاد اتنی ہوگئی تھی کہ بنی اسور سے بڑے بڑے شہروں پر مبنی ایک وسیع ملک آباد تھا؟ ثابت ہوا کہ نمرود نوح کی تیسری پشت کا فرد نہیں تھا بلکہ نمرود اس دور کا بادشاہ تھا جب بنی اسور سے بھرا ایک الگ اور وسیع ملک آباد تھا۔ جبکہ نوح کی تیسری پشت تک روی زمین پر اتنے انسان بھی آباد نہ تھے کہ انہیں اکٹھا کر کے ایک قصبہ ہی آباد کر دیا جاتا۔ آیئے تحقیق کریں کہ بائبل کے مطابق نوحؑ کی تیسری پشت تک روئے زمین کی کل انسانی آبادی کتنی تھی؟

بائبل میں ہے ”نوح اور نوح کے بیٹے سم اور حام اور یافت اور نوح کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی تینوں بیویاں...... کشتی میں داخل ہوئے“ (پیدائش ۷: ۱۳۔۱۴) یہ انسان کل آٹھ مرد و زن ہوئے، باقی تمام انسان مر گئے تھے (ایضاً ۷: ۲۳) ”ان ہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی“ (ایضاً ۹: ۱۹) ”بنی یافت یہ ہیں۔ جمر اور ماجوج اور مادی اور یاوان اور توبل اور مسک اور تیراس اور جمر کے بیٹے اشکناز اور ریفت اور تجرمہ اور یاوان کے بیٹے الیسہ اور ترسیس، کتی اور دودانی“ (پیدائش ۱۰: ۲۔۴) یوں نوح کی تیسری پشت تک یافت کی اولاد کی تعداد ۱۴ مرد بنتی ہے، اگر ان کی بیویوں کو بھی شامل کر لیں تو کل تعداد ۲۸ بنتی ہے۔ ”اور بنی حام یہ ہیں، کوش اور مصر اور فوط اور کنعان اور بنی کوش یہ ہیں سبا اور حویلہ اور سبتہ اور رعماہ اور سبتیکہ اور بنی رعماہ یہ ہیں، سبا اور ددان، اور کوش سے نمرود پیدا ہوا“ (پیدائش ۱۰: ۶۔۸) نمرود کی پیدائش کا ذکر کوش کے دیگر بیٹوں کے ہمراہ نہ آنا اور کوش کے پوتوں کی پیدائش کے بیان کے بعد کوش سے نمرود کی ولادت کا تذکرہ اس امر پر دال ہے کہ کوش سے نمرود کی پیدائش کا تذکرہ بعد کا اضافہ ہے۔ ”مصر سے لودی اور عنامی اور لہابی اور نفتوحی اور فتروسی اور کسلوحی (جن سے فلستی نکلے) اور کفتوری پیدا ہوئے اور کنعان سے صیدا جو اس کا پہلوٹھا تھا اور حت اور یبوسی اور اموری اور جرجاسی اور حوی اور عرقی اور سینی اور ارادی اور صماری اور حماتی پیدا ہوئے“ (پیدائش ۱۰: ۱۳۔۱۸) یوں نوحؑ کی تیسری پشت تک بنی حام کی تعداد ۳۰ بنتی ہے، اگر ان کی بیویوں کا شمار بھی کر لیں تو تعداد ۶۰ مرد و زن بنتی ہے۔ ”بنی سم یہ ہیں۔ عیلام اور اسور اور ارفکسد اور لود اور ارام اور بنی ارام یہ ہیں۔ عوض اور حول اور جتر اور مس اور ارفکسد سے سلح پیدا ہوا“ (پیدائش ۱۰: ۲۲۔۲۴) یوں نوح کی تیسری پشت تک، سم کی اولاد کی تعداد دس مرد بنتی ہے، اگر ان کی بیویوں کو بھی شمار کر لیں تو نوحؑ کی

تیسری پشت تک سم کے خاندان کی کل تعداد ۲۰ بنتی ہے، اگر نوح کی تیسری پشت تک کسی بھی شخص کو موت نہ آئی ہو تو بقول بائبل روئے زمین پر انسانوں کی کل آبادی ۸ + ۲۸ + ۶۰ + ۲۰ = ۱۱۶ مرد و زن بنتی ہے۔ اس سے زیادہ ہرگز ممکن نہیں، قارئین حساب لگا کر دیکھ لیں۔ قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ اگر نمرود کے وقت پوری زمین پر صرف ۱۱۶ مرد و زن آباد تھی تو نمرود کی حکومت میں شامل مذکورہ بالا تمام ممالک کیا سناٹے سے آباد تھے؟ نہیں۔ بلکہ نمرود کے وقت پوری زمین انسانوں سے آباد تھی، بڑے بڑے عالی شان شہر اور ملک آباد تھے۔ پس ثابت ہوا کہ نمرود نوحؑ کی تیسری پشت کا شخص نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کا زبردست ظالم و جابر حکمران تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے نبی تھے (القرآن ۱۹:۴۱) آپ خلیل اللہ تھے (یسعیاہ ۴۱/۸، یعقوب ۲/۲۳) بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ "تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے" (پیدائش ۱۱:۲۶) تعجب ہے کہ یکے بعد دیگرے پیدا ہونے والے تینوں بیٹوں کی پیدائش تک تارح کی عمر متواتر ۷۰ برس ہی رہی۔ حالانکہ تینوں بھائی جڑواں نہ تھے (قاموس الکتاب ص ۳۱۶ کالم نمبر ۱) بائبل کے مطابق ابرام کی بیوی کا نام ساری تھا جو ابرام کے باپ تارح کی بیٹی تھی لیکن ابرام اور ساری کی مائیں الگ الگ تھیں (پیدائش ۲۰:۲۱) یعنی ابرام کی بیوی ساری ابرام کی علاتی بہن تھی۔ شریعت موسوی کے مطابق ایسا نکاح حرام ہے (احبار ۱۸/۹، ۲۰/۱۷، استثناء ۲۷/۲۲) ابرام کے چھوٹے بھائی نحور نے اپنی سگی بھتیجی یعنی حاران کی بیٹی یعنی لوطؑ کی بہن ملکہ سے بیاہ کرلیا (پیدائش ۱۱:۲۷-۲۹) ایسا نکاح اسلام میں(۱) حرام ہے "وَبَنٰتُ الْاَخِ" یعنی اور بھتیجیاں (القرآن ۴/۲۳) ابرام اور ساری سے اضحاق پیدا ہوا (پیدائش ۲۱/۱-۷) جبکہ نحور اور ملکہ یعنی دونوں چچا بھتیجی سے اضحاق کا سسر بیتوایل پیدا ہوا۔ یعنی اضحاق کا سسر اس کا چچا زاد بھائی بھی تھا، یوں اضحاق کی

---

(۱) لیکن بائبل میں سگی بھتیجی سے نکاح کی ممانعت کہیں بھی درج نہیں لیکن مسیحی ہیں کہ چچا زادی سے نکاح حرام سمجھتے ہیں میں نے اپنے ظریف طبع مسیحی دوست سے وجہ پوچھی تو معصوم سا منہ بنا کر بولا یہ تو سارا پادریوں کی کارستانی ہے ورنہ تو بائبل ہمیں سگے بھائی کی بیٹی کو بیوی بنانے سے بھی نہیں روکتی"۔

بیوی ربقہ اضحاق کی بھتیجی تھی، بیتوایل سے لابن اور ربقہ پیدا ہوئے۔ لابن حضرت یعقوبؑ کا سگا ماموں اور سسر بھی تھا (پیدائش ۲۹/۲۲۔۳۰) جبکہ ربقہ اضحاق کی بیوی اور یعقوبؑ کی والدہ تھی (پیدائش ۲۴/۱۵، ۲۹، ۶۷ ، ۲۵/۲۵۔۲۶) ابرام کے سب سے چھوٹی بھائی حاران سے لوطؑ اور ملکہ پیدا ہوئے۔ (پیدائش ۱۱/۲۷)

چونکہ ابرام کی پیدائش کے وقت تارح ۷۰ برس کا تھا (پیدائش ۱۱/۲۶) اور تارح کی کل عمر ۲۰۵ برس ہوئی (پیدائش ۱۱/۳۲) یعنی باپ کی وفات کے وقت ابرام کی عمر ۲۰۵۔۷۰ = ۱۳۵ برس تھی، مورّخ رے۔ ای۔ باؤمین لکھتا ہے ''اپنے باپ کی وفات کے بعد ابرام کنعان کو چلا گیا'' (تاریخ بائبل پر ایک نظر، صفحہ ۴۷) کنعان کی طرف روانگی کے وقت ابرام کی عمر ۷۵ برس تھی (پیدائش ۱۲/۴) ۱۳۵ برس کا ابرام باپ کی وفات کے بعد کنعان کو روانگی کے وقت ۷۵ برس کا کیسے ہوگیا؟ ابرام کی عمر ۶۰ برس پیچھے کیسے چلی گئی؟ اس کا جواب ہم مسیحی علماء پر چھوڑتے ہیں۔

بائبل مقدس میں ابرام کا آبائی وطن کسدستان (کسدیوں کا اُور) بتایا گیا ہے (پیدائش ۱۱/۲۸، ۳۱) حالانکہ کسدیوں کا جدامجد کسد ابرام کا سگا بھتیجا تھا جو کہ نحور کا چوتھا بیٹا تھا (پیدائش ۲۲/۲۲) یہ کیونکر ممکن ہے کہ ابرہام کی عمر ۷۵ برس ہونے تک ابرام کے چھوٹے بھائی نحور کے چوتھے بیٹے کسد کی اولاد سے پورا ملک بھر گیا ہو؟ بمطابق بائبل ابرام اپنی بیوی ساری اور بھتیجے لوطؑ کے ہمراہ کسدیوں کے اُور سے نکل کر حاران میں جا بسا (پیدائش ۱۱/۳۱۔۳۲) حاران ابرام کا سب سے چھوٹا بھائی تھا (ایضاً ۱۱/۲۶) یہ کیونکر ممکن ہے کہ ابرام کی عمر ۷۵ برس ہونے تک حاران کی اولاد سے پورا شہر آباد ہو چکا تھا؟ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ حاران کا صرف ایک بیٹا لوطؑ اور ۲ بیٹیاں (۱) ملکہ (۲) اسکہ تھیں۔ (ایضاً ۱۱/۲۹۔۳۱)

کنعان میں کال پڑنے کی وجہ سے ابرام مصر کو چلا گیا۔ تب ابرام نے اپنی بیوی ساری سے کہا کہ "دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے، اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اس کی بیوی ہے، سو وہ مجھے تو مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے، سو تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں تا کہ تیرے سبب سے میری خیر ہو اور میری جان تیری بدولت بچی رہے" (پیدائش ۱۲/۱۱-۱۳) ساری نے ابرام کے حکم پر عمل کیا، "اور فرعون کے امراء نے اسے دیکھ کر فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچائی گئی، اور اس نے اس کی خاطر ابرام پر احسان کیا اور بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ اس کے پاس ہو گئے، پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان پر ابرام کی بیوی ساری کے سبب سے بڑی بڑی بلائیں نازل کیں، تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تیری بیوی ہے؟ تو نے یہ کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اسے لیے میں نے اسے لیا کہ وہ میری بیوی بنے۔ سو دیکھ تیری بیوی حاضر ہے۔ اس کو لے اور چلا جا، اور فرعون نے اس کے حق میں اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور انہوں نے اسے اور اس کی بیوی کو اس کے سب مال کے ساتھ روانہ کر دیا، اور ابرام مصر سے اپنی بیوی اور اپنے سب مال اور لوط کو ساتھ لے کر کنعان کے جنوب کی طرف چلا، اور ابرام کے پاس چوپائے اور سونا چاندی بکثرت تھا" (پیدائش ۱۲: ۱۵ تا ۱۳: ۲) سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرعون کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ساری ابرام کی بیوی ہے اور بہن نہیں ہے؟ کیونکہ ساری خود ابرام کو بھائی ظاہر کرتی تھی اور ابرام بھی اسے بہن ظاہر کرتا تھا، کیا نازل ہونے والی بڑی بڑی بلاؤں نے بتایا تھا؟ وہ بلائیں کتنی بڑی بڑی تھیں؟ کیونکہ بڑی بلائیں اور بڑی بڑی

بلائیں میں فرق ہے۔ بڑی بلائیں سے مراد بہت زیادہ بلائیں جبکہ بڑی بڑی بلائیں سے مراد قدآور بلائیں ہے۔اللہ جانے وہ بلائیں کتنی بڑی بڑی تھیں؟ بھینس جتنی یا ہاتھی جتنی جتنی بڑی یا اس سے بھی بڑی بڑی تھیں؟ وہ کیسی بلائیں تھیں جن سے نہ تو کسی کا جانی نقصان ہوا اور نہ ہی مالی؟ اور پھر یہ کہ خدا نے بلائیں کیوں نازل کیں؟ کیونکہ بائبل سے فرعون کا بے قصور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے کہا کہ ”تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تیری بیوی ہے؟ تو نے یہ کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اسی لیے میں نے اسے لیا کہ وہ میری بیوی بنے“ (پیدایش ۱۲/۱۸۔۱۹) بائبل سے ثابت ہوا کہ غلطی ابرام کی تھی جبکہ فرعون بے قصور تھا، کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ یہ عورت شوہر والی ہے، اور پھر فرعون ساری کو عیاشی اور آبروریزی کے لیے نہیں لایا تھا، بلکہ فرعون ساری کو کنواری سمجھ کر اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا، جیسا کہ اس نے کہا ”اس لیے میں نے اسے لیا کہ وہ میری بیوی بنے“ (ایضاً) کیونکہ غیر شادی شدہ عورت سے بیاہ کر لینے میں کوئی حرج نہیں اس لیے فرعون بے قصور تھا اور اس پر نامعلوم بڑی بڑی بلاؤں کا نزول خلاف عدل تھا، ملحدین بائبل کی اس کہانی کا بڑے سخت اور غلط الفاظ کے ساتھ تمسخر اڑاتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ بائبل نے ابرام کی ایسی کہانی بیان کی ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابرام نے سونا چاندی چوپائے غلام (۱) اور لونڈیوں کے حصول کے لیے ایک سوچی سمجھی اسکیم پر عمل کیا اور کامیابی حاصل کر لی۔ (استغفر اللہ)

---

(۱) پیدایش ۱۴/۱۲۔۲۴ سے ثابت ہے کہ ابراہیم ایک طاقتور جنگجو اور غیور بادشاہ تھے اور ایک تسمے کا بھی لالچ نہ رکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ بیوی کو فرعون کے بستر پر بھیج دینے اور مال وزر قبول کر لینے کا واقعہ سراسر وضعی ہے)

سچی بات تو یہ ہے کہ ابرام سے منسوب یہ کہانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سازش کا نتیجہ ہے۔ ۷۵ برس کی عمر میں باپ کے مرنے کے بعد ابرام نے کنعان کی طرف سفر شروع کیا (پیدائش ۱۲:۴) اللہ جانے ابرام کے کنعان میں کتنے عرصہ قیام کے بعد کال پڑا تو ابرام مصر پہنچ گیا؟ اور نا جانے مصر میں کتنے عرصے قیام کے بعد ساری کے حسن کا چرچا فرعون تک جا پہنچا، حاران سے کنعان پھر کنعان میں قیام پھر قحط پھر مصر کی طرف سفر پھر مصر میں قیام پھر ساری کے حسن کے چرچے، حتیٰ کہ فرعون تک اطلاع اور ساری کی فرعونی محل میں طلبی تک اگر کم از کم ۱۵ برس کا عرصہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس قابل شرم وقوعہ کے وقت ابرام کی عمر ۷۵ + ۱۵ = ۹۰ برس بنتی ہے۔ ساری ابرام سے دس برس چھوٹی تھی (پیدائش ۱۷:۱۷) یعنی فرعون کے محل میں ساری کی عمر کم از کم ۹۰ ـ ۱۰ = ۸۰ برس تھی، بالفرض محال اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ ایک ہی روز میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے ابرام حاران سے کنعان پہنچ گیا تھا اور دوسرے ہی روز پھر ہزاروں میل کا سفر طے کر کے کنعان سے مصر پہنچ گیا تھا تو تب بھی فرعون کے محل میں ساری کی عمر ۷۵ ـ ۱۰ = ۶۵ برس بنتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فرعون کی عقل گھاس چرنے چلی گئی تھی جو ۶۵ برس کی ادھیڑ عمر کی نیم بڈھی کو کنواری چھوکری سمجھ کر بیوی بنانے کے لیے محل میں لے آیا تھا؟ کیا فرعون کو ۶۵ سالہ بوڑھی ساری سے زیادہ خوبصورت کوئی لڑکی پورے مصر سے بھی نہ ملی؟ پھر کیونکر مان لیا جائے کہ فرعون نے ۶۵ برس کی بوڑھی عورت کے لیے ابرام کو ہزاروں بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اونٹ اور دیگر چوپائے بکثرت سونا چاندی دیا (پیدائش ۱۲:۱۵ تا ۱۳:۲) یہ خلاف عقل ہے۔

مزید ستم ظریفی یہ کہ بالکل ایسی ہی ایک اور کہانی ابرام اور ساری سے

منسوب کی جاتی ہے۔ چنانچہ ابرام ۹۹ برس کا تھا جب ابرام کا ختنہ ہوا اور خدا نے اس کا نام ابرہام اور ساری کا نام سارہ رکھا (پیدائش ۱۷:۵، ۱۵، ۲۴) اور خدا نے ابرہام کو سارہ سے اضحاق کی پیدائش کی خوشخبری دی تو ''تب ابرہام سرنگوں ہؤا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہوگی؟'' (پیدائش ۱۷:۱۷) بائبل اس حالت میں سارہ کو بڑھیا کہتی ہے (ایضاً ۲۴:۳۶) ''ابرہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے'' (ایضاً ۱۸:۱۱) اب قارئین کرام! دل پر ہاتھ رکھ کر اس کے بعد کا قصہ پڑھیں۔

اور ابرہام وہاں سے جنوب کے ملک کی طرف چلا اور قادس اور شور کے درمیان ٹھہرا اور جرار میں قیام کیا، اور ابرہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے اور جرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوا لیا، لیکن رات کو خدا ابی ملک کے پاس خواب (۱) میں آیا اور اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے جسے تو نے لیا ہے ہلاک ہوگا، کیونکہ وہ شوہر والی ہے، پر ابی ملک نے اس سے صحبت نہیں کی تھی، سو اس نے کہا اے خداوند کیا تو صادق قوم کو بھی مارے گا؟ کیا اس نے خود مجھ سے نہیں کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اور وہ آپ بھی یہی کہتی تھی کہ وہ میرا بھائی ہے، میں نے تو اپنے سچے دل اور پاکیزہ ہاتھوں سے یہ کیا، اور خدا نے اسے خواب میں کہا ہاں میں جانتا ہوں کہ اپنے سچے دل سے یہ کیا اور میں نے بھی تجھے روکا کہ تو میرا گناہ نہ کرے، اسی لیے میں نے تجھے اس کو چھونے نہ دیا، اب تو اس مرد کی بیوی کو واپس کر دے کیوں کہ

---

(۱) سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابی ملک سارہ سے ملے بغیر کیوں سو گیا تھا؟ کیا اسے سارہ کا اشتیاق نہ تھا؟ ثابت ہوا کہ کہانی میں حقیقت نہیں۔

وہ نبی ہے اور وہ تیرے لیے دعا کرے گا اور تو جیتا رہے گا، پھر اگر تو اسے واپس نہ کرے تو جان لے کہ تو بھی اور جتنے تیرے ہیں سب ضرور ہلاک ہوں گے، تب ابی ملک نے صبح سویرے اٹھ کر اپنے سب نوکروں کو بلایا اور ان کو یہ سب باتیں کہہ سنائیں، تب وہ لوگ بہت ڈر گئے اور ابی ملک نے ابرہام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے ہم سے یہ کیا کیا؟ اور مجھ سے تیرا کیا قصور ہوا کہ تو مجھ پر اور میری بادشاہی پر ایک گناہ عظیم لایا؟ تو نے مجھ سے وہ کام کیے جن کا کرنا مناسب نہ تھا، ابی ملک نے ابرہام سے یہ بھی کہا کہ تو نے کیا سمجھ کر یہ بات کی؟ ابرہام نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ خدا کا خوف تو اس جگہ ہرگز نہ ہوگا اور وہ مجھے میری بیوی کے سبب سے مار ڈالیں گے، اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے، کیونکہ وہ میری باپ کی بیٹی ہے اگرچہ میری ماں کی بیٹی نہیں، پھر وہ میری بیوی ہوئی، اور جب خدا نے مجھے میرے باپ کے گھر سے آوارہ کیا تو میں نے اس سے کہا کہ مجھ پر یہ تیری مہربانی ہوگی کہ جہاں کہیں ہم جائیں تو میرے حق میں یہی کہنا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ تب ابی ملک نے بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور غلام اور لونڈیاں ابرہام کو دیں اور اس کی بیوی سارہ کو بھی اسے واپس کر دیا، اور ابی ملک نے کہا کہ دیکھ میرا ملک تیرے سامنے ہے، جہاں جی چاہے رہ، اور اس نے سارہ سے کہا کہ دیکھ میں نے تیرے بھائی کو چاندی کے ہزار سکے دیئے ہیں، وہ ان سب کے سامنے جو تیرے ساتھ ہیں تیرے لیے آنکھ کا پردہ ہے، اور سب کے سامنے تیری داد رسی ہوگی، تب ابرہام نے خدا سے دعا کی اور خدا نے ابی ملک اور اس کی بیوی اور اس کی لونڈیوں کو شفا بخشی اور ان کے اولاد ہونے لگی، کیونکہ خداوند نے ابرہام کی بیوی سارہ کے سبب سے ابی ملک کے خاندان کے رحم بند کر دیئے تھے"۔ (پیدائش ۲:۲۰۔۱۸)

سوچنے کی بات ہے کہ ابرہام نے بیوی کو بہن کہہ کر جھوٹ بولنے والی غلطی کا اعادہ کیوں کیا؟ جبکہ یہی کام پہلے بھی کر کے ابرہام کو فرعون کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ اور ابرہام کو یہ تجربہ بھی ہو گیا تھا کہ شوہر والی عورت محفوظ رہتی ہے، ملحدین کہتے ہیں کہ بائبل نے ایسا ابرہام پیش کیا ہے جو سونا چاندی غلام لونڈیاں بھیڑ بکریاں اور گائے بیل حاصل کرنے کے لیے اپنی خوبصورت بیوی کو شاہی محلات میں بھیج دیا کرتا تھا، ورنہ ایک ہی غلطی کو دوبارہ دہرانے کی کوئی اور معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ قارئین کرام خوب جان لیں کہ ہم ملحدین کے ایسے بیانات سے سخت بیزار ہیں اور ہزار زبان سے تبرا کرتے ہیں، اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بالکل سچے نبی تھے، پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے ''ان دونوں افسوسناک موقعوں پر خدا نے مداخلت کر کے حالات کو بدلا اور بت پرست بادشاہوں نے ابرہام کو اس کے جھوٹ پر ملامت کی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۴۹۰ کالم نمبر ۱) سچ تو یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات غیر حقیقی ہیں، کیونکہ اللہ کے نبی جھوٹ نہیں بولتے۔ اور اپنی جان بچانے کے لیے اپنی ازواج کی عزت کو بھینٹ نہیں چڑھاتے، اس واقعہ کے بطلان کے لیے ہم بائبل مقدس سے پانچ شواہد عرض کرتے ہیں۔

شاہد نمبر ۱: ابرہام یہ غلطی پہلے کر کے معلوم کر چکا تھا کہ بیوی کو بہن کہہ دینے سے انسان عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے، کیونکہ کنواری یا بیوہ سمجھ کر بادشاہ خوبصورت عورتیں حاصل کر لیتے تھے، اس لیے ابرہام دوسری بار وہی غلطی پھر نہ دہراتا۔ اور پھر پورا ملک کنواریوں و بیواؤں اور سہاگنوں اور کسبی فاحشاؤں سے بھرا پڑا تھا اس لیے ابی ملک اور فرعون نے صرف سنارہ کا ہی انتخاب کیوں کیا؟

شاہد نمبر۲: سارہ کی عمر اس وقت ۹۰ برس تھی (پیدایش ۱۷:۱۷) ''اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے'' (پیدایش ۱۸/۱۱) ایک سے بڑھ کر ایک حسیناؤں سے بھرے ملک کے بادشاہ ابی ملک نے ۹۰ سالہ بوڑھی عورت کا انتخاب کیوں کیا؟ مفسر رس ارون لکھتا ہے، ''اکثر عورتیں ادھیڑ عمر کو پہنچ کر اپنی خوبصورتی اور کشش کھو بیٹھتی ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارہ ۹۰ سال کی عمر میں بھی پر کشش عورت تھی۔ کم از کم بادشاہ ابی ملک کا اس کی خوبصورتی سے متاثر ہونا یہی ظاہر کرتا ہے'' (پیدایش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۸۶ تا ۱۸۷) لیکن پادری صاحب کا ایسا لکھنا غلط ہے، کیونکہ ۹۰ برس ادھیڑ عمر نہیں کہلاتی بلکہ یہ بڑھاپے کا ضعیف ترین حصہ ہے۔ جیسا کہ خود بائبل مقدس کہتی ہے کہ ''اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے'' (پیدایش ۱۸:۱۱) بائبل میں بشر کی زیادہ سے زیادہ عمر ۱۲۰ برس مقرر کی گئی ہے (پیدایش ۶:۳) ادھیڑ آدھی عمر کو کہتے ہیں، یوں بائبل کے مطابق ۶۰ برس کی عمر ادھیڑ عمر بنتی ہے، سارہ ابرہام کی ہمراہی میں کسدیوں کے اور سے روانہ ہوئی ''تو اس وقت سارہ کی عمر ۶۵ برس تھی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۴۹۰ و پیدایش ۱۲:۴) لہٰذا اُور سے روانگی کے وقت ہی سارہ ادھیڑ عمر سے تجاوز کر چکی تھی، لہٰذا ثابت ہوا کہ فرعون کے دربار میں سارہ ادھیڑ عمر سے متجاوز جبکہ جرار کے بادشاہ ابی ملک کے دربار میں نہایت ہی ضعیف اور بوڑھی عورت تھی۔ اغلب ہے کہ سفید بالوں والے سر اور جھریوں سے بھرے چہرے پر موجود آنکھیں اچھی طرح دیکھ بھی نہ سکتی ہوں گی، کان سماعت سے عاری ہو چکے ہوں گے، کیونکہ سارہ ۹۰ برس کی ہو چکی تھی جبکہ بائبل تو ۸۰ برس کی عمر کو بھی ''نہایت عمر رسیدہ'' کہتی ہے (۲۔ سموئیل ۱۹۔۳۲) بائبل کے مطابق بڑھاپے میں تمام اعضاء قوئ کمزور ہو جاتے ہیں (واعظ ۱۲:۲۔۶) اور بائبل شہادت دیتی ہے

کہ ''سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عوتوں کی ہوتی ہے'' (پیدائش ۱۸:۱۱) مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔ اندریں حالات کیونکر مان لیا جائے کہ سارہ ۹۰ برس کی عمر میں بھی پر کشش دوشیزہ تھی؟ جسے کنواری سمجھ کر ابی ملک محل میں لے آیا تھا کہ اپنی دلہن بنالے۔ یاللعجب۔

شاہد نمبر۳: مفسر مورس بلینز کارڈ۔ ٹی۔ ایچ۔ ڈی لکھتا ہے ''ابرہام بہت دولت مند اور طاقتور شخص تھا، اس کے پاس ۳۱۸ مسلح جنگجو مرد تھے جو اس کے ساتھ ساتھ سفر کرتے اور اس کی خدمت کرتے تھے، اس زمانہ میں قبیلوں کے سردار ہی بادشاہ کہلاتے تھے۔ اس طرح ابرہام بھی ایک بادشاہ ہی تھا، شاید وہ ایک قبیلہ کا سردار تھا جس کے افراد کی تعداد دو ہزار کے قریب ہو گی، لڑائی میں اس کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اچھی خاصی فوجی صلاحیت بھی رکھتا تھا'' (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی۔ جلد نمبر ا صفحہ ۴۰) بائبل مقدس سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے، جہاں اس واقعہ سے ۲۵ برس قبل ابرہام کا چار زبردست بادشاہوں یعنی عیلام کے بادشاہ کدرلاعمر اور جوئیم کے بادشاہ تدعال اور سنعار کے بادشاہ امرافل اور الاسر کے بادشاہ اریوک کو شکست دینا مذکور ہے (پیدائش ۱۴:۸۔۱۷) اندین حالات کیونکر مان لیا جائے کہ ابرہام نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی بیوی کو عیاش بادشاہوں کے بستروں پر بھیج دیا ہو؟ (معاذ اللہ) کوئی غریب سے غریب آدمی بھی اتنی آسانی سے اپنی غیرت کا بیڑا غرق نہیں ہونے دیتا، ۱۹۴۷ء میں جب مہاجرین انڈیا سے پاکستان پہنچ رہے تھے تو ہزاروں مسلمانوں نے اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا، ہزاروں مسلم دوشیزاؤں نے جان دے دی لیکن عزت کو داغدار ہونے سے بچالیا۔ لہٰذا یہ کیونکر ممکن ہے کہ چار بادشاہوں کی مشترکہ

افواج کو شکست دینے والا زبردست حکمران جنگجو فاتح نبی ابرہام ابی ملک کے سامنے اسقدر بے بس ہو گیا کہ اپنی غیرت تک کو بھینٹ چڑھا دیا؟

شاہد نمبر۴: پیدائش ۲۰/۳،۸ کے مطابق سارہ ابی ملک کے محل میں صرف ایک ہی رات رہی تھی، پھر کیونکر ثابت ہوا کہ سارہ کے محل میں آتے ہی ابی ملک کی ازواج اور لونڈیوں کے رحم بند ہو گئے تھے اور اولاد ہونا بند ہو گئی تھی اور صبح کو جب ابرہام نے دعا کی تو ابی ملک کے خاندان کی سب عورتوں کے رحم کھل گئے اور دھڑا دھڑ اولاد ہونا شروع ہو گئی؟ وہ کونسا آلہ ہے جس سے رات کو معلوم ہو گیا تھا کہ خاندان کی تمام عورتوں کے رحم بند ہو چکے ہیں، اور صبح دعائے ابراہیمؑ کے بعد معلوم ہوا کہ شکر ہے اب رحم کھل گئے ہیں؟

شاہد نمبر۵: گناہ تو ابی ملک نے کیا کہ ابرہام کی بیوی چھین لی، لیکن سزا اس کی ازواج اور کنیزوں کو ملی کہ ان کے رحم بند کر دیئے گئے، یہ کیسا انصاف ہے؟ اور یہ خود بائبل مقدس کی تعلیم کے بھی خلاف ہے کہ، کرے کوئی اور بھرے کوئی (استثنا ۲۴/۱۶ ،۲۔سلاطین ۱۴/۶ یرمیاہ ۳۱/۳۰ وحزقی ایل ۱۸/۲۰) اور بنظر انصاف دیکھا جائے تو ابی ملک بے گناہ تھا (پیدائش ۲۰/۴۔۶) خدا نے بھی اسے بے گناہ قرار دیا (ایضاً ۲۰/۶) مزید دیکھو آیات ۹، ۱۰، ۱۴۔۱۶، سچی بات تو یہ ہے کہ ابراہیمؑ سچے نبی تھے مذکورہ واقعات خود ساختہ ہیں بہتان ہیں۔قرآن پاک نے ان واقعات کی تردید یوں فرمائی ''وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا '' (القرآن ۱۹:۴۱) کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کرو بیشک وہ سچا نبی تھا۔

طوفان نوحؑ سے ولادت ابراہامؑ تک

بائبل کے مطابق نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ۳۵۰ برس تک جیتے رہے (پیدایش ۲۸/۹) پیدایش ۱۱: ۱۰۔۲۷ کے مطابق طوفان سے لے کر ابرم کی ولادت تک ۲۹۲ برس کا عرصہ ہے، یعنی نوح کی وفات کے وقت ابرام کی عمر ۳۵۰۔۲۹۲ = ۵۸ برس تھی، حالانکہ یہ بات تمام اہل علم مورخین کے مطابق غلط ہے، اور پھر توریت کے سامری نسخہ کے مطابق طوفان سے ولادت ابرام تک ۹۴۲ برس کا عرصہ ہے یعنی ابرام کی پیدایش سے ۹۴۲۔۳۵۰= ۵۹۲ برس قبل نوح کی وفات ہو چکی تھی، جبکہ یونانی متن کے مطابق طوفان سے ولادت ابرام تک ۱۰۷۲ برس کا عرصہ ہے یعنی ابرام کی پیدایش سے ۱۰۷۲۔۳۵۰= ۷۲۲ برس قبل نوح فوت ہو چکے تھے۔ لیکن موجودہ تراجم عبرانی نسخہ سے کیے گئے ہیں، موجودہ تراجم کے مطابق طوفان کے ۲ برس بعد نوح کے بیٹے سم سے ارفکسد پیدا ہوا (پیدایش ۱۰/۱۱) ارفکسد ۳۵ برس کا تھا تو سلح پیدا ہوا (ایضاً ۱۲/۱۱) سلح ۳۰ برس کا تھا تو عبر پیدا ہوا (ایضاً ۱۴/۱۱) عبر ۳۴ برس کا تھا تو فلج پیدا ہوا (ایضاً ۱۶/۱۱) فلج ۳۰ برس کا تھا تو رعو پیدا ہوا (ایضاً ۱۸/۱۱) رعو ۳۲ برس کا تھا تو سروج پیدا ہوا (ایضاً ۲۰/۱۱) سروج ۳۰ برس کا تھا تو نحور پیدا ہوا (ایضاً ۲۲/۱۱) نحور ۲۹ برس کا تھا تو تارح پیدا ہوا (ایضاً ۲۴/۱۱) تارح ۷۰ برس کا تھا تو ابرام پیدا ہوا (ایضاً ۲۶/۱۱) یوں عبرانی متن یعنی موجودہ تراجم کے مطابق طوفان نوحؑ سے ابرام کی پیدایش تک کا عرصہ (۱)

---

(۱) ثابت ہوا کہ ابرہام نے نوح کا زمانہ پایا ہے کیونکہ لکھا ہے۔ ''اور طوفان کے بعد نوح ساڑھے تین سو برس اور جیتا رہا'' (پیدایش ۲۸/۹) جبکہ ابرہام طوفان کے ۲۹۲ برس بعد پیدا ہوا، لہٰذا لازم آیا کہ نوح کی وفات کے وقت ابرہام کی عمر ۳۵۰۔۲۹۲=۵۸ برس کی تھی لیکن تمام تحقیق کے مطابق یہ غلط ہے۔

۲+ ۳۵+ ۳۰+ ۳۴+ ۳۰+ ۳۲+ ۳۰+ ۲۹+ ۷۰ = ۲۹۲ برس ہے حاران سے کنعان روانگی کے وقت ابرام ۷۵ برس کا تھا (پیدائش ۱۲/۱۴) گویا ابرام کے کنعان اور مصر پہنچنے تک طوفان نوح کو ۲۹۲ + ۷۵ = ۳۶۷ برس بیت چکے تھے، طوفان سے زندہ بچ جانے والے صرف ''نوح اور نوح کے بیٹے سم اور حام اور یافت اور نوح کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی تینوں بیویاں'' ہی ہیں (پیدائش ۷/۱۳) ''یہی تینوں نوح کے بیٹے تھے اور ان ہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی'' (ایضاً ۹/۱۹) بائبل مقدس سے عیاں ہے کہ ابرہام کے زمانہ میں پوری زمین انسانوں سے آباد تھی، بڑے بڑے خوبصوت شہر اور تہذیب کے زیور سے آراستہ شہروں قصبوں اور دیہاتوں سے بھرے کنعان اور مصر جیسے ہزاروں ممالک آباد تھے۔ لیکن قارئین کرام! صرف ۳۶۷ برس میں صرف ۳ مردوں کی اولاد سے کیا اتنی آبادی ممکن ہے؟

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام اللہ کے سچے نبی اور صالحین میں سے تھے (القرآن ۳۷:۱۱۲) آپؑ بوڑھے ضعیف والدین سے اس وقت پیدا ہوئے جب اولاد ہونے کی تمام امیدیں مردہ ہو چکیں تھیں۔ آپؑ کی والدہ محترمہ بانجھ اور انتہائی بڑھاپے میں تھیں جب اللہ نے فرشتوں کی زبانی آپؑ کی پیدایش کی خوشخبری دی گئی، اس پیشنگوئی پر آپ کی والدہ اپنے بڑھاپے اور بانجھ پن کی وجہ سے بہت حیران ہوئیں۔ (القرآن ۵۱:۲۹، ۱۱:۷۱، ۳۷:۱۱۲)

بائبل مقدس کے مطابق ابرہام کی بیوی سارہ ابرہام کے باپ کی سگی بیٹی تھی، اگرچہ ماں کی بیٹی نہ تھی (پیدایش ۲۰:۱۲) یعنی ابرام اور ساری باہم بہن بھائی تھے، ابرام اور ساری کی شادی ہوگئی (پیدایش ۱۱:۲۹) قرآن اور بائبل ہر دو کے مطابق ایسا نکاح حرام ہے (القرآن ۴/۲۳ واحبار ۱۸/۹، ۲۰/۱۷ واستثنا ۲۷/۲۲) ساری بانجھ عورت تھی (پیدایش ۱۶:۱) آخر خدا نے سارہ کو ۹۰ برس کی عمر میں بیٹا اضحاق دیا (پیدایش ۲۱/۳) تمام نبی اسرائیل اضحاق کی اولاد ہیں، ابرام کے چھوٹے بھائی نحور نے اپنی سگی بھتیجی ملکاہ سے بیاہ کرلیا (پیدایش ۱۱/۲۷۔۲۹) ان چچا بھتیجی سے اضحاق کا سسر اور اسرائیل یعنی یعقوب کا نانا بیتوایل پیدا (۱) ہوا (پیدایش ۲۴/۱۵) اسی بیتوایل کی بیٹی ربقہ ضحاق کی بیوی بنی (پیدایش ۲۴/۶۷) بائبل مقدس میں ابرام

(۱) دیکھو پیدایش ۲۲:۲۰۔۲۴

اور ساری سے بالکل ملتی جلتی ایک انتہائی افسوسناک کہانی اضحاق اور ربقہ سے متعلق بھی درج ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ''پس اضحاق جرار میں رہنے لگا، اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی بیوی کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا وہ میری بہن ہے کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ڈرا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں ربقہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اسے قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ وہ خوبصورت تھی، جب اسے وہاں رہتے بہت دن ہو گئے تو فلستیوں کے بادشاہ ابی ملک نے کھڑکی سے جھانک کر نظر کی اور دیکھا کہ اضحاق اپنی بیوی ربقہ سے ہنسی کھیل کر رہا ہے، تب ابی ملک نے اضحاق کو بلا کر کہا کہ وہ تو حقیقت میں تیری بیوی ہے۔ پھر تو نے کیونکر اسے اپنی بہن بتایا؟ اضحاق نے اس سے کہا، اس لیے کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں میں اس کے سبب سے مارا نہ جاؤں''۔ (پیدائش ۲۶:۶۔۹)

مفسر رس اروِن لکھتا ہے، ''جو کچھ بچے اپنے والدین کو کرتے دیکھتے ہیں، وہی کچھ وہ کرتے ہیں۔ وہ ان کی باتوں کی نسبت ان کے عمل سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اگرچہ ابرہام اضحاق پر بڑا اچھا اثر رکھتا تھا تو بھی اس کی جھوٹ کی کمزوری اضحاق میں منتقل ہو گئی...... جب اس نے ابی ملک سے جھوٹ بولا'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۲۰۳) ملحدین کا کہنا ہے کہ اضحاق نے اس عمل میں اپنے باپ ابرہام کی نقل اس لیے کی کہ اسے ایسا کرنے سے بہت سا سونا چاندی غلام لونڈیاں اور مویشی ملنے کی امید تھی، جیسا کہ ابرہام یہ عمل کر کے دوبار دولت کما چکا تھا۔ لیکن ہم ملحدین کے ایسے خیالات و بکواسیات پر لعنت بھیجتے ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ بائبل مقدس کا گہرا مطالعہ کرنے سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کا بے گناہ اور سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم چند دلائل ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: ۴۰ برس کی عمر میں اضحاق سے شادی ہوئی تو ربقہ بانجھ ہو چکی تھی (پیدائش ۲۵/۲۰-۲۱) معلوم ہوا کہ ربقہ عمر میں اضحاق سے بہت بڑی تھی۔ اضحاق ۶۰ برس کا تھا جب بانجھ ربقہ سے عیسو اور یعقو[illegible] جڑواں بیٹے پیدا ہوئے (پیدائش ۲۵:۲۶) ''وہ لڑکے بڑھے اور عیسو شکار میں ماہر ہو گیا اور جنگل میں رہنے لگا اور یعقوب سادہ مزاج ڈیروں میں رہنے والا آدمی تھا'' (پیدائش ۲۵:۲۷) یعنی عیسو اور یعقوب لڑکپن سے بڑھ کر آدمی بن چکے تھے۔ اس کے دیر بعد یعقوب سادہ مزاج نے بھوک سے نڈھال بھائی عیسو سے مسور کی دال اور روٹی کے عوض پہلوٹھے کا حق خرید لیا (ایضاً ۲۵/۲۹-۳۴) اس کے کافی عرصہ بعد ملک میں کال پڑا تو اضحاق جرار میں جا بسا، بائبل واضح کرتی ہے کہ اضحاق کو جرار میں رہتے کافی عرصہ ہو گیا تو مندرجہ بالا افسوسناک واقعہ پیش آیا، لفظ ''آدمی'' کا اطلاق کم از کم ۳۰ برس کے مرد پر ہوتا ہے۔ کیونکہ ۲۰ سے ۲۵ برس کے مرد کو لڑکا کہا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ جب عیسو جنگلوں میں رہتا اور شکار کرتا تھا اس وقت اضحاق کی عمر ۶۰ + ۳۰ = ۹۰ برس کم از کم تھی، لہٰذا اس کے دیر بعد یعقوب کا مسور کی دال کے بدلے پہلوٹھے کا حق خریدنا، پھر دیر بعد ملک میں کال پڑنا، پھر اضحاق کی جرار کو ہجرت، پھر کافی دیر بعد ابی ملک والا افسوسناک واقعہ ہوا۔ اگر یہ سارا عرصہ دس برس بھی سمجھ لیا جائے تو واقعہ کے وقت اضحاق کی عمر ۹۰ + ۱۰ = ۱۰۰ برس کم از کم بنتی ہے۔ اور ربقہ کی عمر کیا ہو گی جو اضحاق سے بھی بڑی عمر والی تھی۔ بالفرض محال ربقہ کو اضحاق سے دس برس چھوٹی بھی مان لیا جائے تو واقعہ کے وقت ربقہ کی عمر کم از کم ۹۰ برس تو ضرور ہی بنتی ہے۔ یہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ سفید بالوں اور جھریوں سے بھرے چہرے پر نیم بینا آنکھوں والی بہری بڑھیا

یعنی ۹۰ سالہ بڈھی ربقہ کے حسن و جمال کے چرچے جرار کے بادشاہ ابی ملک کے محلات تک پہنچ چکے تھے؟

دلیل نمبر۲: حیرت ہے کہ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے شاہی محل کی کھڑکی سے جھانک کر اضحاق کو ربقہ سے ہنسی کھیل کرتے کیسے دیکھ لیا؟ کیا اضحاق شاہی محل کے پڑوس میں رہتا تھا؟ اگر ایسا ہی تھا تو وہ کھلے صحن میں ایسا عمل کیوں کرنے لگا؟ کوئی بھی شخص کھلے صحن میں یہ عمل نہیں کرتا، بالخصوص ایسی حالت میں کہ ہمسایوں کی کھڑکی اس کے آنگن میں کھلتی ہو۔ اور پھر اگر شاہی محل کی کھڑکی جس سے عیاش اور زانی بادشاہ اکثر جھانکتا ہو، صحن میں کھلتی ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آدمی دن کی تیز روشنی میں صحن کے اندر یہ عمل شروع کر دے۔ اور خاص الخاص اضحاق جو لوگوں کے روبرہ بیوی کو بہن کہتا تھا وہ سورج کی تیز روشنی میں ایسے مقام پر ایسا عمل نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ اسے راز افشا ہونے کا خوف تھا۔

دلیل نمبر۳: اضحاق اسی سال پیدا ہوا تھا جب ابرہام اور سارہ جرار میں تھے، اب جبکہ اضحاق سو برس کا تھا تو ابی ملک جو ابرہام کا ہم عمر تھا شائد اضحاق کے سو برس کا ہونے تک زندہ بھی (۱) نہ ہو گا، لیکن بائبل بتاتی ہے کہ اضحاق اور ربقہ کے وقت بھی وہی ابی ملک جرار کا بادشاہ تھا۔ بہر کیف اگر اس وقت تک جبکہ اضحاق سو برس کا تھا ابی ملک کو زندہ تسلیم کر لیا جائے تو تب بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے زیادہ لاغر ضعیف کو بلند و بالا محل کی کھڑکی سے گہرائی میں دور گھر کے صحن میں اضحاق اور ربقہ کا ہنسی کھیل

---

(۱) مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے "اضحاق ساری عمر کنعان ہی میں رہا" (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا صفحہ ۴۳) اگر اضحاق ساری عمر کنعان سے باہر نہیں گیا تو جرار کا واقعہ، خود ساختہ ثابت ہوتا ہے۔

کرنا کیونکر نظر آ گیا؟ اب ہم بائبل مقدس کے بیانات پر کیا اظہار خیال کریں کہ جس نے جرار کے فلستی بادشاہ ابی ملک کو ایک ماقوف الفطرت ہستی بنا کر پیش کر دیا ہے کہ جو ابرام کے وقت بھی جوان تھا اور سو سالہ اضحاق کے بڑھاپے میں بھی جوان اور توانا تھا اور تقریباً ہزار سال بعد داؤد کے زمانہ میں بھی موجود اور جوان تھا۔ (دیکھئے زبور نمبر ۳۴ کا سرنامہ)

بہر حال بائبل مقدس کے پیش کردہ اضحاق کا مطالعہ آپ کر چکے ہیں، اب آیئے کہ ابرہام کے دوسرے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے مطالعہ کریں کہ قرآن عظیم اور بائبل مقدس ابراہیم علیہ السلام کے پہلوٹھے بیٹے اسماعیلؑ کے بارے اور آپ کی والدہ ہاجرہؓ مصری شہزادی کے بارے کیا کہتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ کی سچے نبی تھے، رسول اللہ تھے، وعدوں کے بڑے سچے تھے اور اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کرتے رہتے تھے (القرآن ۱۹:۵۴۔۵۵) آپؑ انتہائی حلیم تھے (القرآن ۳۷:۱۰۱) آپ ذبیح اللہ تھے آپ کی قربانی کے عظیم واقعہ کے بعد اللہ نے ابراہیمؑ کو حضرت اسحاق کی بشارت دی۔ (القرآن ۳۷:۱۰۲۔۱۱۲)

بائبل مقدس کے مطابق ابرہام کی تین بیویاں تھیں، (۱) سارہ جو آپ کی علاتی بہن تھی (پیدایش ۲۰/۱۲) (۲) ہاجرۃؑ مصری شہزادی (۳) قطورہ (پیدایش ۲۵/۱۔۲) سارہ کی اولاد میں تمام نبی اسرائیل اور بنی عیسو یعنی ادومی ہیں، حضرات موسیٰؑ وہارونؑ وداؤدؑ وسلیمانؑ ویسوع مسیح جیسے انبیائے عالی شان بھی حضرت سارہؑ کی اولاد میں سے ہیں (متی ۱:۱۔۱۶) قطورہ سے زمران اور یقسان اور مدان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے (پیدایش ۲۵:۱۔۲) بائبل میں ابرہام کی بیوی ہاجرہ کو مصری (۱) لونڈی کہا گیا ہے (پیدایش ۱۶/۱۔۳) لیکن اسلامی روایات کے مطابق حضرت ہاجرۃؑ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی، جب فرعون کو معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی حضرت ابرہیم علیہ السلام

(۱) ہاجرہ کو سارہ کی لونڈی کہنا اسماعیلیوں سے تعصب کی وجہ سے ہے کیونکہ بائبل کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سارہ نے مصر سے کوئی لونڈی خریدی ہو۔ اور نہ ہی اسے جہیز میں لونڈی ملنے کا ثبوت ملتا ہے، پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ ہاجرہ واقعتاً سارہ کی لونڈی تھی؟

اس کے ملک مصر میں تشریف لائے ہیں تو اس نے اللہ کے نبیؑ سے رشتہ داری کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اپنی خوبصورت کنواری شہزادی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دے دی، فرعون نے اپنی سگی بیٹی ہاجرہ کو شاہی فخر سے منع کر کے عاجزی وانکساری کی ہدایت کی اور سمجھایا کہ ہمیشہ خود کو ابراہیمؑ کی اور سارہؓ کی لونڈی سمجھ کر دونوں کی خدمت کرنا، یوں ہاجرہ مصری شہزادی کو سارہ اور ابرہام کی لونڈی کہا جانے لگا، بائبل مقدس میں اس امر کے شواہد کثرت سے موجود ہیں کہ محبّ خود کو اپنے محبوب کی لونڈی یا غلام کہہ دے، کئی جگہ یہ لفظ محض عاجزی وانکساری کے لیے بھی مستعمل ہے۔ چنانچہ دیکھو قضاۃ ۱۹/۱۹ و روت ۲/۱۳، ۳/۹، ۱۔سموئیل ۱/۱۱، ۱/۱۶، ۲۵/۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۱، ۴۱ ، ۲۸/۲۱، ۲۲ ، ۲۔سموئیل ۱۴/۶، ۷، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۹ وا۔سلاطین ۱/۱۳، ۱۷ و زبور ۸۶/۱۶ ، ۱۱۶/۱۶، اندریں حالات ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر اسماعیلیوں سے بغض وعناد کی بنا پر ہاجرہ کو سارہ اور ابرہام کی لونڈی نہیں کہا گیا تو ہاجرہ مصری شہزادی کے لیے یہ لفظ محض اس لیے استعمال ہوا ہے کہ ہاجرہ سارہ اور ابرہام کا دلی احترام کرتی تھی اور ابرہام کی عاشقہ صادقہ تھی۔

دوسری طرف سارہ کی حالت تھی کہ جب ابراہام کے نکاح میں مصر کی شہزادی ہاجرہ کو آتے دیکھا تو حسد سے برا حال ہو گیا۔ ہاجرہ مصری شہزادی تحمل و بردباری کی منہ بولتی مثال خوبصورت کم عمر اور کنواری تھی، نکاح کے تھوڑے دنوں بعد ہی حاملہ ہو گئی بوڑھی بانجھ سارہ سے یہ دیکھا نہ گیا تو "تب ساری اس پر سختی کرنے لگی" (پیدائش ۱۶:۶) مفسر پادری رس ارون لکھتا ہے "ابرام کو ساری اور ہاجرہ میں حسد اور جھگڑے سے بہت تکلیف پہنچی، ساری جلن اور تکبر کا شکار ہو گئی، ہاجرہ بہت پریشان ہوئی اور اسے گھر چھوڑنا پڑا، اور اس وقت سے لے کر آج کے دن تک وہی

کشاکش ہاجرہ اور ساری کی اولادوں میں جاری ہے، اگر آپ اخبار پڑھتے یا ریڈیو سنتے ہیں تو آپ اسرائیل اور عربوں کے جھگڑے سے ضرور آگاہ ہوں گے...... جب ابرام قحط سے بچنے کے لیے مصر گیا تھا تو غالباً فرعون نے ہاجرہؓ ساری کو دی تھی'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۷۶) جب ساری کی سختیاں ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئیں تو ہاجرہ گھر چھوڑ کر مصر کو روانہ ہوگئی، راستے میں ہاجرہ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا کہ ''تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے کو اس کے قبضہ میں کر دے، اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا، اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا، وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا'' (پیدائش ۱۶/۹۔۱۲) ہاجرہ نے الٰہی حکم کی تعمیل کی اور واپس سارہ کے زیر عتاب آ گئی۔ اس سے ہاجرہ کی شان بے مثال ثابت ہوتی ہے کہ بادشاہ کی بیٹی ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کا یہ عالم کہ خود کو سارہ اور ابرہام کی لونڈی کہتی رہی۔ اگر سارہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر گھر چھوڑا تو حکم الٰہی کی تعمیل میں دوبارہ بربریت کا نشانہ بننے واپس سارہ کے زیر عتاب آ گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہاجرہ کا خدا پر کامل یقین تھا، یہی وجہ ہے کہ ہاجرہ کو الٰہی مکاشفہ ہوا۔ یہ اعزاز ہاجرہ کے سوا کسی اور عورت کو حاصل نہیں، مفسر رس اردن لکھتا ہے کہ ''ابھی وہ راستہ ہی میں تھی کہ خدا، خداوند کے فرشتہ کی صورت اس پر ظاہر ہوا، خروج ۳/۲۳۔۶ میں اس فرشتہ کو یہوواہ کہا گیا ہے...... ہاجرہ اسے دیکھ کر ڈر گئی اور کہا ''میں نے خدا کو دیکھا اور ابھی تک زندہ ہوں؟'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر

ص ۱۷۶) یہودی خدا کو یہواواہ کہتے ہیں (خروج ۶/۳) بائبل کے مطابق ہاجرہ کے علاوہ کسی عورت کا یہوواہ سے بلا واسطہ کلام کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ قضاۃ ۱۳/۳ میں منوحہ کی بیوی سے اور لوقا ۱/۲۶ میں یسوع کی ماں مریم سے فرشتہ جبرائیل ہمکلام ہوا تھا، لیکن بائبل مقدس سے ہاجرہ کے علاوہ کسی عورت سے یہوواہ کا ہمکلام ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، یسوع کی ماں مریم سے فرشتہ نے صرف ایک (۱) کلام کیا تھا، لیکن ہاجرہ سے یہوواہ بنی اسرائیل کا معبود دو بار ہمکلام ہوا، پہلی بار جب سارہ کی مار دھاڑ سے تنگ آ کر ہاجرہ اپنے باپ باشاہ (۲) مصر کے پاس جا رہی تھی، اور دوسری بار جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو سارہ نے گھر کو میدان جنگ بنا دیا اور ہاجرہؑ اور نومولود اسماعیل کو گھر سے نکال باہر کیا تو خانہ کعبہ مکہ شریف کے مقام پر بے آب و گیا پہاڑوں کے درمیان ہاجرہؑ اپنے شیر خوار بیٹے اسماعیل کی پیاس سے پریشان ہو کر پانی کی تلاش میں صفا اور مروا پر دوڑ رہی تھی تو یہوواہ ہاجرہؑ سے ہم کلام ہوا (پیدائش ۲۱/۱۴۔۲۱) عورتیں تو ایک طرف، مردوں میں سے بھی خدا سے رو برو باتیں صرف موسیٰ نبی نے ہی کیں۔ چنانچہ لکھا ہے ''اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس نے خداوند سے رو برو باتیں کیں

---

(۱) فرشتہ کا مریم سے کلام کرنا صرف لوقا ۱/۲۸۔۳۸ سے ہی ملتا ہے۔ باقی تینوں انجیلیں اس بارے خاموش ہیں۔ ہاں البتہ متی یوسف نجار سے فرشتہ کا کلام کرنا ذکر کرتا ہے (متی ۱:۱۹۔۲۳) لیکن بقیہ تینوں انجیلیں اس بارے بھی خاموش ہیں پس ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر فرشتہ نے مریم یا یوسف بڑھئی سے کلام کیا ہوتا تو باقی تینوں انجیلی بھی ضرور اس کا ذکر کرتے۔ یوحنا تو ضرور ہی ذکر کرتا کیونکہ وہ یسوع کا چشم دیدہ گواہ تھا۔

(۲) علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے بھی فرمایا ہے کہ ہاجرہؑ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھی اور حاشیہ میں ہاجرہؑ کے باپ کا نام ''رقیوں بادشاہ مصر'' درج ہے چنانچہ دیکھو'' تاریخ الانبیاء۔ ابن خلدون۔ جلد اول صفحہ ۵۵، نفیس اکیڈمی۔ طبع ۲۰۰۳ء)

نہیں اُٹھا (استثنا ۳۴: ۱۰) ثابت ہوا کہ موسیٰ کے علاوہ بنی اسرائیل کے کسی نبی کو بھی براہ راست یہوواہ سے کلام کا اعزاز حاصل نہیں لیکن صد آفریں کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہ مقام حاصل ہے۔

یہ رتبہٗ بلند جسے مل گیا سو مل گیا۔

عقیدہ کے لحاظ سے بھی ہاجرہ سارہ سے بہتر تھی، کیونکہ ہاجرہ توحید پرست تھی، جیسا کہ مفسر رس ارون لکھتا ہے۔ ''ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ہاجرہ بھی خدا پر ایمان رکھتی تھی'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۱۷۶) جبکہ سارہ ایک بت پرست علاقہ میں پیدا ہوئی پلی بڑھی جواب ہوئی، اور بت پرست خاندان سے تعلق رکھتی تھی، مفسر رس ارون لکھتا ہے ''ابرہام کے زمانہ میں تمام لوگ بت پرست تھے'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۳۷) بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ ''ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے'' (یشوع ۲/۱۴) بائبل مقدس سے نحور کے پوتے لابن کی بیٹی راخل تک بت پرستی کے شواہد ملتے ہیں (پیدائش ۱۹/۳۱) لیکن ہاجرہ مصری شہزادی کے خدا پر ایمان کی شہادت بائبل مقدس سے ملتی ہے۔ بلکہ ہاجرہ کا کلیم اللہ ہونا اس کے ایمان کی معراج پر دلالت کرتا ہے۔ ہاجرہ کے والد یعنی فرعون مصر کا تائب ہو کر ابرہام کو کثیر دولت کا نذرانہ دینا اس امر پر دال ہے کہ وہ خدا پر اور ابرہام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا۔ یعنی ہاجرہ مومن باپ کی مومنہ بیٹی تھی۔ جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل رسول اللہ پیدا ہوئے تو سارہ نے گھر میں جھگڑا کر دیا اور ابرہام سے مطالبہ کیا کہ ہاجرہ اور نومولود اسماعیلؑ کو گھر سے نکال دو، اسماعیلؑ ابرہامؑ کی سالہا سال تضرع اور دعاؤں کا ثمرہ تھے (دیکھئے بالترتیب۔ پیدائش ۱۵: ۲۔ ۷، ۱۶: ۴۔ ۱۶) ابرہام نے ۸۶ برس کی

عمر تک ترس ترس کر بیٹا اسماعیل پایا تھا، لہٰذا ابرہام کو سارہ کی اس بات سے بہت دکھ ہوا۔ لیکن سارہ نے گھر میں اس قدر جھگڑا کیا کہ آخر کار ابرہامؑ نے مصری شہزادی ہاجرہ کو اور نو مولود اسماعیلؑ کو ساتھ لیا اور مکہ میں بیت اللہ شریف کے مقام پر چھوڑ گئے، اس وقت یہاں دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی، بے آب و گیا ان پہاڑوں میں مصری شہزادی کے ایمان کا ایک اور زبردست امتحان شروع ہو گیا، قرآن حکیم میں ہے کہ ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر ابراہیمؑ نے دعا کی ''رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ'' اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں، تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے'' (القرآن ۱۴/۳۷) بائبل میں یہ واقعہ اضحاق کے دودھ چھڑائے جانے کے بعد کا ہے۔ لیکن یہ بات غلط ہے، کیونکہ اضحاق کے دودھ چھڑانے کے وقت اسماعیل کی عمر ۱۷ برس تھی۔ جیسا کہ بائبل کے مطابق اسماعیل کی ولادت کے وقت ابرہام کی عمر ۸۶ برس تھی (پیدائش ۱۶/۱۶) جبکہ اضحاق کی پیدائش کے وقت ابرہام کی عمر سو برس کی تھی (پیدائش ۲۱:۵) ثابت ہوا کہ اضحاق کی ولادت کے وقت اسماعیل کی عمر ۱۰۰۔۸۶ = ۱۴ برس تھی، مفسر مورس بلینکارڈ، ٹی۔ ایچ۔ ڈی لکھتا ہے ''تین برس کی عمر میں اس کا دودھ چھڑایا گیا'' (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی، جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۳) اس طرح اضحاق کے دودھ چھڑانے کے وقت اسماعیل کی عمر ۱۴ + ۳ = ۱۷ برس بنتی ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ اضحاق کے دودھ چھڑانے کے بعد ہاجرہ مصری اور اس کے بیٹے اسماعیل کو بے آباد پہاڑوں میں پہنچا دیا گیا، قارئین کرام! اب ذہن میں یہ بات رکھتے ہوئے کہ اسماعیل اس وقت ۱۷ برس کا تھا بائبل کی ذیلی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

سارہ نے ''ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کے بیٹے کو نکال دے، کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اضحاق کے ساتھ وارث نہ ہوگا، پر ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی، اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے، جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا، اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا اس لیے کہ وہ تیری نسل ہے۔ تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک مشک لی اور اسے ہاجرہ کو دیا بلکہ اسے اس کے کندھے پر دھر دیا اور لڑکے کو بھی اس کے حوالے کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور (ا) بیرسبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی، اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا، اور آپ اس کے مقابل ایک تیر کے ٹپے پر دور جا بیٹھی اور کہنے لگی کہ میں اس لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں۔ سو وہ اس کے مقابل بیٹھ گئی اور چلا چلا کر رونے لگی، اور خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اس سے کہا اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے، اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا، پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا، اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور

(ا) اس واقعہ کے وقت بیرسبع نامی کوئی مقام زمین پر موجود نہ تھا بلکہ دیر بعد جرار کے بادشاہ ابی ملک اور ابرہام کے ایک معاہدہ کے بعد ایک مقام کا نام بیرسبع رکھا گیا (پیدائش ۲۱:۳۱) لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ واقعہ۔ فاران یعنی پہاڑی صفاء کے دامن میں پیش آیا تھا اور اس بے آب و گیا علاقہ میں پانی زم زم ملنے پر یہیں سکونت اختیار کر لی۔ (پیدائش ۲۱:۲۱)

تیر انداز بنا، اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لیے بیوی لی''۔(پیدائش ۲۱/۱۰۔۲۱)

مندرجہ بالا واقعہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسماعیل نومولود شیر خوار بچہ تھا، نہ کہ سولہ سترہ سال کا گبھرو جوان۔ مندرجہ بالا عبارت کے ان الفاظ پر غور فرمائیں، (۱) مشک اسماعیل کی بجائے ہاجرہ کے کندھے پر دھرنا (۲) لڑکے کو جھاڑی کے نیچے ڈال دیا (۳) لڑکے کا مرنا تو نہ دیکھوں (۴) جہاں لڑکا پڑا ہے (۴) لڑکے کو اٹھا (۵) اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال (۶) وہ بڑا ہوا، ڈیڑھ دو برس کا بچہ ماں کے پیچھے پیچھے دوڑا آتا ہے۔ لیکن اسماعیل جھاڑی کے نیچے پڑا رہا، کیا خدا نے بوڑھی ہاجرہ کو حکم دیا تھا کہ ۱۷ سالہ جوان بیٹے کو گود میں اٹھا؟۔ ثابت ہوا کہ اس واقعہ کے وقت اسماعیل نومولود تھا، دی نیو انگلش بائبل میں ہے کہ ابرہام نے یہ کہا کہ He set the child on her shoulder یعنی اس نے بچہ اس (ہاجرہ) کے کندھے پر بیٹھا دیا'' (پیدائش ۲۱/۱۴) اگر اسماعیل ۱۷ برس کا تھا تو پانی کی مشک سمیت اسماعیل کو بھی ہاجرہ پر لادنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر اسماعیل کے لیے لفظ "child" استعمال کیا ہے یعنی بچہ، گورمکھی بائبل میں ہے۔

منڈے نوں اک جھاڑی دے ہیٹھ سٹ دتا، یعنی لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے گرا دیا(۱) R.S.V میں ہے بچہ رویا (ورس نمبر ۱۶) دی نیو انگلش بائبل کے مطابق خدا نے بچے کا چیخنا چلانا سنا، مذکورہ تمام شواہد سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اضحاق کی پیدائش سے کم از کم ۱۳ برس پہلے کا ہے، کیونکہ اسماعیل اضحاق سے ۱۴ برس بڑا تھا۔

---

(۱) دی نیو انگلش بائبل میں بھی بچے کو جھاڑی کے نیچے پھینک دینے کا ذکر ہے۔ She thrust the child undr a bush. اس نے بچے کو ایک جھاڑی کے نیچے پھینک دیا۔

اب یہ بات واضح ہے کہ ہاجرہ اور اسماعیل کو نکالے جانے کے وقت اسماعیل ابھی نومولود شیر خوار بچہ تھا، نہ کہ ۱۷ سالہ جوان گھبرو۔ پس یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ مذکورہ واقعہ ولادت اضحاق سے کم از کم ۱۳ برس پہلے کا ہے۔ بائبل میں ہاجرہ اور اسماعیل کو نکالنے کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے کہ ''اور اضحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابرہام نے بڑی ضیافت کی، اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ مصری کا بیٹا جو اس کے ابرہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا ہے، تب اس نے ابرہام سے کہا کہ اس لونڈی کو اور اس کی بیٹے کو نکال دے'' (پیدائش ۲۱/۸۔۱۰) مفسر مورس بلینکارڈ۔ ٹی۔ ایچ۔ ڈی لکھتا ہے'' تین برس کی عمر میں اس (اضحاق۔ ناقل) کا دودھ چھڑایا گیا، اس وقت سے اس کی آزمائشیں شروع ہوگئی تھیں۔ اس کا بھائی اسماعیل اسے بے حد ستایا کرتا تھا، اسماعیل اس سے چودہ برس بڑا تھا'' (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی۔ جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۳) اب ہم بائبل اور مسیحی مفسرین کی اسماعیلؑ پر الزام تراشیوں کو کذب بیانی کے سوا اور کیا نام دیں؟ کیونکہ ہم بائبل مقدس سے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ ہاجرہ اور اسماعیل کو نکالے جانے کا واقعہ اضحاق کی ولادت سے کم از کم ۱۳ برس قبل کا ہے، کیونکہ اضحاق ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا پھر بھلا ہاجرہ اور اسماعیل کو ٹھٹھے مارنے اور اضحاق کو بے حد ستانے کی وجہ سے گھر سے نکالنے والی بات خود ساختہ نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ ہاجرہ اور اسماعیل مظلوم اور بے گناہ تھے۔ کیا کوئی پادری ہمیں اس سوال کا جوب دے سکتا ہے کہ ہاجرہ مصری شہزادی اور اس کے نومولود شیر خوار بچے کو کس جرم کی پاداش میں گھر سے نکالا گیا؟ سچی بات تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بنی اسماعیل سے کئی خونی معرکے ہو چکے تھے اور اسرائیلیوں کو ہر بار منہ توڑ شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، لہٰذا یہودیوں نے اپنی خصلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے توریت میں ہاجرہ کو لونڈی لکھ دیا، حالانکہ حجاز میں

رہتے ہوئے اسماعیلؑ کے لیے مصر سے بیوی لے آنا کسی لونڈی کے بس کا روگ نہ تھا (پیدائش ۲۱/۲۱) اسماعیلؑ (۱) کے ۱۲ بیٹے ۱۲ چھاونیوں کے مالک تھے (پیدائش ۱۶/۲۵) کسی لونڈی کے پوتے چھاونیوں کے مالک نہیں ہو سکتے، اور پھر اسماعیل کے دامادوں میں عیسو جیسے حکمران سلاطین تھے (پیدائش ۹/۲۸) لونڈی کا بیٹا سلاطین کا سسر نہیں ہو سکتا، عیسو کے جاہ و جلال کے مطالعہ کے لیے دیکھو پیدائش ۳۲/۳ تا ۱۷/۳۳، اندریں حالات مفسر مورس بلینکارڈ کا یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ کہ ''ہاجرہ مصری عورت تھی اور ساری کی (۲) لونڈی تھی، اسماعیلیوں نے عرب کو اپنا وطن بنالیا، اس طرح ابرہام موجودہ عرب دنیا کا باپ ہوا، اسماعیل اور اضحاق کی لڑائی اور کشمکش صدیوں سے قائم ہے اور آج کے مشرق وسطیٰ کے مسائل اس کشمکش کا نتیجہ ہیں''۔ (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا صفحہ ۴۵) ہاجرہ کے لونڈی (۲) ہونے کا ابطال آپ پڑھ چکے ہیں، آخری اعتراض حضرات اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے درمیان لڑائی اور کشمکش کا ہے۔ سو اسکے ابطال کے لیے یہی کافی ہی کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ''اس کے بیٹے اضحاق اور اسماعیل نے مکفیلہ کے غار میں جو ممرے کے سامنے حتی صحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں ہے اسے دفن کیا'' (پیداش ۹/۲۵) ابراہیمؑ کی تدفین میں دونوں بھائیوں کی شمولیت ان کے میل ملاپ اور باہمی محبت پر دلالت کرتی ہے، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ دونوں نبی تھے۔ دو نبی آپس میں نہیں لڑ سکتے، نبی کا کام کفر اور گمراہی سے لڑنا ہوتا ہے۔ اسماعیلؑ اور اضحاق کی باہمی محبت کا

---

(۱) اسماعیلؑ کے تمام نواسے اپنے اپنے علاقے کے سردار اور رئیس تھے دیکھو پیدائش ۱۷:۳۶)

(۲) بالفرض محال اگر ہاجرہ کو لونڈی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اسماعیل کی وقعت میں کمی نہیں آ سکتی، کیونکہ اسرائیل کے بیٹے دان ونفتالی وجد و آشر لونڈیوں کی اولاد تھے (پیدائش ۲۵/۳۵۔۲۶) تمام بنی اسرائیل میں یہ بیٹے بھی وراثت کے برابر حق دار تھے)

اظہار مفسر مورس بالینکارڈ کی اضحاق سے متعلق اس تحریر سے بھی ہوتا ہی کہ ''اسے اپنی بھائی اسماعیل کی موت کا صدمہ سہنا پڑا'' (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی۔ جلد نمبرا صفحہ ۴۴) اگر ان میں حسد اور دشمنی ہوتی تو اضحاق کو اسماعیل کی موت پر صدمہ نہ ہوتا۔ اور پھر اسماعیل کا اضحاق کے بیٹے عیسو کو اپنی بیٹی بیاہ دینا اس امر پر دال ہے کہ اضحاقؑ اور اسماعیل کے درمیان نہایت ہی محبت اور الفت تھی، اگر ان کے درمیان دشمنی ہوتی تو اسماعیل اپنے دشمن کے بیٹے کو اپنی بیٹی کا رشتہ کبھی نہ دیتا۔

شان اسماعیل علیہ السلام

خدائے بائبل یہوواہ نے ہاجرہ سے کہا۔ ''میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا،...... تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا، وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا، اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا'' (پیدائش ۱۶/۱۰۔۱۲) خدا نے ابرہام سے کہا'' اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاونگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا'' (پیدائش ۱۷/۲۰) خدا نے دوبارہ ہاجرہ سے کہا'' میں اس کو ایک بڑی قوم بناوں گا''۔ (پیدائش ۲۱/۱۸)

بنی اسماعیل آج تک بنی اسرائیل کی چھاتی پر مونگ دلتے ہوئے بڑے ٹھاٹھ سے بس رہے ہیں۔ جبکہ ان کے مقابلہ میں بنی اسرائیل بالکل تھوڑی سے ہیں۔ تمام مسیحی ممالک ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ملک اسرائیل کو سنبھالے ہوئے ہیں، جبکہ اسماعیلیوں کا ہر گھر شاہی محل کی طرح ہے، اسرائیلی دوشیزائیں اسماعیلی عربوں کے

گھروں میں برتن مانجتی اور جھاڑو لگاتی ہیں۔ عربی گویا دودھ اور شہد کی نہروں اور باغات کی جنت میں اللہ کی نعمتیں سمیٹ رہے ہیں۔ اور خدا کا وہ وعدہ حرف بحرف پورا ہوا جو اس نے ہاجرہ اور ابرہام سے کیا تھا ''میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں'' (پیدائش ۱۷/۲۰ و ۲۱/۱۸) فارسی بائبل میں ہے ''امتی عظیم از وی بوجود آورم'' اس سے ایک عظیم امت وجود میں آئے گی۔ عربی بائبل میں ہے وَأَجْعَلُهُ أُمَّةً كَبِيرَةً ''بڑی ساری امت بناؤں گا'' بلا شبہ اس سے مراد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مقدسہ ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیلؑ رسول اللہ کی اولاد شریف میں اتنی بڑی امت والا اور کوئی شخص نہیں ہوا۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مسلمان موجود نہ ہوں۔ یہ امت دن بدن بڑھ رہی ہے، ہر ملک میں اسلام کی دعوت جاری وساری ہے، اگر ہماری تبلیغی جماعتیں صرف اور صرف مسلمانوں کو ہی تبلیغ والے خود ساختہ قانون میں تھوڑی لچک پیدا کر کے غیر مسلموں کو بھی تبلیغ کرنے لگیں اور ان کے سوالات کے مثبت جوابات دینے لگیں تو وہ دن دور نہیں جب زمین پر موجود ہر ملک اسلامی ملک ہوگا۔ انشاء اللہ

قربانؑ اسماعیلؑ یا اضحاقؑ

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ابرہام نے اپنے چھوٹے بیٹے اضحاق کو خدا کے حضور قربانی کے لیے پیش کیا تھا۔ جیسا کہ مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے کہ اضحاق کو ''جب قربان کرنے کے لیے پیش کیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی'' (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا صفحہ ۴۳ تا ۴۴) لیکن اسلامی عقیدہ کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حضور قربانی کے لیے پیش کیا گیا، جیسا کہ کلام الٰہی قرآن مجید میں ہے ''(ابراہیمؑ نے دعا کی کہ) اے پروردگار مجھے اولاد عطا فرما جو سعادتمندوں میں سے ہو تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔

جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم کو ذبح کر رہا ہوں، تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپکو حکم ہوا ہے وہی کیجیئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پایئے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم، تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ صریح آزمایش تھی، اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا، اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا ذکر خیر باقی چھوڑ دیا کہ ابراہیم پر سلام ہو نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے، اور ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہونگے" (القرآن ۳۷:۱۰۰-۱۱۲) (ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھریؒ) یعنی قرآن پاک سے خوب واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پہلوٹھے بیٹے اسماعیلؑ کو ہی قربانی کے لیے پیش کیا تھا جب کہ واقعہ قربانی کے بعد اللہ نے حضرت اسحاق کی بشارت دی۔ جبکہ بائبل میں لکھا ہے کہ قربانی کے لیے اضحاق کو پیش کیا گیا۔ لیکن اگر بائبل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ قربانی کا عظیم واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیش آیا تھا۔ قارئین! آئیں بائبل مقدس سے اس مسئلہ کی تحقیق کریں۔

بائبل مقدس میں لکھا ہے "خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اس سے کہا اے ابرہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں، تب اس نے کہا تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا" (پیدائش ۲۲/۱-۲) واقعہ کے بعد خدا نے ابرہام سے کہا، "تو نے اپنے بیٹے کو

بھی جو تیرا اکلوتا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا'' (ایضاً ۱۲/۲۲) ہمارا دعویٰ ہے کہ اس جگہ اہل کتاب نے اسماعیل کا نام اڑا کر اضحاق لکھ دیا ہے۔ قارئین غور فرمائیں کہ اگر اس جگہ اضحاق کی بجائے اسماعیل ہو تو عبارت میں ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اضحاق کو ابرہام کا اکلوتا (۱) بیٹا کہنا کسی بھی طور درست نہیں کیونکہ اضحاق کا بڑا بھائی اسماعیل بھی موجود تھا، اندریں حالات اضحاق پر اکلوتے کا اطلاق غیر ممکن تھا، لیکن ابرہام کا پہلوٹھا اسماعیل ۱۴ برس تک ابرہام کا اکلوتا بیٹا کہلاتا رہا تھا، کیونکہ اسماعیل کے ۱۴ برس کا ہونے تک اسماعیل کا کوئی بھائی دنیا پر موجود نہ تھا۔ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ قربانی ابرہام کے اکلوتے بیٹے کی ہوئی، اب سوچیں کہ ابرہام کا کون سا بیٹا تقریباً ۱۴ برس تک اکلوتا بیٹا تھا؟ ظاہر ہے وہ ابرہام کی ۸۶ سالہ دعاؤں اور تضرع کا ثمرہ اسماعیل ہی تھا۔ پس ثابت ہوا کہ قربانی کے لیے ابراہام کے اکلوتی بیٹے اسمعیل کو پیش کیا گیا تھا، قرآن حکیم ۱۰۲/۳۷ کے مطابق جب قربانی کا واقعہ پیش آیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو گئے تھے۔ ۴ برس کا بچہ خوب دوڑنے بھاگنے لگتا ہے، لیکن قربانی کے واقعہ کے وقت اگر اسماعیل کی عمر کم از کم دس برس بھی مان لی جائے تو قربانی کا واقعہ اضحاق کی ولادت سے کم از کم ۴ برس قبل کا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قربانی کے وقت اضحاق ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔

بائبل مقدس میں ذبیح اللہ کے متعلق خدا نے ابرہام سے کہا ''جو تیرا اکلوتا ہے جسے تو پیار کرتا ہے'' (پیدائش ۲/۲۲) یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ ابرہام کے اکلوتے کا

(۱) پادری رس ارون لکھتا ہے کہ ''اضحاق کو ''اکلوتا'' کہنا کتنا بڑا عجیب سا معلوم ہوتا ہے جبکہ ابرہام کے اور بیٹے بھی تھے'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۱۹۲) اس واقعہ میں ۳ بار ذبیح اللہ کو اکلوتا کہا گیا ہے دیکھو پیدائش ۲/۲۲ و ۱۲/۲۲ و ۱۶/۲۲)

اطلاق صرف اسماعیل پر ہی ہوتا ہے۔ آئیں اب غور کریں کہ ابرہام کا وہ کونسا فرزند ہے جسے ابرہام پیار کرتا تھا؟ والدین کو ساری اولاد ہی پیاری ہوتی ہے، لیکن پہلوٹھے (۱) سے خصوصی پیار ہوتا ہے، جیسا کہ بائبل کے مطابق خدا بھی پہلوٹھوں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ (خروج ۱۳/۲ گنتی ۳/۱۳ و ۳/۴۰۔۴۱) اسماعیل ابرہام کا پہلوٹھا تھا جو ۱۴ برس اکلوتا بھی رہا، اسی لیے ابرہام کو بہت پیارا تھا، اسماعیل کی قربانی سے خوش ہو کر اللہ نے ابرہام کو جب اضحاق کی خوشخبری دی تو اس وقت بھی ابرہام نے اسماعیل سے بے پناہ محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ ''کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے'' (پیدائش ۱۷/۱۸) ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ابرہام کو اسماعیل سے بہت زیادہ پیار تھا، اتنا کہ اسماعیل کے ہوتے ہوئے اور بیٹے کی خواہش ہی نہ رہی اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر یہی التجا کی کہ ''کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے'' لفظ ''اسماعیل ہی'' لفظ ''اسماعیل بھی'' کی نفی کرتا ہے، اسی لیے ابرہام نے لفظ ''اسماعیل ہی'' کہہ کر یہ واضح کیا تھا کہ اسماعیل کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا، اس لیے لامحالہ کہنا پڑتا ہے کہ خدا کے الفاظ ''جسے تو پیار کرتا ہے'' سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ جب سارہ نے ہاجرہ کو گھر سے نکال دینے کا مطالبہ کیا تو ''ابرہام کو اس کے بیٹے کے باعث یہ بات نہایت بری معلوم ہوئی'' (پیدائش ۲۱/۱۱) غور فرمائیں کہ اسماعیل کے مقابلہ

---

(۱) بائبل کے مطابق پہلوٹھے بیٹے کو وراثت میں سے اس کے دوسرے بھائیوں کے مقابلہ میں دوگنا حصہ ملتا تھا (استثنا ۲۱/۱۶) خواہ بیٹا غیر محبوبہ بیوی سے ہی ہو (ایضاً) اور پہلوٹھا خاندان کا سربراہ ہوتا تھا، پادری مورس بلینکارڈ لکھتا ہے ''خاندان میں پہلوٹھے کو تین برکات ملتی تھیں (۱) خاندان اور قبیلے کی سربراہی (۲) وراثت میں دگنا حصہ (۳) خاندان کی کہانت اور قبیلہ کی کہانت کی سربراہی (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی ص ۴۶) پس اسماعیل اضحاق سے زیادہ برکات کا حقدار تھا۔

میں اضحاق کی حمایت میں سارہ کی بات ابرہام کو بہت ہی بری لگی، ثابت ہوا کہ ابرہام اضحاق کے مقابلہ میں اسماعیل کو زیادہ پیار کرتے تھے۔

اسماعیلیوں میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یاد میں پشت در پشت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دس ذوالحجہ کو ہر سال مینڈھے بکرے گائے اور اونٹ ذبح کرنے کی رسم چلی آ رہی تھی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد پر اسے حج کا باقاعدہ رکن قرار دے کر اس سنت ابراہیمیؑ کو ابدی جلا بخش دی، اگر قربانی اضحاق کی ہوئی ہوتی تو بنی اسرائیل میں بھی یہ سنت جاری ہوتی، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر آج تک بنی اسماعیل ہر سال دس ذوالحجہ کو اس عظیم الشان واقعہ کی یاد میں قربانیاں کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ یہی سچ ہے اور یہی حق ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

بائبل مقدس میں ہے کہ اضحاق کی بیوی "ربقہ حاملہ ہوئی، اور اس کے پیٹ میں دولڑکے آپس میں مزاحمت کرنے لگے" (پیدائش ۲۵/۲۱-۲۲) گو مکھی بائبل میں ہے "بچے اک دوجے نال گھلدے سن" یعنی بچے ایک دوسرے کے ساتھ کشتی کر رہے تھے۔" سبحان اللہ بچوں کا ماں کے پیٹ میں فری سٹائل ریسلنگ کے مقابلے کرنا خلاف عقل ناممکنات میں سے ہے۔ کیونکہ شکم مادر میں بچے کو کچھ ہوش نہیں ہوتی۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک بچہ مزاحمت کرنے کے قابل نہیں ہوتا، لیکن اس بستی کا تو باوا آدم ہی نرالا نکلا چنانچہ ان دونوں بچوں کی پیدائش کا حال یوں مرقوم ہے کہ "اور جب اس کے وضع حمل کے دن پورے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں، اور پہلا جو پیدا ہوا تو سرخ تھا اور اوپر سے ایسا جیسے پشمینہ اور انہوں نے اس کا نام عیسو رکھا، اس کے بعد اس کا بھائی پیدا ہوا اور اس کا ہاتھ عیسو کی ایڑی کو پکڑے ہوئے تھا اور اس کا نام یعقوب رکھا گیا" (پیدائش ۲۵/۲۴-۲۶) معلوم ہوا کہ دونوں بھائی پیدائش کے وقت بھی گتھم گتھا ہو رہے تھے، اسی لیے تو یعقوب نے عیسو کو ایڑی سے دبوچ رکھا تھا، بائبل میں لکھا ہے کہ "وہ لڑکے بڑھے اور عیسو شکار میں ماہر ہو گیا اور جنگل میں رہنے لگا اور یعقوب سادہ مزاج ڈیروں میں رہنے والا آدمی تھا، اور اضحاق عیسو کو پیار کرتا تھا کیونکہ

وہ اس کے شکار کا گوشت کھاتا تھا اور ربقہ یعقوب کو پیار کرتی تھی۔ اور یعقوب نے دال پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور بے دم ہو رہا تھا، اور عیسو نے یعقوب سے کہا کہ یہ جو لال لال ہے مجھے کھلا دے کیونکہ میں بے دم ہو رہا ہوں۔ اسی لیے اس کا نام ادوم بھی ہو گیا، تب یعقوب نے کہا تو آج اپنا پہلوٹھے کا حق میرے ہاتھ بیچ دے، عیسو نے کہا دیکھ میں تو مرا جاتا ہوں پہلوٹھے کا حق میرے کس کام آئے گا؟ تب یعقوب نے کہا کہ آج ہی مجھ سے قسم کھا۔ اس نے اس سے قسم کھائی اور اس نے اپنا پہلوٹھے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچ دیا، تب یعقوب نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ وہ کھا پی کر اٹھا اور چلا گیا۔ یوں عیسو نے اپنے پہلوٹھے کے حق کو ناچیز جانا'' (پیدائش ۲۵/۲۴-۳۴)

مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے ''اگرچہ یعقوب چھوٹا تھا مگر پیشین گوئی ہو چکی تھی کہ اسے پہلوٹھے کا حق ملے گا لیکن وہ اس بات کا انتظار کرنے پر راضی نہ تھا کہ خدا کو اپنا ارادہ اور منصوبہ پورا کرنے دے، اس نے چار طرح سے گناہ کیا (۱) خدا پر بھروسا نہ کیا کہ وہ اپنے ارادہ کو اپنے وقت پر پورا کرے (۲) اس نے باپ کی نافرمانی کی اور اسے دھوکا بھی دیا (۳) اس نے عیسو کے برے وقت سے فائدہ اٹھایا اور بڑی زبردست سودے بازی کی (۴) اس نے وقت سے پہلے ہی وعدہ کو چھین لیا۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ اچھا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے برائی کر لینے میں کوئی حرج نہیں'' (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا صفحہ ۴۶) پادری رس ارون لکھتا ہے ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے مذہبی تربیت نہیں ملی تھی جو اسے خدا پر انحصار کرنے میں مدد دے سکتی، اس لیے اس نے پہلوٹھے کا حق حاصل کرنے کے لیے خدا سے رجوع کرنے اور اس کی بات سننے کی بجائے اپنی ماں کی بری صلاح مانی'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۲۱۲)

پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے ''یعقوب چالاکی سے دوسرے کی جگہ لینے والے

نے اپنے بڑے بھائی کی بھوک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے پہلوٹھے کا حق حاصل کرلیا۔ نیز اس سے دھوکے سے وہ برکات خود حاصل کرلیں جو دستور کے مطابق پہلوٹھے بیٹے کو دی جانی چاہیئے تھیں'' (قاموس الکتاب ص ۱۱۴۷ کالم نمبر۲) پادری۔ جی۔ ٹی۔ مینلی لکھتا ہے ''اس کا مکروفریب بھائی سے برا سلوک اور یوسف کو منظور نظر بنانا کہیں بھی قابل تعریف ٹھہرایا نہیں گیا بلکہ اس کے ڈھول کے پول کھول دیئے گئے ہیں'' (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۱۸۶) افسوس کہ پادریوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات اقدس پر بہتانات کی بارش کرنے سے پہلے بائبل کا تنقیدی مطالعہ نہ کیا۔ کیونکہ خود بائبل کے بیان سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ واقعہ خود ساختہ ہے۔ مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں۔

لکھا ہے کہ یعقوب سادہ مزاج تھا، اگر یہ سچ ہے تو مسور کی دال کے بدلے اتنی بڑی سودے بازی سادہ ذہنیت پر محض الزام ہے۔ اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ دال یعقوب نے کیوں پکائی؟ اور پکے ہوئے کھانے پر صرف یعقوب کا قبضہ کیونکر ہو گیا؟ کیا یعقوب نے اپنا الگ گھر بسا رکھا تھا؟ اگر ایسا ہے تو پھر عیسو کا بھی اپنا الگ گھر ہوگا، ایسے میں عیسو اپنے گھر کیوں نہ گیا اسے یعقوب کے گھر جانے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ ان کے الگ الگ گھر نہ تھے، وہ دونوں ابھی کنوارے تھے اور والدین کے زیر سایہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے، دال روٹی پکانا عورتوں کا کام ہے۔ لہذا یہ کام ان کی ماں ربقہ کا تھا، پس ثابت ہوا کہ یعقوب کی دال پکانے کی کہانی خود ساختہ ہے۔ اور پھر کیا عیسو کی بھی مت ماری گئی تھی جو دال روٹی پر مبنی ایک وقت کے کھانے کے لیے اس نے اپنا پہلوٹھے کا حق یعقوب کو دے دیا، چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ سیدھا ماں کے پاس جاتا اور روٹی لے کر کھا لیتا، یہ یعقوب سے سودے بازی ناممکن نہیں تو عجیب

ضرور ہے۔ عیسو کی بھوک بھی حیران کن ہے، پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے ''ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف پیٹ کے لیے زندہ تھا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۶۷۷ کالم نمبر ۱) انسان صبح گھر سے ناشتہ کر کے نکلے اور دوپہر تک کیا ایسا نڈھال ہو سکتا ہے کہ دم نکلنے کی حالت ہو جائے؟ سچ تو یہ ہے کہ شام تک بلکہ دوسری صبح تک بھی یہ حالت تو نہیں ہوتی۔ اور پھر عیسو کا روزہ تو نہیں تھا کہ اتنی دیر کچھ کھایا پیا ہی نہ ہو۔ صرف پانی پی لینے سے بھی وقتی طور بھوک میں کمی ہو سکتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پہلوٹھے کا حق کوئی معمولی بات نہیں تھی، پہلوٹھے بیٹے کو وراثت میں سے دگنا حصہ ملتا تھا (استثنا ۲۱:۱۵۔۱۷) اندریں حالات غیر ممکن ہے کہ صرف دال روٹی کے عوض عیسو نے کہہ دیا ہو کہ ''دیکھ میں تو مرا جاتا ہوں پہلوٹھے کا حق میرے کس کام آئے گا؟'' (پیدائش ۲۵/۳۲) صرف دال روٹی کے عوض عیسو نے دگنی وراثت اور خاندان کی سربراہی کیونکر قربان کر دی تھی؟ کیا کرہ ارض پر سوائے یعقوب کے کسی کے پاس دال روٹی نہ تھی؟ حالانکہ بائبل سے ثابت ہے کہ تمام اہل خانہ کے لیے کھانا ربقہ یعنی عیسو اور یعقوب کی ماں ہی پکایا اور کھلایا کرتی تھی۔ دیکھو (پیدائش ۲۷:۹،۱۴،۱۷)

یعقوب اور عیسو کے متعلق مزید لکھا ہے کہ جب اضحاق اتنا ضعیف ہو گیا کہ اس کی آنکھیں دھندلا گئیں اور نظر آنا بند ہو گیا تو اضحاق نے اپنے پہلوٹھے عیسو کو کہا کہ شکار مار کر لائے اور اسے کھلائے تو وہ اسے دعا دے گا، یہ باتیں عیسو اور یعقوب کی ماں ربقہ نے سن لیں لہٰذا جب عیسو شکار کے لیے چلا گیا تو یعقوب نے ماں کی ہدایت کے مطابق بکری کے دو بچے ربقہ کو لا کر دیئے، ماں نے لذیذ کھانا تیار کر کے یعقوب کو دیا کہ وہ عیسو بن کر اپنے باپ اضحاق کو لذیذ کھانا کھلائے اور یوں دعائے برکت یعقوب حاصل کر لے۔ یعقوب کو ڈر ہوا کہ کہیں ''باپ مجھے ٹٹولے تو میں اس

کی نظر میں دغاباز ٹھہروں گا اور برکت نہیں بلکہ لعنت کماؤں گا۔ اس کی ماں نے اسے کہا اے میرے بیٹے! تیری لعنت مجھ پر آئے، تو صرف میری بات مان'' (پیدائش ۲۷/۱۔۱۳) عیسو کے جسم پر بال بہت تھے جبکہ یعقوب کا جسم صاف تھا (ایضاً ۲۷/۱۱) اس کا انتظام یوں کیا کہ ربقہ نے ''بکری کے بچوں کی کھالیں اس کے ہاتھوں اور اس کی گردن پر جہاں بال نہ تھے لپیٹ دیں'' (ایضاً ۲۷/۱۶) یعقوب عیسو بن کر برکت لینے باپ کے پاس گیا تو باپ نے جلد آ جانے پر حیرانگی کا اظہار کر کے کہا'' ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں، اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے نزدیک گیا اور اس نے اسے ٹٹول کر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں، اور اس نے اسے نہ پہچانا اس لیے ہاتھوں پر اس کے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے، سو اس نے اسے دعا دی، اور اس نے پوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے؟ اس نے کہا میں وہی ہوں'' (پیدائش ۲۷/۲۱۔۲۴) تب یعقوب نے اپنے کو کھانا کھلایا تو اضحاق نے یعقوب کو عیسو سمجھ کر دعائے برکت دی۔ یعقوب دعا لے کر نکلا ہی تھا کہ عیسو شکار سے واپس آ گیا، پھر عیسو نے خود کھانا پکایا (پیدائش ۲۷/۳۱) اور باپ اضحاق کے پاس آ کر اپنا تعارف کروایا اور شکار کا پکا ہوا کھانا پیش کر کے برکت چاہی۔ لیکن برکت تو یعقوب لے چکا تھا، لہٰذا اضحاق نے یعقوب کا قصہ بیان کر کے افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ'' اسے دعا دی اور مبارک بھی وہی ہو گا۔ عیسو اپنے باپ کی باتیں سنتے ہی بڑی بلند اور حسرتناک آواز سے چلا اٹھا اور اپنے باپ سے کہا مجھ کو بھی دعا دے۔ اے میرے باپ مجھ کو بھی، اس نے کہا تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا، تب اس نے کہا کیا اس کا نام یعقوب ٹھیک نہیں رکھا گیا؟ کیونکہ اس نے دوبارہ مجھے اڑنگا مارا، اس نے میرا پہلوٹھے کا حق تو

لے ہی لیا تھا اور دیکھ! اب وہ میری برکت بھی لے گیا۔ پھر اس نے کہا کیا تو نے میرے لیے کوئی برکت نہیں رکھ چھوڑی ہے؟، اضحاق نے عیسو کو جواب دیا کہ دیکھ میں نے اسے تیرا سردار ٹھہرایا اور اس کے سب بھائیوں کو اس کے سپرد کیا کہ خادم ہوں اور اناج اور مے اس کی پرورش کے لیے بتائی۔ اب اے میرے بیٹے تیرے لیے میں کیا کروں؟ تب عیسو نے اپنے باپ سے کہا کیا تیرے پاس ایک ہی برکت ہے اے میرے باپ؟ مجھے بھی دعا دے۔ اے میرے باپ! مجھے بھی اور عیسو چلا چلا کر رویا"۔ (پیدائش ۲۷/۳۳۔۳۸)

بائبل مقدس میں مندرج یعقوب اور عیسو کی سسپنس سے بھرپور کہانی کا کچھ حصہ مختصر کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا، اب ہم اس کہانی کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں۔ اضحاق کا عیسو سے محبت اور یعقوب سے اکتاہٹ جبکہ ربقہ کا یعقوب سے محبت اور عیسو سے نفرت کرنا نہایت ہی عجیب ہے، بائبل میں اس کی کوئی وجہ درج نہیں ہے، سگے بیٹے سے بلا وجہ نفرت کا قصہ کون مانے؟۔ اور غور فرمائیں کہ بچپن میں سارے گھر کے لیے یعقوب دال روٹی پکاتا تھا اب ۴۰ برس سے بڑی عمر ہونے پر (پیدائش ۲۶/۳۴) ربقہ کھانا پکانے لگی (ایضاً ۲۷/۹و۱۴) لیکن تھوڑی دیر بعد یعنی اسی روز عیسو خود کھانا پکاتا ہے (ایضاً ۲۷/۳۱) اگر یعقوب نے کھانا ماں سے پکوایا تو عیسو نے ماں سے مطالبہ کیوں نہ کیا کہ کھانا پکا دے؟ پہلوٹھے کا حق بیچتے وقت عیسو کو کھانا پکانا نہیں آتا تھا جب کہ یعقوب پورا پورا باورچی تھا (ایضاً ۲۵/۲۹) لیکن اب یعقوب کو کھانا پکانا نہیں آتا جبکہ عیسو خانساماں بن گیا۔ تعجب ہے۔ اور پھر عیسو کے جسم پر کیا اس قدر بال تھے کہ بکری کی کھال پر ہاتھ پھیرنے سے عیسو کا گمان ہو؟ انسانی جلد پر سر داڑھی مونچھوں بغلوں اور زیر ناف کے سوا کسی جگہ بھی گھنے بال نہیں ہوتے، ہاں بعض لوگوں کی چھاتی

اور کمر پر کافی بال ہوتے ہیں لیکن وہ بھی سر کے بالوں کی طرح گھنے نہیں ہوتے، اور ہاتھوں پر تو چھاتی کے برابر بھی غیر ممکن ہیں چہ جائے کہ سر کے بالوں سے بھی بڑھ کر بکری کی کھال جیسے کھر درے موٹے اور گھنے بال ہاتھوں پر ہوں۔ یہ ناممکن ہے۔ فی الوقت کرہ ارض پر کوئی ایک انسان بھی ایسا موجود نہیں جس کے جسم پر بکری کی طرح بال ہوں۔ بالفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ عیسو کے جسم پر بکری کی طرح گھنے موٹے اور گھر درے بال تھے تو تب بھی اضحاق کو دھوکا کھا جانا ناممکن تھا، کیونکہ ننگے ہاتھوں اور انگلیوں پر ہاتھ پھیرنے اور ہاتھوں پر گرائی ہوئی بکری کی کھال پر ہاتھ پھیرنے کے احساس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ زندہ انسانی ہاتھوں کی جلد اور بکری کی مردہ کھال میں کوسوں کا فرق ہے۔ ہم کیسے مان لیں کہ اضحاق نے یعقوب کو نہ پہچانا اس لیے کہ اس کی ہاتھوں پر اس کے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے" (پیدائش ۲۷/۲۳) اگر ہاتھوں پر دستانے بنا کر بھی کھال چڑھا دی جائے تو بھی ہاتھ پھیرنے والے نابینا شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی جلد نہیں، اور پھر بکری کی کھال دستانے بنا کر پہن لینے سے ہاتھ معمول سے کہیں زیادہ موٹے ہو جاتے ہیں۔ کسی شخص کے ہاتھوں اور انگلیوں پر کتنے ہی بال کیوں نہ ہوں لیکن تھیلیاں بہر حال صاف ہوتی ہیں، یارو! ایسی کیا اندھیر نگری تھی کہ ہاتھوں پر بکری کی کھال گرا لینے سے اضحاق یعقوب کو عیسو سمجھنے لگا، اندریں حالات کہ اضحاق دونوں بھائیوں کو محض آواز ہی سے پہچان لیا کرتا تھا، جیسا اضحاق نے کہا "آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں" (ایضاً ۲۷/۲۲) جب اضحاق نے جان لیا کہ بولنے والا یعقوب ہے تو پھر شک یقین میں بدل جانا لازمی تھا، پھر ایسے حالات میں اضحاق نے بکری کی کھال پر ہاتھ پھیر کر جانے پہچانے یعقوب کو عیسو کیوں مان لیا؟ حالانکہ اضحاق کو اس پر بھی حیرت تھی

کہ عیسو اتنی جلد شکار کیسے لے آیا (پیدائش ۲۰/۲۷) اتنے سارے شکوک وشبہات جمع ہونے کے باوجود اور یعقوب کو آواز سے پہچان لینے کے باوجود اضحاق کا دھوکا کھا جانا ناممکنات میں سے ہے۔

اب قارئین کرام خوب جان گئے ہوں گے کہ اضحاق کو دھوکا دیئے جانے کی کہانی خود ساختہ ہے اور اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام پر الزام ہے۔ لیکن اگر پھر بھی پادری حضرات بضد ہوں کہ اضحاق واقعی دھوکا کھا گیا تھا تو ہم مودبانہ عرض کریں گے کہ بالفرض محال ہم سمجھ لیتے ہیں کہ واقعی یعقوب اضحاق کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا، لیکن صاحبو! یہ سوچو کہ اضحاق اپنے دل کی گہرائیوں سے عیسو کو دعا دے رہا تھا۔ پھر بھلا یہ کیونکر مان لیا جائے کہ عیسو کو دی جانے والے دعائیں یعقوب کو فائدہ پہنچا رہی تھیں اور عیسو محروم رہا؟ کیا یعقوب خدا کو بھی دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا؟ صاحب اظہار الحق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں، ''اضحاق سچے دل سے اپنے بیٹے عیسو کے لیے دعا کرتا تھا، نہ کہ یعقوب کے لیے، پھر جس طرح اضحاق دعا میں دونوں بھائیوں کے درمیان تمیز نہ کرسکا، اسی طرح دعا کی قبولیت کے مرحلہ پر خدا بھی دونوں بھائیوں میں امتیاز نہ کرسکا، حیرت ہے کہ خدا کی ولایت اور نبوت وصلاح جیسی چیزیں بھی محال ذرائع سے حاصل ہو جاتی ہیں، مجھ کو اس موقع کے مناسب ایک واقعہ بے ساختہ یاد آ گیا کہ فرقہ بانو کے ایک بدکار نے اپنے گھوڑے کے لیے کسی گدھے والے سے تھوڑی سی گھاس مانگی، گدھے والے نے انکار کر دیا، اس نے کہا اگر تو مجھ کو گھاس نہیں دے گا تو میں گدھے کے لیے بددعا کروں گا، اور آج رات ہی میں مر جائے گا، یہ کہہ کر چلا گیا، اسی رات خود اس کا گھوڑا مر گیا، بیدار ہونے پر گھوڑے کو مردہ دیکھ کر تعجب سے اپنا سر پکڑ کر آیا اور کہنے لگا، ہائے تعجب بالائے تعجب

کہ ہمارے خدا کو خدائی کرتے ہوئے لاکھوں سال بیت گئے، مگر آج تک اس کو گدھے اور گھوڑے میں امتیاز اور پہچان نہ ہو سکی، میں نے تو گدھے کو ہلاک کرنے کی دعا کی تھی اور ہلاک کر دیا میرا گھوڑا،'' (بائبل سے قرآن تک، جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۰۶) اللہ دلوں کے حال تک کو جانتا ہے۔لہٰذا یہ کیونکر ممکن ہے کہ دعا عیسو کے حق میں کی گئی ہو اور خدا اسے یعقوب کے حق میں قبول کرلے؟ لیکن افسوس کہ پادریوں نے بائبل کا تحقیقی مطالعہ کر کے مذکورہ واقعہ کی اصلیت معلوم کرنے کی بجائے آنکھیں بند کر کے اس واقعہ کو مان لیا اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذات اقدس پر بہتان لگاتے ہوئے کوئی خوف خدا نہ کیا، چنانچہ مفسر رس اروِن لکھتا ہے ''یعقوب بھی غلطی پر تھا، وہ جانتا تھا کہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا غلط ہے اس لیے پکڑے جانے سے خوفزدہ تھا، لیکن وہ خدا کے قہر کے مقابلے میں اپنی ماں کے غصے سے زیادہ ڈرتا تھا، لہٰذا اس نے اپنی ماں کا حکم مانا۔پس تمام کا تمام خاندان ہی غلطی پر تھا، ہر فرد غلطی کا مرتکب ہوا'' (پیدائش کی تفسیر صفحہ ۲۰۸) ''ربقہ نے نہ صرف دھوکے بازی کا نمونہ پیش کیا بلکہ اپنے بیٹے کو بھی اسی گناہ کا مرتکب ہونے کے لیے کہا جو اس کے باپ اور دادا سے سرزد ہوا تھا، ۲۷/۱۸۔۲۴ میں یعقوب پانچ مرتبہ جھوٹ بولتا ہے، اگرچہ اسے علم تھا کہ ابرہام اور اضحاق اسی گناہ کے باعث مصیبت میں پھنس گئے تھے تو بھی اس نے وہی گناہ کیا آپ اپنی بائبل میں یعقوب کے ان پانچوں جھوٹوں پر نشان لگائیں تاکہ آپ کو یاد رہے کہ یعقوب اپنی ابتدائی زندگی میں قطعی غلط انسان تھا'' (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۲۱۱) ''جب خدا نے اسے چنا تو اس میں کوئی بھی اچھی بات نہیں تھی'' (ایضاً) ''یعقوب کی فطرت بھی گناہ آلودہ تھی'' (ایضاً ص ۲۱۴) مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے، ''یعقوب اور ربقہ کی چالاکی اور فریب نے اسے (اضحاق کو۔ناقل)

دھوکا دیا، اس نے یعقوب کو وہ برکت دے دی جو اس کا حق نہیں تھا" (بائبل کی تفسیر پیدایش تا گنتی، جلد نمبر ا ص ۴۴) "یعقوب کو "حق مارنے والا" کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ کوئی قابل تقلید نمونہ نہیں۔ اس نے اپنے بھائی اور باپ دونوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا، خاندان میں پہلوٹھے کو تین برکات ملتی تھیں (۱) خاندان اور قبیلے کی سربراہی (۲) وراثت میں سے دگنا حصہ (۳) خاندان کی کہانت (۱) اور قبیلہ کی سرداری، اگرچہ یعقوب چھوٹا تھا مگر پیشین گوئی ہو چکی تھی کہ اسے پہلوٹھے کا حق ملے گا لیکن وہ اس بات کا انتظار کرنے پر راضی نہ تھا کہ خدا کو اپنا ارادہ اور منصوبہ پورا کرنے دے، اس نے چار طرح سے گناہ کیا، (۱) خدا پر بھروسا نہ کیا کہ وہ اپنے ارادہ کو اپنے وقت پر پورا کرے۔ (۲) اس نے باپ کی نافرمانی کی اور اسے دھوکا بھی دیا۔ (۳) اس نے عیسو کے برے وقت (۲) سے فائدہ اٹھایا اور بڑی زبردست سودے بازی کی۔ (۴) اس نے وقت سے پہلے ہی وعدہ کو چھین لیا، اس کی دلیل یہ تھی کہ اچھا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے برائی کر لینے میں کوئی (۳) حرج نہیں" (ایضاً صفحہ ۴۶)

---

(۱) ایسے میں کیونکر مان لیں کہ عیسو نے محض ایک وقت کے کھانے کے عوض اپنا پہلوٹھے کا حق بیچ دیا ہو؟ (پیدایش ۲۵: ۲۹-۳۴)

(۲) آج بھی یہود و نصاریٰ اسی اصول پر عمل پیرا ہیں کہ غریب ممالک کے برے وقت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے زبردست سودے بازیاں کرتے ہیں یوں غریب ممالک قرضوں کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ کہانی جھوٹی ہے لیکن یہود و نصاریٰ نے اسے سچ سمجھ کر اسے واجب العمل قرار دے لیا ہے۔

(۳) پَولُس رسول نے بھی مسیحیوں کو یہی سکھایا ہے کہ "اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟ اور ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو"۔ (رومیوں ۳: ۷)

محترم قارئین! آپ نے دیکھا کہ پادریوں نے واقعہ کی اصلیت کی تحقیق کیے بغیر حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کے مقدس والدین پر کس قدر ناانصافی کر کے بہتان باندھے ہیں، اب خدائے بائبل کا انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ بے انصافی اور دھوکا بھی عیسو کے ساتھ ہوا تھا اور خدا نے بھی عیسو سے ہی نفرت رکھی، چنانچہ بائبل مقدس میں ہے کہ ''خداوند فرماتا ہے کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا؟ لیکن میں نے یعقوب سے محبت رکھی، اور عیسو سے عداوت رکھی اور اس کے پہاڑوں کو ویران کیا اور اس کی میراث بیابان کے گیدڑوں کو دی، اگر ادوم کہے ہم برباد تو ہوئے پر ویران جگہوں کو پھر آ کر تعمیر کریں گے تو رب الافواج فرماتا ہے اگرچہ وہ تعمیر کریں پر میں ڈھاؤنگا اور لوگ ان کا یہ نام رکھیں گے شرارت کا ملک ''وہ لوگ جن پر ہمیشہ خداوند کا قہر ہے''۔ (ملاکی ۱:۲۔۴ مزید رومیوں ۹:۱۳) عیسائیوں کا مقدس پولس رسول بھی خوب سوچ بچار کے بعد یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ ''پس ہم کیا کہیں؟ کیا خدا کے ہاں بے انصافی ہے؟ ہرگز نہیں'' (رومیوں ۹:۱۳۔۱۴) ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاں ہرگز بے انصافی نہیں ہے۔ یعنی خدا نے عیسو سے عداوت اور نفرت نہیں رکھی، بائبل مقدس سے خوب ثابت ہے کہ عیسو حضرت اضحاق کا پیارا اور پسندیدہ بیٹا تھا، وجہ یہ کہ عیسو ایک رحیم بردبار اور راست باز آدمی تھا، جیسا کہ اس بات کا اقرار مسیحی مفسرین نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ مفسر پادری ہیس ارون یعقوب کے متعلق لکھتا ہے کہ ''وہ عیسو سے بہتر نہیں تھا۔ لیکن بائبل ہمیں ایک ایسی بات بتاتی ہے جسے سمجھنا مشکل ہے، وہ یعقوب کو پیار کرتا اور عیسو سے نفرت کرتا ہے''۔ (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۲۱۴)

بائبل کے مطابق عیسو سے فراڈ کے بعد یعقوب کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں عیسو اسے قتل نہ کر دے، لہٰذا ربقہ نے کہا ”اے میرے بیٹے تو میری بات مان اور اٹھ کر حاران کو میرے بھائی لابن کے پاس بھاگ جا، اور تھوڑے دن اس کے ساتھ رہ جب تک کہ تیرے بھائی کی خفگی اتر نہ جائے (پیدائش ۲۷/۴۳-۴۴)“ سو اضحاق نے یعقوب کو رخصت کیا اور وہ فدان ارام میں لابن کے پاس جو ارامی بیتوایل کا بیٹا اور یعقوب اور عیسو کی ماں ربقہ کا بھائی تھا گیا، پس جب عیسو نے دیکھا کہ اضحاق نے یعقوب کو دعا دے کر اسے فدان ارام کو بھیجا ہے تا کہ وہ وہاں سے بیوی بیاہ کر لائے اور اسے دعا دیتے وقت یہ تاکید بھی کی ہے کہ تو کنعانی لڑکیوں میں سے کسی سے بیاہ نہ کرنا، اور یعقوب اپنے ماں باپ کی بات مان کر فدان ارام کو چلا گیا، اور عیسو نے یہ بھی دیکھا کہ کنعانی لڑکیاں اس کے باپ اضحاق کو بری لگتی ہیں، تو عیسو اسماعیل کے پاس گیا اور مہلت کو جو اسماعیل بن ابرہام کی بیٹی اور نبایوت کی بہن تھی بیاہ کر اسے اپنی اور بیویوں میں شامل کیا“۔ (پیدائش ۲۷/۵-۹)

عیسو کی راست بازی دیکھیں کہ بدلہ لینے کے لیے یعقوب کا تعاقب نہیں کیا بلکہ اپنے باپ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کا داماد بننے کا شرف حاصل کر کے حضرت اسحاق علیہ السلام کا دل خوش کر دیا، غور فرمائیں کہ عیسو کس درجہ کا عظیم انسان تھا کہ ہر وقت اپنے والدین کی رضا کے حصول میں کوشاں رہتا تھا، ایک عرصہ بعد جب یعقوب اپنے بیوی بچوں اور مال اسباب کے ساتھ واپس لوٹا تو عیسو کے ڈر سے تھر تھر کانپ رہا تھا اور دور سے عیسو کو آتے دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا، دہشت اور خوف کا یہ عالم تھا کہ یعقوب ”اپنے بھائی کے پاس پہنچتے پہنچتے سات بار زمین تک جھکا، اور عیسو

اس سے ملنے کو دوڑا اور اس سے بغلگیر ہوا اور اسے گلے لگایا اور چوما(۱) اور وہ دونوں روئے" (پیدائش ۳۳: ۳ تا ۴) ہوسکتا ہے یعقوب کا رونا خوف یا شرمندی کی وجہ سے اظہار ندامت ہو لیکن عیسو کے مقدس آنسو اپنے بھائی سے بے پناہ محبت کا اظہار تھے۔ان واقعات کے پڑھنے والا کوئی بھی شخص عیسو کی اعلیٰ ظرفی اور عظمت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے "عیسو اپنے بھائی کو قبول کرتا اور اسے معاف کر دیتا ہے" (بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی جلد نمبر ۱ صفحہ ۴۸) مفسر رس اروِن لکھتا ہے "یعقوب نے عیسو سے دھوکا بازی کی تھی۔لیکن دھوکا دینے کے بعد بھی یعقوب پر لازم تھا کہ ہوش میں آ جاتا اور جو ضروری تھا وہ کرتا، اسے کیا کرنا چاہیئے تھا؟ جب آپ کسی کا قصور کرتے ہیں تو آپ کو کیا کرنے کو کہا گیا ہے؟ غالباً آپ کا جواب یہ ہے کہ ہمیں معافی مانگنی چاہیئے۔یہ درست ہے لیکن یہ پہلا قدم نہیں۔پہلا قدم یہ ہے کہ آپ اپنے قصور کا اقرار کریں۔" (پیدائش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۲۳۱) "آیت ۱۴ میں وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ عیسو سے شعیر میں ملے گا، لیکن آیت ۱۷ میں وہ دوسری سمت روانہ ہو جاتا ہے اور اپنے بھائی سے ملنے کے لیے کبھی

---

(۱) پادری آرچڈیکن برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں "قدیم زمانہ میں کسی کاتب نے الفاظ "اور اسے چوما" پر نقطے لگا دیئے......ایک یہودی ربی کا قول ہے کہ عیسو نے یعقوب کو چومتے وقت دانتوں سے کاٹا تھا اور یہ نقطے اس کے دانتوں کے نشان ظاہر کرتے ہیں"۔(صحت کتب مقدسہ، ص ۴۵) لیکن ہمارا خیال اس کے برعکس ہے کہ کاتب یعقوب سے عیسو کی محبت ظاہر کرنا چاہتا تھا، حالانکہ عیسو سے بے انصافی اور دھوکہ ہوا تھا، لیکن اس کے باوجود عیسو یعقوب سے ملنے دوڑا آیا اور یعقوب کو چوما تو کاتب نے عیسو کی ذہنی پاکیزگی سے متاثر ہو کر اس فقرے پر نقطوں کے نشان لگا کر قارئین کے ضمیر پر دستک دی ہے کہ خوب غور کریں۔لیکن اس یہودی ربی کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں بھی عیسو کے خلاف ہی بیان دیا اور عیسو کو ہی قصوروار ٹھہرا دیا کہ بھائی کو کاٹ کھایا۔

بھی شعیر نہیں گیا‘‘ (ایضاً ص ۲۴۰) ’’اس کا عیسو کے ساتھ رویہ مناسب نہیں تھا۔ ہمیں ایسا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا کہ اس نے کبھی عیسو کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اس سے معافی مانگی۔ اب اس نے پھر عیسو سے جھوٹ بولا۔ اس حالت میں وہ خدا کے نزدیک کیسے جا سکتا تھا؟‘‘ (ایضاً ۲۴۱) پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے۔ ’’عیسو کے دوستانہ رویہ کے باوجود بھی یعقوب کی گھبراہٹ کم نہ ہوئی لہٰذا وہ عیسو کے پیچھے جانے کی بجائے سکات کو چل دیا‘‘ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۹ کالم ۲) اتنا کچھ جان لینے کے باوجود ہم کیونکر مان لیں کہ خدا نے ’’یعقوب سے محبت رکھی اور عیسو سے عداوت رکھی‘‘ (ملاکی ۲/۲۔۳) دوستو! بائبل مقدس سے عیسو کا کوئی قصور ہی ثابت نہیں ہوتا تو پھر خدا کا عیسو سے نفرت کرنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کئی خونی معرکوں میں ادومیوں (بنی عیسو) نے ناکوں چنے چبوا دیئے تھے (زبور ۱۳۷/۷ حزقی ایل ۱۲/۲۵۔۱۴ عاموس ۱/۱۱ عبدیاہ ۱۰/۱۴) یوں ادومیوں کو بدنام کرنے کے لیے خدا کی عیسو سے عداوت و نفرت والی بات شامل کتب مقدسہ کی گئی۔ ورنہ بائبل مقدس سے خدا کی عیسو سے نفرت کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ عیسو کا علاقہ (شعیر) تجلیات الٰہیہ کا موجب تھا۔ جیسا کہ بائبل میں مرقوم ہے ’’خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوگر ہوا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی‘‘ (اردو بائبل ۱۹۲۶ء زیر اہتمام برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور۔ استثنا ۲/۳۳) اس آیت میں تین جگہ سے کلام الٰہی کے نزول کا تذکرہ ہے، سینا سے توریت ملی، شعیر سے آشکارا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اہل شعیر یعنی ادومیوں نے توریت شریف کو قبول کر لیا، یروشلیم سے دس میل مغرب کی جانب یہ

علاقہ شروع ہوتا ہے (قاموس الکتاب ص ۵۷۶ کالم نمبر ا مقالہ شعیر) عیسائیت کو فروغ بھی اسی علاقہ سے ملا بعد ازاں یہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر خدا کی بادشاہی کے حقدار ہو گئے۔ کوہ فاران مکہ معظمہ کی پہاڑی کا نام ہے، فتح مکہ کے وقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہاڑی سے دس ہزار صحابہؓ کے ہمراہ جلوہ گر ہوئے۔ دس ہزار قدسی وہی دس ہزار صحابہؓ کی پاک جماعت ہے جو فتح مکہ کے روز سرورِ دو عالم حضور پُرنور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لیکن صد افسوس کہ پادریوں نے بائبل مقدس کے موجودہ اردو تراجم میں "دس ہزار" کی جگہ "لاکھوں" لکھ دیا ہے۔ لیکن ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن میں ہے کہ "وہ دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔

He came from the ten thousands If holy ones.

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی دی گئی اس پیشینگوئی کا تذکرہ مختلف انداز میں کافی انبیاء کرامؑ نے کیا ہے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں، "میرا محبوب سرخ و سفید ہے وہ دس ہزار میں ممتاز ہے...... ہاں وہ محمدیم ہے" (غزل الغزلات ۵/۱۰۔۱۶) یہ عبرانی بائبل کے الفاظ ہیں۔ موجودہ اردو تراجم میں "محمدیم" کی جگہ "سراپا عشق انگیز ہے" لکھ دیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ رسول عربی کا نام نامی "محمدؐ" ہے "محمدیم" نہیں ہے تو ہم عرض کریں گے کہ عبرانی میں عزت افزائی کے لیے کسی کے نام کے ساتھ "یم" کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس اضافہ سے نام جمع کے صیغہ میں آ جاتا ہے۔ جیسا کہ اہل پاک و ہند میں بھی عزت افزائی کے لیے کسی کو جمع کے صیغہ میں مخاطب کرتے ہیں۔ مثلاً تو کب آئیگا" کی بجائے "تم کب آؤ گے یا آپ کب آئیں گے" کہہ دیتے ہیں۔ اور "اسلم آ گیا ہے" کی بجائے "اسلم صاحب آ گئے ہیں" کہنا محض عزت افزائی کے لیے

ہے۔اسی طرح عبرانی میں بھی کسی کی توقیر مطلوب ہو تو اس کے نام کے بعد ''یم'' کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً عبرانی میں خدا کو ''الوہ'' کہتے ہیں ''الوہ'' واحد ہے لیکن اس کی مزید توقیر کے لیے بائبل مقدس میں ''الوہیم'' بھی لکھا گیا ہے۔ بس اسی اصول کے تحت ''محمد'' کی بجائے ''محمدیم'' لکھا گیا ہے۔ حبقوق نبی کہتے ہیں ''قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی......اور آتشی تیر اس کی قدموں سے نکلتے تھے، وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی۔ اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں، ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے قدیم ٹیلے جھک گئے'' (حبقوق ۳:۲-۶) آتشی تیروں سے مراد وہی آتشی شریعت ہے جس کا ذکر موسیٰؑ نے استثنا ۳۳/۲ میں کیا کہ ''اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لیے آتشی شریعت تھی'' اس سے مراد جہاد کی تعلیم ہے۔ داؤدؑ فرماتے ہیں ''وہ اپنے تیروں کو آتشی بناتا ہے'' (زبور ۷/۱۳) موسیٰؑ اور سرور دو عالمؐ نے آگ کا بپتسمہ دیا، چنانچہ توریت میں لکھا ہے ''تو جان کے بدلے جان لے، اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ'' (خروج ۲۱/۲۳-۲۵، استثنا ۱۹/۲۱، احبار ۲۴/۱۹-۲۲) اسلام نے اسے جہاد کا نام دیا ہے۔ جبکہ یسوع مسیح نے آگ کے موسوی بپتسمہ کا تذکرہ کر کے اس کے مقابلہ میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کی اتباع میں اس طرح پانی کا بپتسمہ دیا کہ ''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ (یعنی جہاد کرنا) نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے'' (متی ۵/۳۸-۳۹) لہٰذا حواری بھی پانی سے بپتسمہ دیتے رہے، پادری حضرات آج تک پانی سے ہی بپتسمہ

دیتے ہیں، لیکن سردار انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے آگ کے بپتسمہ پر مبنی جہاد کا حکم صادر فرمایا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آتشی شریعت کی مثل احکامات صادر فرمائے (دیکھئے القرآن ۵/۴۵) کیونکہ آپ مثیل موسیٰ ہیں (القرآن ۷۳/۱۵) حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل کے آنے کی خبر بڑے واضح الفاظ میں دی تھی کہ ''خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا، اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا'' (اعمال ۳/۲۲-۲۳ استثنا ۱۸/۱۵-۱۹) بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی موسیٰ جیسا نہیں ہوا (استثنا ۳۴:۱۰) یسوع مسیح بھی بنی اسرائیل میں سے تھے لہٰذا آپ مثیل موسیٰ نہیں ہیں، یسوع مسیح کے ہمعصر بھی مثیل موسیٰ کے منتظر تھے۔ چنانچہ انہوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے تین نبیوں کی بابت پوچھا تھا کہ تو ان تینوں میں سے کون ہے، (۱) مسیح (۲) ایلیاہ (۳) وہ نبی جس کی خبر موسیٰ نے مثیل کہہ کر دی تھی (یوحنا ۱/۱۹-۲۵) یسوع مسیح کو بھی بعض نے وہ نبی سمجھا تھا لیکن بعض نے فوراً کہہ دیا کہ یہ وہ مثیل موسیٰ نہیں بلکہ مسیح ہے اور یہ گفتگو مسیح کے روبرو ہوئی تھی (یوحنا ۷/۴۰) اگر یسوع مسیح اور مثیل ایک ہی شخصیت ہوتی تو یوحنا بپتسمہ دینے والا اور یسوع مسیح فوراً واضح فرمادیتے۔

یعقوب کی شادیاں اور اولادیں

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عیسو سے خوف زدہ ہو کر یعقوب اپنے ماموں لابن کے پاس حاران کو چلا گیا۔ چنانچہ بائبل میں لکھا ہے کہ ”اور یعقوب بیر سبع سے نکل کر حاران کی طرف چلا، اور ایک جگہ پہنچ کر ساری رات وہیں رہا کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اس نے اس جگہ کے پتھروں میں سے ایک اٹھا کر اپنے سرہانے دھر لیا اور اسی جگہ سونے کو لیٹ گیا، اور خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اس کا سرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے چڑھتے اترتے ہیں، اور خداوند اس کے اوپر کھڑا کہہ رہا ہے کہ میں خداوند تیرے باپ ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا ہوں......تب یعقوب جاگ اٹھا اور کہنے لگا کہ یقیناً خداوند اس جگہ ہے اور مجھے معلوم نہ تھا، اور اس نے ڈر کر کہا یہ کیسی بھیانک جگہ ہے!......اور یعقوب صبح سویرے اٹھا اور اس پتھر کو جسے اس نے اپنے سرہانے دھرا تھا لے کر ستون کی طرح کھڑا کیا اور اس کے سرے پر تیل ڈالا، اور اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا“۔ (پیدائش ۲۸/۱۰-۱۹)

یعقوبؑ کی مذکورہ بالا کہانی کے مطالعہ کے بعد ذہن میں کئی سوالات ابھرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ویران بیابان میں یعقوب نے تیل کہاں سے لے لیا؟ آسمان پر سیڑھی کی ٹیک کس چیز سے لگائی گئی تھی؟ کیا فرشتے آسمان پر چڑھنے اترنے کے لیے

سیڑھیاں استعمال کرتے ہیں؟ اور فرشتے سیڑھی پر بار بار چڑھ اتر کیوں رہے تھے کیا سیڑھی کو مصروف رکھنا مطلوب تھا؟ کیا فرشتوں کی یہی ڈیوٹی ہے کہ وہ ہر لمحہ سیڑھی پر چڑھتے اترتے رہیں؟ جب خدا سیڑھی کے سرے پر کھڑا ہو کر مخاطب تھا تو کیا اس وقت خدا نیچے نہ تھا؟ اور پھر یعقوب کے اپنے الفاظ ''یقیناً خداوند یہاں ہے'' (پیدائش ۱۶/۲۸) ثابت ہوا کہ بائبل کا خدا ہر وقت ہر جگہ نہیں ہوتا۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ یعقوب کی خدا سے کشتی کے ذیل میں آئندہ صفحات پر ہدیہ و قارئین کیا جائے گا۔ فی الحال یعقوب کی بقیہ کہانی۔

''اور یعقوب نے منت مانی اور کہا کہ اگر خدا میرے ساتھ رہے اور جو سفر میں کر رہا ہوں اس میں میری حفاظت کرے اور مجھے کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا دیتا رہے، اور میں اپنے باپ کے گھر سلامت لوٹ آؤں تو خداوند میرا خدا ہوگا'' (پیدائش ۲۰/۲۸۔۲۱) گور مکھی بائبل میں ہے۔

تاں یہوواہ میرا پرمیشر ہووے گا یعنی تب یہوواہ میرا خدا ہوگا'' فارسی بائبل میں ہے ''یھوہ خدای من خواھد بود'' غور فرمائیں کہ یعقوب مشروط طور پر یہوواہ کو خدا تسلیم کر رہا ہے، سبحان اللہ پھر بھی خدا کو عیسو سے نفرت اور یعقوب سے محبت ہے (ملاکی ۱/۲۔۳ رومیوں ۱۳/۹) سفر کرتا ہوا یعقوب ماموں کے گاؤں پہنچا تو چرواہوں نے اسے بتایا کہ اس کے ماموں لابن کی خوبصورت بیٹی راخل وہ سامنے بکریوں کو ساتھ لیے چلی آتی ہے، راخل کو دیکھ کر یعقوب فوراً عاشق ہو گیا۔ انڈیا ٹیلی ویژن سے بائبل کہانی میں دکھایا گیا کہ جب یعقوب نے راخل کو دیکھا تو وہ دل میں کہہ رہا تھا کہ ''حور ہے حاران کی بیٹی ہے لابان کی، جو بھی کوئی اس کو دیکھے بازی لگا دے جان کی۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ''یعقوب نے راخل کو چوما'' (پیدائش ۱۱/۲۹) یوں یعقوب اپنے

ماموں لابن کے گھر رہنے لگا۔ بائبل میں لکھا ہے ”راخل حسین اور خوبصورت تھی اور یعقوب راخل پر فریفتہ تھا“ ایضاً ۲۹/۱۷۔۱۸) آخر یعقوب نے لابن سے راخل کا رشتہ مانگ لیا تو یعقوب کو سات برس تک مہر کے طور پر لابن کی خدمت کرنا پڑی۔ لیکن سات برس بھی یعقوب کو ”راخل کی محبت کے سبب سے چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے، اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی۔ سو میری بیوی مجھے دے تا کہ میں اس کے پاس جاؤں“ (ایضاً ۲۹/۱۴۔۲۱) یعقوب کا لابن کو کہنا کہ ”تا کہ میں اس کے پاس جاؤں“ بہت بڑی جسارت ہے، بالخصوص مشرق میں یہ نہایت ہی معیوب ہے۔ دی نیو انگلش بائبل کے الفاظ اور بھی واضح اور ننگے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

"Give me my wife so that we may sleep together"

یعنی ”میری بیوی مجھے دے تا کہ ہم دونوں مل کر سوئیں“ اہل مشرق کے ہاں شادی کے بعد بھی داماد اپنے سسر سے ایسی ننگی گفتگو نہیں کرتا لیکن حیرت ہے یعقوب شادی سے قبل ہی ایسی جسارت کر گیا۔

”لابن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راخل تھا، لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں پر راخل حسین اور خوبصورت تھی“ (پیدائش ۲۹/۱۶۔۱۷) ”تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی، اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا، اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راخل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تو نے کیوں مجھے دھوکا دیا؟ لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلوٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں، تو اس کا

ہفتہ پورا کر دے پھر ہم دوسری بھی تجھے دے دیں گے جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی، یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی، اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو، سو وہ راخل سے بھی ہم آغوش ہوا اور وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا'' (پیدائش ۲۹/۱۶-۳۰)

قارئین کرام! کیا آپ نے بائبل کے تصور نبوت پر غور فرمایا؟ دیکھیں کہ یعقوب نبی کس طرح اپنے بھائی عیسو کی بھوک سے فائدہ اٹھا کر نبوت سودے بازی کرتا ہے۔ اور پھر باپ کو بلکہ خدا کو بھی دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور پورے ۱۴ برس راخل کے عشق میں مبتلا رہتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ساری رات لیاہ کو راخل سمجھ کر ہمبستری کرتا رہا، حالانکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ساری رات ہمبستری میں رہنے والی کو پہچان نہ پائے۔ اندریں حالات کہ لیاہ اپنی ایک الگ شناخت رکھتی تھی، یعنی اس کی آنکھیں چندھی تھیں جنہیں گھپ اندھیرے میں بھی ٹٹول کر محسوس کیا جا سکتا تھا، اور پھر یعقوب تقریباً ۷ برس سے راخل اور لیاہ کے ساتھ مل کر ایک ہی گھر میں رہ رہا تھا، لہذا ضرور ہی کہ وہ لیاہ کو محض آواز سے ہی پہچان لیتا ہوگا۔ دونوں بہنوں میں قد کاٹھ چال ڈھال انداز گفتگو اور آواز میں فرق کو یعقوب خوب سمجھتا ہوگا۔ اندریں حالات یہ کیونکر مان لیا جائے کہ رات بھر ہمبستری میں رہنے والی لیاہ کو یعقوب راخل سمجھتا رہا۔ معلوم ہوا کہ یعقوب سے منسوب عشق بازی خود ساختہ ہے۔ اغلب ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نیکی پرہیزگاری اور تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ کے ماموں لابن نے دوسری بیٹی بھی آپ ہی سے بیاہ دی تھی۔ گمان غالب ہے کہ لیاہ کے مرنے کے بعد راخل سے یعقوب کا نکاح کیا گیا ہوگا، کیونکہ ایک نکاح

میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ بائبل مقدس میں لکھا ہے "تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے" (احبار ۱۸/۱۸) اندریں حالات کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ لابن نے لیاہ کے جیتے جی راخل بھی یعقوب کے نکاح میں دے دی ہو؟ اس امر کی کچھ کچھ گواہی ہمیں بائبل سے بھی ملتی ہے کہ جب تک لیاہ کے اولاد ہوتی رہی تب تک راخل کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں ہوا، لیکن جب راخل کا پہلوٹھا یوسف پیدا ہوا تو اس کے بعد لیاہ سے اولاد ہونے کا کوئی ذکر بائبل سے نہیں ملتا۔ لیاہ کی اولاد میں دینہ سب سے چھوٹی ہے (پیدائش ۳۰/۲۱) دینہ کی پیدائش کے بعد ہی راخل سے اولاد کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن بائبل میں ہم دونوں بہنوں کو عرصۂ دراز تک یعقوب کے نکاح میں اکٹھا دیکھتے ہیں (پیدائش ۲۹/۱۸ تا ۳۲/۵۵) لیکن ہم یہ کیونکر مان لیں کہ یعقوب نے لیاہ کے جیتے جی راخل سے نکاح کر کے خدا کی نافرمانی کی تھی، اگر بائبل کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو ہی جاتی ہے۔

بائبل سے ثابت ہے کہ یعقوب اپنے ماموں لابن کے گھر میں زیادہ سے زیادہ ۲۰ برس تک ہی رہا تھا، جیسا کہ یعقوب لابن سے کہتا ہے "میں پورے بیس برس تیری ساتھ رہا، نہ تو کبھی تیری بھیڑوں اور بکریوں کا گابھ گرا اور نہ تیرے ریوڑ کے مینڈھے میں نے کھائے، جسے درندوں نے پھاڑا میں اسے تیرے پاس نہ لایا۔ اس کا نقصان میں نے سہا، جو دن کو یا رات کو چوری گیا اسے تو نے مجھ سے طلب کیا، میرا حال یہ رہا کہ میں دن کو گرمی اور رات کو سردی میں مرا اور میری آنکھوں سے نیند دور رہتی تھی، میں بیس برس تک تیرے گھر میں رہا۔ چودہ برس تک تو میں نے تیری دونوں بیٹیوں کے خاطر اور چھ برس تک تیری بھیڑ بکریوں کی خاطر تیری خدمت کی اور تو نے

دس بار میری مزدوری بدل ڈالی'' (پیدائش ۳۱/ ۳۸۔۴۱) معلوم ہوا کہ یعقوب لابن کے گھر میں ۲۰ برس رہا، ۱۴ برس بیویوں کے مہر کے بدلے جبکہ چھ برس کاروبار میں شراکت کی غرض سے، بائبل کے مطابق بیاہ کے ۲۴ برس بعد اولاد کا سلسلہ شروع ہوا اور صرف چھ برس کے عرصہ میں ۱۲ بچے پیدا ہوئے، آیئے حساب لگائیں کہ ۱۲ بچوں کی پیدائش تک کتنا عرصہ درکار تھا۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ راخل سے یعقوب کی شادی خدمت کے ۲۴ برس پورے ہونے پر کی گئی (پیدائش ۲۹/ ۲۱۔۲۸) بائبل کے مطابق راخل سے نکاح کے بعد لیاہ کے اولاد ہونا شروع ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے ''اور جب خداوند نے دیکھا کہ لیاہ سے نفرت کی گئی اس نے اس کا رحم کھولا مگر راخل بانجھ رہی'' (پیدائش ۲۹/ ۳۱) پس ثابت ہوا کہ جب لیاہ کا رحم کھولا گیا راخل یعقوب کی بیوی بن چکی تھی۔ (ایضاً ۲۹: ۳۰) اس کے بعد لیاہ سے یکے بعد دیگرے ۴ بیٹے (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہوداہ' پیدا ہوئے (۱) اگر راخل سے نکاح کے روز ہی لیاہ حاملہ ہو گئی تو روبن کی پیدائش تک ۹ ماہ کا عرصہ درکار ہے، اگر روبن کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو راخل سے نکاح سے لے کر شمعون کی ولادت تک ڈیڑھ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ اور شمعون کی ولادت کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو لاوی کے پیدا ہونے تک ۲۷ ماہ یعنی ۲ برس ۳ ماہ کا عرصہ بنتا ہے۔ اور اگر لاوی کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو یہوداہ کے پیدا ہونے تک کا عرصہ کم از کم ۳ برس بنتا ہے۔ اس سے کم ممکن ہی نہیں آپ حساب لگا کر دیکھ لیں۔ اس کے بعد لیاہ سے اولاد ہونا بند ہوگئی (پیدائش ۲۹/ ۳۵) تب راخل کی لونڈی بلہاہ سے اولاد شروع ہوئی اور یکے بعد

(۱) دیکھو پیدائش ۲۹: ۳۲۔۳۵۔

دیگرے ۲ بیٹے (۱) دان (۲) نفتالی پیدا ہوئے (پیدایش ۳۰/۵-۸) اگر یہوداہ کی پیدایش کے روز ہے بلہاہ حاملہ ہوگئی (۱) ہوتو دان کی پیدایش تک کا عرصہ ۳ برس ۹ ماہ بنتا ہے اور اگر دان کی پیدایش کے روز ہی بلہاہ پھر حاملہ ہوگئی ہوتو نفتالی کی پیدایش تک ۴ برس ۶ ماہ سے کم عرصہ ممکن ہی نہیں۔ نفتالی کی پیدایش کے بعد لیاہ نے اپنی لونڈی زلفہ یعقوب کے حوالے کردی تب اس سے بھی یکے بعد دیگرے ۲ بیٹے (۱) جد (۲) آشر پیدا ہوئے (پیدایش ۳۰/۹-۱۳) اگر نفتالی کی پیدایش کے روز ہی زلفہ حاملہ ہوگئی ہوتو جد کی پیدایش تک کم از کم ۵ برس ۳ ماہ کا عرصہ بنتا ہے اور اگر جد کی پیدایش کے روز ہی زلفہ پھر حاملہ ہوگئی ہوتو آشر کی پیدایش تک راخل سے یعقوب کے نکاح کو پورے ۶ برس گزر چکے تھے۔ اس سے کم عرصہ کسی طرح بھی ممکن نہیں، آپ بار بار حساب لگا کر غور فرمالیں، ہم بائبل سے ثابت کر چکے ہیں کہ یعقوب کی اولاد کا سلسلہ راخل سے ہمبستری کے بعد شروع ہوا تھا (پیدایش ۲۹/۱۸-۳۲) تب تک یعقوب کو لابن کے گھر میں رہتے ہوئے کم از کم ۱۴ برس بیت گئے تھے۔ جبکہ آشر کی پیدایش تک یعقوب کو لابن کے گھر رہتے ہوئے ۱۴+۶ = ۲۰ برس گزر چکے تھے۔ بائبل کہتی ہے کہ یعقوب کل ۲۰ برس تک لابن کے گھر میں رہا (ایضاً ۳۱/۴۱) جبکہ آشر کی پیدایش تک یعقوب کے لابن کے ہاں قیام کے بیس برس پورے ہو جاتے ہیں لیکن بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ لابن کے ہاں رہتے ہوئے یعقوب کی مزید اولاد بھی پیدا ہوئی۔ جیسا کہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعقوب بیس سال تک لابن کے گھر رہا اور اس دوران اس کے ہاں گیارہ بیٹے

---

(۱) بائبل کے مطابق یہوداہ کی پیدایش کے بعد راخل نے اپنی لونڈی بلہاہ یعقوب کی ملک کی (پیدایش ۳۰:۱-۵)

اور ایک بیٹی پیدا ہوئی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۸ کالم نمبر ۲) آیئے غور کریں کہ یعقوب کی بقیہ اولاد ہونے تک کم از کم کتنا عرصہ لگا۔

لابن کے ہاں یعقوب کے ۲۰ سالہ قیام کی دوران آٹھ بیٹے (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہوداہ (۵) دان (۶) نفتالی (۷) جد (۸) آشر پیدا ہو چکتے تھے۔ آشر کی پیدائش کے بعد لیاہ نے روبن کے مردم گمیاہ کے بدلے یعقوب کو اجرت پر لیا اور اس سے حاملہ ہوئی یوں لیاہ نے یکے بعد دیگرے دو بیٹوں اور ایک بیٹی یعنی کل ۳ (۱) اشکار (۲) زبولون (۳) بیٹی دینہ کو جنم دیا (پیدائش ۳۰/۱۴۔۲۱) روبن گیہوں کاٹنے پانچ چھ برس کی عمر میں نہیں جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے اس وقت روبن جواب تھا، لیکن بالفرض محال اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ آشر کی پیدائش کے روز ہی لیاہ حاملہ ہوگئی تھی تو اشکار کی پیدائش تک ۹ ماہ کا عرصہ ضروری ہے۔ اور اگر اشکار کی پیدائش کے روزہ ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو زبولون کی پیدا ہونے تک ڈیڑھ برس بنتا ہے۔ اور اگر زبولون کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو دو برس تین ماہ بیت چکے تھے جب دینہ پیدا ہوئی، بائبل کے مطابق دینہ کی پیدائش کے بعد'' خدا نے راخل کو یاد کیا اور خدا نے اس کی سن کر اس کے رحم کو کھولا، اور وہ حاملہ ہوئی اور اس کے بیٹا ہوا'' (پیدائش ۳۰/۲۲۔۲۴) اگر دینہ کی پیدائش کے روز ہی راخل حاملہ ہوگئی ہو تو یوسف کی پیدائش تک پورے ۳ برس بنتے ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے'' اور جب راخل سے یوسف پیدا ہوا تو یعقوب نے لابن سے کہا مجھے رخصت کر کہ میں اپنے گھر اور اپنے وطن کو جاؤں'' (پیدائش ۳۰/۲۵) ثابت ہوا کہ جب یعقوب نے لابن سے واپسی کی اجازت چاہی تو اس وقت تک یعقوب کے حاران میں قیام کو ۲۰ + ۳ = ۲۳ برس ہو چکے تھے۔ یعقوب کی واپسی کا سن کر لابن نے کہا'' اگر مجھ پر تیرے کرم کی نظر

ہے تو یہیں رہ کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ خداوند نے تیرے سبب سے مجھ کو برکت بخشی ہے" (ایضاً ۳۰ر۲۷) ثابت ہوا کہ لابن یعقوب کو اللہ کا نبی سمجھ کر ان کا بے حد احترام کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی دوسری بیٹی راخل بھی آپ کے عقد میں دے دی۔ بائبل کہتی ہے کہ لابن نے منت سماجت کر کے یعقوب کو واپس جانے سے روک لیا اور ایک معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے جتنی بھی بھیڑیں اور بکریاں چتلی اور ابلق اور کالی ہوں وہ سبھی الگ کر کے یعقوب کی ٹھہرائی جائیں گی (پیدائش ۳۰ر۲۸۔۳۶) مذکورہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد یعقوب نے اپنے ریوڑ بڑھانے کے لیے عجیب طریقہ و کار اختیار کیا چنانچہ لکھا ہے "اور یعقوب نے سفیدہ اور بادام اور چنار کی ہری ہری چھڑیاں لیں اور ان کو چھیل چھیل کر اس طرح گنڈیدار بنا لیا کہ ان چھڑیوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی، اور اس نے وہ گنڈیدار چھڑیاں بھیڑ بکریوں کے سامنے حوضوں اور نالیوں میں جہاں وہ پانی پینے آتی تھیں کھڑی کر دیں اور جب وہ پانی پینے آئیں سو گابھن ہو گئیں، اور ان چھڑیوں کے آگے گابھن ہونے کی وجہ سے انہوں نے دھاریدار اور چتلے اور ابلق بچے دئے، اور یعقوب نے بھیڑ بکریوں کے ان بچوں کو الگ کیا اور لابن کی بھیڑ بکریوں کے منہ دھاریدار اور کالے بچوں کی طرف پھیر دئے اور اس نے اپنے ریوڑوں کو جدا کیا اور لابن کی بھیڑ بکریوں میں ملنے نہ دیا، اور جب مضبوط بھیڑ بکریاں گابھن ہوتی تھیں تو یعقوب چھڑیوں کو نالیوں میں ان کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا تھا تا کہ وہ ان چھڑیوں کے آگے گابھن ہوں، پر جب بھیڑ بکریاں دبلی ہوتیں تو وہ ان کو وہاں نہیں رکھتا تھا۔ سو دبلی تو لابن کی ہوتیں اور مضبوط یعقوب کی ہو گئیں، چنانچہ وہ نہایت بڑھتا گیا اور اس کے پاس بہت سے ریوڑ اور لونڈیاں اور نوکر چاکر اور اونٹ اور گدھے ہو گئے" (پیدائش ۳۰ر۳۷۔۴۳)

یعقوب کا لابن سے معاہدہ طے پا جانے سے لے کر یعقوب کے زبردست رئیس ہو جانے تک کے عرصہ کو اگر کم از کم ۴ برس بھی تسلیم کر لیا جائے تو یوسف کی پیدائش سے لے کر یعقوب کے رئیس ہو جانے تک کم از کم ۳+۴=۷ برس تو ضرور ہی بنتے ہیں۔ اس سے کم ممکن ہی نہیں کیونکہ بھیڑ بکریاں ایک ہی حمل میں اتنی زیادہ نہیں ہو گئی تھیں۔اور پھر یعقوب کا اپنا بیان ہے کہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد لابن نے دس بار اس کی مزدوری بدلی۔جیسا کہ یعقوب راخل سے کہتا ہے۔''میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے باپ کا رخ پہلے سے بدلا ہوا ہے پر میرے باپ کا خدا میرے ساتھ رہا،تم تو جانتی ہو کہ میں نے مقدور بھر تمہارے باپ کی خدمت کی ہے،لیکن تمہارے باپ نے مجھے دھوکا دے دے کر دس بار میری مزدوری بدلی پر خدا نے اس کو مجھے نقصان پہنچانے نہ دیا،جب اس نے یہ کہا کہ چتلے بچے تیری اجرت ہوں گے تو بھیڑ بکریاں چتلے بچے دینے لگیں اور جب کہا کہ دھاریدار بچے تیرے ہوں گے تو بھیڑ بکریوں نے دھاریدار بچے دئے''(پیدائش ۳۱/۵۔۸) خدا نے یعقوب سے فرمایا،''اب اٹھ اور اس ملک سے نکل کر اپنی زاد بوم کو لوٹ جا''(ایضاً ۳۱/۱۳) ملحدین چتلے ابلق اور کالی بچے حاصل کرنے کے لیے یعقوب کے انوکھے طریقۂ کار پر اتنا استہزاء کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ہم ملحدین کے اقوال لکھ کر اپنی کتاب کی تقدس کو پامال نہیں کرنا چاہتے لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے کہ ایسا کسی بھی طور ممکن نہیں ہے اور نہ سائنس کی کوئی تکنیک یا اصول اس کی حمایت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہی کہ یعقوب اور لابن کے معاہدہ سے لے کر یعقوب کو خروج کے خدائی حکم تک کا عرصہ کسی بھی طور ۴ برس سے کم ممکن نہیں،آپ حساب لگا کر دیکھ لیں کہ لابن نے دس بار یعقوب کی مزدوری بدلی۔اور ہر بار یعقوب

کے لیے بھیڑ بکریوں کی قسم کو بدل ڈالا، یعنی کبھی چتلے بچے یعقوب کے ٹھہرائے تو کبھی کالے اور کبھی دھاریدار بچے یعقوب کے ٹھہرائے۔ بکریاں سال میں ایک بار گابھن ہوتی ہیں اور دس بار یعقوب کے لیے بھیڑ بکریوں کی اقسام بدل دینے سے عرصہ دس برس ماننا پڑتا ہے۔ لیکن ہم نے اس عرصہ کو نہایت ہی کم کر کے ۴ برس مقرر کیا ہے۔ یوں لابن کے ہاں یعقوب کے قیام کی مدت کم از کم ۲۰+ ۳+ ۴= ۲۷ برس بنتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یعقوب زیادہ سے زیادہ ۲۰ برس تک لابن کے ہاں رہا (پیدائش ۳۱/۴۱) سچی بات تو یہ ہے کہ لابن اپنے بھانجے حضرت یعقوب علیہ السلام کی فیوض و برکات اور شان نبوت اور راست بازی سے سخت متاثر اور گرویدہ تھا، اسی لے اپنی بیٹی لیاہ آپ کے عقد شریف میں دے کر آپ کا سسر ہونے کا شرف حاصل کیا، اغلب ہے کہ لڑکی دینہ کی ولادت کے بعد حضرت لیاہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کے ماموں لابن نے اپنی چھوٹی بیٹی راخل (راحیل) کے لیے حضرت یعقوب علیہ اسلام کو ہی سب سے بہتر پایا اور آپ کا سسر ہونے کی دوبارہ سعادت حاصل کی، اگر ہمارے موقف کو مان لیا جائے تو بیس برس کی مدت بہت لمبی مدت ہے، اس دوران سب کچھ ممکن ہے۔ یعنی لیاہ سے نکاح ہوتے ہی اللہ نے اولاد دینا شروع کر دی اور لیاہ کی لونڈی زلفہ سے بھی اللہ نے اولاد دی۔ یوں سات برس میں حضرت لیاہ سے چھ بیٹے (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہوداہ (۵) اشکار (۶) زبولون اور ایک بیٹی یعنی دینہ اور لونڈی زلفہ سے دو بیٹے (۱) جد (۲) آشر پیدا ہو چکے تھے، دینہ کی پیدائش کے بعد حضرت لیاہ وفات پا گئیں تو راخل سے نکاح ہوا، اور مزید سات برس گزرنے تک راخل سے حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کا بھائی بلیمین اور مزید بیٹیاں (پیدائش ۳۷/۳۵ و ۴۶/۷) اور لونڈی بلہاہ سے دو بیٹے (۱) دان (۲) نفتالی پیدا

ہوئے، یعنی ۱۴ برس کے قیام میں ہی اولاد مکمل ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہم نے عرض کیا ہے کہ راخل سے عشق بازی اور دونوں بہنوں یعنی لیاہ اور راخل کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی کہانی کمزور اور خلاف دین ہے۔

ایک مغالطہ کا جواب

پادری حضرات اکثر عوام کو مغالطہ میں مبتلا کرنے کی غرض سے کہتے ہیں کہ لیاہ سے نکاح کے سات روز بعد ہی راخل سے نکاح ہو گیا تھا اور لیاہ سے اولاد اسی وقت شروع ہو گئی تھی۔ جیسا کہ لابن نے کہا تھا کہ ’’تو اس کا ہفتہ پورا کر دے پھر ہم دوسری بھی تجھے دے دیں گے‘‘ (پیدائش ۲۷/۲۹) پادری ایف۔ایس خیر اللہ لکھتا ہے ’’یہودیوں کے ہاں شادی کا جشن سات دن تک جاری رہتا تھا (قضاۃ ۱۲/۱۴) غالباً پیدائش ۲۷/۲۹ میں لابن اپنے بھانجے یعقوب کو کہتا ہے کہ شادی کے جشن کے دن پورے ہونے دے پھر تیری شادی راخل سے کر دی جائے گی‘‘ (قاموس الکتاب ص ۱۰۸۱ کالم نمبر ۲ مقالہ ہفتہ پورا کرنا) پادری صاحب کا استدلال غلط ہے کیونکہ قضاۃ ۱۲/۱۴ میں نامختون فلسطینیوں کی رسم کا ذکر ہے جس میں اسرائیلی سمسون بھی شریک تھا، لیکن اگر اسے اسرائیلی رسم بھی مان لیا جائے تو ہم عرض کریں گے کہ یہاں یعقوب سے کئی صدیوں بعد کی رسم و رواج کا تذکرہ ہے۔ یعقوب کے وقت ایسا نہ تھا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ قضاۃ ۱۲/۱۴ کے علاوہ اس رسم کا پوری بائبل سے کوئی اتا پتہ نہیں ملتا۔ ہفتہ سے مراد دراصل سات برس ہیں جس کی وضاحت لابن نے ہی کر دی تھی یعنی ’’تو اس کا ہفتہ پورا کر دے پھر ہم دوسری بھی تجھے دے دیں گے جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہو گی، یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی‘‘ (پیدائش ۲۶/۲۷۔۲۸) غور فرمائیں

گیہ لابن وضاحت کرتا ہے کہ ہفتہ سے مراد سات برس کی خدمت ہے، اور اس وضاحت کے بعد لکھا کہ یعقوب نے ایسا ہی کیا یعنی سات برس پورے کئے، یعقوب نے پہلے سات برس کی خدمت راخل کے لیے کی تھی (ایضاً ۲۹:۱۸و۲۰و۲۱و۲۵) یعنی یعقوب نے راخل کا ہفتہ پورا کیا تھا اور اب لابن لیاہ کا ہفتہ یعنی خدمت کے سات برس پورے کرنے کا تقاضا کر رہا تھا، جسے یعقوب نے پورا کرنے کے بعد راخل کو حاصل کیا تھا (ایضاً ۲۹/ ۲۸) گومکھی بائبل کے الفاظ مزید واضح ہیں۔

ایہد اسا تا پور کرتاں میں تینوں ایہ وی اس ٹہل دے بدلے جیہڑی توں میرے لئی ہور ستاں وریہاں تیک کرینگا دے دیانگا" بات واضح ہے کہ لابن یعقوب سے مطالبہ کر رہا ہے کہ اگر راخل سے نکاح چاہتے ہو تو پہلے خدمت کے سات برس کا ہفتہ اس کے لیے پورا کرو۔ معلوم ہوا کہ راخل سے نکاح خدمت کے ۱۴ برس پورے ہونے پر ہوا تھا۔

اکثر پادری کہتے ہیں کہ راخل سے نکاح اور رخصتی کے بعد یعقوب نے سات برس کی خدمت پوری کی تھی جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے کہ "وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی" (پیدائش ۲۹/ ۳۰) یہ مدت معاہدہ سے علاوہ ہے۔ یعنی خدمت کے مقررہ ۱۴ برس کے (۱) بعد۔ لیکن اگر پادریوں کی بات مان لی جائے تو ہم عرض کریں گے کہ لیاہ سے اولاد ہونے کا اجراء اس

---

(۱) شائد آپ کے دل میں خیال آئے کہ یوں تو لابن کے ہاں یعقوب کا قیام ۲۱ برس بنتا ہے جبکہ بائبل بتاتی ہے کہ یعقوب وہاں ۲۰ برس ہی رہا لیکن ہم عرض کریں گے کہ یہ بائبل کا داخلی اختلاف ہے جیسا کہ مفسرین ارون لکھتا ہے۔ یہ مختصر عرصہ ۲۱ سالوں پر محیط ہو گیا" (پیدائش کی کتاب کی تفسیر ص ۲۳۲) یعنی رس ارون ۲۱ سالہ عرصہ کو تسلیم کرتا ہے۔)

خدمت سے بھی بعد مذکور ہے دیکھو پیدائش ۲۹؍۳۲، لہٰذا اندریں حالات بھی ہم عرض کریں گے کہ چھ برس میں گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی یعنی کل ۱۲ بچوں کا یکے بعد دیگرے پیدا ہونا غیر ممکن ہے۔ جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

خاندان لابن کی بت پرستی

قارئین کرام! آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ۲۰ برس لابن کے ہاں پورے ہو چکنے کے بعد خدا نے یعقوب کو حکم دیا کہ ''اٹھ اور اس ملک سے نکل کر اپنی زاد بوم کو لوٹ جا'' (پیدائش ۳۱؍۱۳) لہٰذا یعقوب نے تیاری مکمل کی اور ''تب یعقوب نے اٹھ کر اپنے بال بچوں اور بیویوں کو اونٹوں پر بٹھایا، اور اپنے سب جانوروں اور مال و اسباب کو جو اس نے اکٹھا کیا تھا۔ یعنی وہ جانور جو اسے فدان ارام میں اجرت میں ملے تھے لے کر چلا تا کہ ملک کنعان میں اپنے باپ اضحاق کے پاس جائے، اور لابن اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کو گیا ہوا تھا۔ سو راخل اپنے باپ کے بتوں کو چرا لے گئی'' (پیدائش ۳۱؍۱۷۔۱۶) بائبل مقدس کی یہ عبارت ثابت کرتی ہے کہ یعقوب کے سسرال بت پرست تھے، اور بتوں سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ کنعان روانگی کے وقت راخل نے اپنے باپ کے بت چرا لیے۔ اضحاق کی بیوی یعنی یعقوب کی ماں ربقہ لابن ارامی کی سگی بہن تھی اور لابن اور ربقہ کا باپ بیتوایل ارامی تھا جو ابرہام کے سگے چھوٹے بھائی نحور کا بیٹا تھا اور بیتوایل کی ماں ملکہ نحور کی بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ نحور کی سگی بھتیجی تھی یعنی ابرہام کے چھوٹے بھائی حاران کی بیٹی اور لوط کی بہن تھی (دیکھئے بالترتیب۔ پیدائش ۱۱؍۲۷۔۳۱ و ۲۲؍۲۰۔۲۳ و ۲۴؍۱۵ و ۲۴؍۲۴ و ۲۴؍۲۹ و ۲۴؍۴۷ و ۲۴؍۶۷) لابن اور راخل کی بت پرستی دیکھ کر ذہن میں فوراً یعقوب کی ماں ربقہ اور بیتوایل اور نحور اور ملکہ کا خیال بے اختیار ذہن میں آتا ہے کہ کیا

یہ سب لوگ بت پرست تھے؟ قارئین کرام! تھوڑا توقف کر کے بائبل کی یہ عبارت پڑھ لیں، ''ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے'' (یشوع ۲۴/۲) ریفرنس بائبل میں اس عبارت کے ذیل میں پیدائش ۳۱/۳۰ و ۳۵/۲ کا حوالہ دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ لابن اور اس کے دادے پردادے ان بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ شائد یہی وجہ تھی کہ یعقوب نے مشروط طور پر یہوواہ کو خدا تسلیم کیا تھا (پیدائش ۲۸/۲۰۔۲۱) واضح ہو کہ ہم یہ سب کچھ الزامی جواب کے طور پر لکھ رہے ہیں ورنہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور آپ کا مقدس خاندان اور آپ کے سسرال پکے مومن توحید پرست مسلمان تھے، البتہ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ فدان ارام سے یعقوب کے چلے آنے کے تیسرے دن لابن کو خبر ہوئی کہ ''یعقوب بھاگ گیا'' (پیدائش ۳۱/۲۲) تب لابن نے یعقوب کا پیچھا کیا اور جلعاد کے پہاڑ پر اسے جا پکڑا۔ اور یعقوب سے کہا ''خیر! اب تو چلا آیا تو چلا آیا کیونکہ تو اپنے باپ کے گھر کا بہت مشتاق ہے لیکن میرے بتوں کو کیوں چرا لایا؟'' (پیدائش ۳۱/۳۰) معلوم ہوا کہ لابن نے یعقوب کا تعاقب بتوں کے حصول کے لیے کیا تھا۔ لیکن راخل بھی کچھ کم بت پرست نہ تھی چنانچہ جب لابن نے تمام لوگوں کی جامہ تلاشی شروع کی تو ''راخل ان بتوں کو لے کر اور ان کو اونٹ کے کجاوہ میں رکھ کر ان پر بیٹھ گئی اور لابن نے سارے خیمہ میں ٹٹول کر دیکھ لیا پر ان کو نہ پایا، تب وہ اپنے باپ سے کہنے لگی کہ اے میرے بزرگ! تو اس بات سے ناراض نہ ہونا کہ میں تیرے آگے اٹھ نہیں سکتی کیونکہ میں ایسے حال میں ہوں جو عورتوں کا ہوا کرتا ہے سو اس نے ڈھونڈا پر وہ بت اس کو نہ ملے'' (پیدائش ۳۱/۳۴۔۳۵) غور کریں کہ لابن اور راخل کو بتوں سے کس قدر پیار تھا، اور اس پورے

خاندان کے مقابلہ میں مصری شہزادی ہاجرہ اور اس کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حال دیکھیں کہ ان سے منسوب بت پرستی کا کوئی ایک بھی واقعہ بائبل میں مذکور نہیں۔ اکثر پادری حضرات سارہ کی اولاد اور نحور کے خاندان کی بت پرستی پر پردہ ڈالنے کے لیے عجیب وغریب بہانے کرتے ہیں۔ مثلاً پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے ''اگر ان بتوں پر قبضہ خاندان کا سربراہ ہونا ظاہر کرتا تھا تو پھر راخل کا بتوں کو چرانے کا مقصد یعقوب کو سربراہ بنانا ہی ہوسکتا تھا۔ راخل نے حیلہ سازی سے ان بتوں کو اپنے پاس ہی رکھا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۹ کالم نمبر ۱)

مذکورہ بالا تحریر میں پادری صاحب یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ لابن کا خاندان بت پرست (۱) نہ تھا بلکہ یہ خاندانی بت تھے جو خاندان کے سربراہ کی تحویل میں رہتے تھے۔ یعنی جس کے پاس بت وہی سربراہ۔ واہ کیا خوب منطق اگلی۔ لیکن افسوس کہ بائبل مقدس کی کوئی سی ایک آیت بھی پادری صاحب کے موقف کی تائید نہیں کرتی۔ ریفرنس بائبل میں پیدائش ۳۰/۳۱ کے ذیل میں قضاۃ ۲۴/۱۸ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یعنی دونوں جگہ کے واقعات میں مماثلت تسلیم کی گئی ہے۔ قضاۃ کے ابواب ۱۷ تا ۱۸ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افرائیم کے کوہسانی ملک کے ایک شخص میکاہ کی والدہ نے چاندی کے گیارہ سو سکے خداوند کے لیے مقدس قرار دے کر ان سے ایک کھدا ہوا بت بنوایا۔ پھر اس ڈھالے ہوئے اور کھدے ہوئے بت کو میکاہ نے اپنے ذاتی بت خانہ میں رکھا اور ایک افود اور ترافیم بنوایا اور اپنے بیٹے کو مخصوص کر کے کاہن بنایا، قارئین پر واضح ہو کہ کاہن مخصوص کرنا اور افوذ اور ترافیم وغیرہ موسوی

---

(۱) لابن کا بت پرست ہونا اس سے بھی ثابت ہے کہ پیدائش ۳۱:۲۹ کے مطابق لابن حضرت اسحاقؑ کے خدا کو نہیں مانتا تھا۔

شریعت کے مطابق یہوواہ خدا کی عبادت کے لیے مقدس ترین رسومات ولوازمات ہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے خروج باب ۲۸، ہوسیع ۳:۴، خروج ۲۹:۲۹ وغیرہ) لیکن قضاۃ باب ۱۷ تا ۱۸ میں یہ سب کچھ اس بت کی پوجا کے لیے ہورہا تھا۔ بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ ''اور بیت لحم یہوداہ میں یہوداہ کے گھرانے کا ایک جوان تھا جو لاوی تھا'' (قضاۃ ۱۷/۷) بنی اسرائیل کے ۱۲ قبیلے یعقوب کے ۱۲ بیٹوں کے نام سے مشہور تھے، تعجب ہے کہ یہ نام نامعلوم جوان یہوداہ کے گھرانے سے بھی تھا اور یہوداہ کے بھائی لاوی کے گھرانے سے بھی تھا۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب ہم پادریوں پر چھوڑتے ہیں، البتہ اس نام نامعلوم جوان کا اپنا بیان ہے کہ۔ ''میں بیت لحم یہوداہ کا ایک لاوی ہوں اور نکلا ہوں کہ جہاں کہیں جگہ ملے وہیں رہوں'' (قضاۃ ۱۷/۹) یعنی لاوی کے گھرانے کا ایک جوان جو یہوداہ کے بیت لحم کا رہنے والا تھا۔ میکاہ نے اسے اپنے بت خانہ کی کہانت پر مامور کردیا، قبیلہ دان کے پانچ سوسورمے ادھر آنکلے اور اس نام نامعلوم لاوی کو پہچان کر میکاہ کے بت خانہ کو دیکھا اور پھر مناسب وقت پاکر حملہ کرکے میکاہ کے بت لے اڑے۔ میکاہ نے اپنے سورموں کے ہمراہ تعاقب کرکے انہیں جالیا تو بنی دان کے سورموں نے کہا، ''تجھ کو کیا ہوا جو اتنے لوگوں کی جمعیت کو ساتھ لیے آرہا ہے؟ اس نے کہا تم میرے دیوتاؤں کو جن کو میں نے بنوایا اور میرے کاہن کو ساتھ لے کر چلے آئے۔ اب میرے پاس اور کیا باقی رہا؟ سو تم مجھ سے یہ کیونکر کہتے ہو کہ تجھ کو کیا ہوا؟'' (قضاۃ ۱۸/۲۳۔۲۴) ریفرنس بائبل میں اس عبارت کے ذیل میں پیدائش ۳۱/۳۰ کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں لابن یعقوب پر اعتراض کرتا ہے کہ ''میرے بت کیوں چرالایا'' یعنی لابن کے یعقوب سے سوال اور میکاہ کے بنی دان سے سوال میں ایک ہی مقصد کارفرما تھا۔ یعنی یہ کہ میکاہ اور لابن دونوں بت

پرست تھے، گورمکھی بائبل میں لابن کے الفاظ یوں درج ہیں کہ:

پرتوں میرے دیوتیاں نوں کیوں چرایا؟ یعنی تو نے میرے دیوتاؤں کو کیوں چرایا؟ گورمکھی بائبل میں پیدائش کے باب ۳۵ کا سرنامہ یوں درج ہے۔

''بتاں داتیاگ اتے پرمیشر دے درشن''۔ یعنی بتوں کا رد کیا جانا اور خدا کا مکاشفہ۔ اس باب میں لکھا ہے کہ خدا نے یعقوب کو بیت ایل پہنچنے اور وہاں خدا کے لیے مذبح بنانے کا حکم دیا تو ''یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ساتھیوں سے کہا کہ بیگانہ دیوتاؤں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کرو......تب انہوں نے سب بیگانہ دیوتاؤں کو جوان کے پاس تھے اور مندروں کو جو ان کے کانوں میں تھے یعقوب جو دے دیا اور یعقوب نے ان کو اس بلوط کے درخت کے نیچے جو سکم کے نزدیک تھا دبا دیا'' (پیدائش ۳۵/۱۔۴) غور فرمائیں گورمکھی بائبل کا مذکورہ بالا سرنامہ لابن کے گھر سے چرائے گئے بتوں کو خدا کے مقابلہ پر لا کر رد کرتا ہے۔ اور یعقوب بھی ان بتوں اور مندروں کو بیگانہ دیوتا کہتا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ لابن کے گھر سے چرائے گئے بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ بعض دفعہ پادری بہانہ کرتے ہیں کہ سکم کے نزدیک بلوط کے درخت کے نیچے دبائے جانے والے بتوں کی واقعی پوجا ہوتی تھی لیکن یہ وہ بت نہ تھے جو لابن کی بیٹی راخل چرا لائی تھی، لیکن ہم عرض کریں گے کہ اگر ایسا ہی تھا تو تب بھی ان لوگوں کا بت پرست ہونا ثابت ہوتا ہے، حالانکہ پادری ایف ایس۔ خیر اللہ نے اعتراف کیا ہے کہ ''انہوں نے ان بتوں کو جو فدان ارام سے لائے تھے زمین میں دبا دیا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۹ کالم نمبر ۲) پس ثابت ہو گیا کہ راخل جن بتوں کو چرا لائی تھی وہ سربراہی کی علامت خاندانی بت نہ تھے بلکہ وہ لوگ ان بتوں کی الوہیت کے قائل تھے۔

یعقوب سے اسرائیل

لابن سے رخصت ہو کر یعقوب کنعان کو روانہ ہوا تو تمام بیوی بچوں کو یبوق کے گھاٹ سے پار بھیجا اور خود اکیلا رہ گیا تو اسی وقت خدا انسانی شکل میں آ کر یعقوب سے ساری رات کشتی لڑتا رہا۔ آخر یعقوب نے خدا پر فتح پائی۔ چنانچہ بائبل مقدس میں لکھا ہے "یعقوب اکیلا رہ گیا اور پو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں اس سے کشتی لڑتا رہا، جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس کی ران کو اندر کی طرف سے چھوا اور یعقوب کی ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی، اور اس نے کہا مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی، یعقوب نے کہا کہ جب تک تو مجھے برکت نہ دے میں تجھے جانے نہیں دوں گا، تب اس نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یعقوب، اس نے کہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا، تب یعقوب نے اس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں تو مجھے اپنا نام بتا دے۔ اس نے کہا کہ تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اور اس نے اسے وہاں برکت دی، اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی"۔ (پیدائش ۳۲/۲۴۔۳۰) ریفرنس بائبل کے حاشیہ میں اس مقام پر "اسرئیل" کا معنی "خدا سے زور آزمائی کرنے والا" لکھا ہوا ہے۔ بائبل میں یعقوب کے متعلق لکھا ہے کہ "اس نے رحم میں اپنے بھائی کی ایڑی پکڑی اور وہ اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا" (ہوسیع ۱۲:۳)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ بائبل خدا کا کیسا تصور پیش کرتی ہے۔ جو یعقوب سے شکست کھا گیا، اور یعقوب اس وقت بڈھا ضعیف ہو چکا تھا اس وقت

یعقوب کی عمر ۹۸ برس کی تھی جیسا کہ مفسر مورس بلینکارڈ لکھتا ہے۔ ’’جب ابرہام کی وفات ہوئی تو یعقوب کی عمر پندرہ برس تھی۔ وہ کوئی ستتر ۷۷ برس کا تھا جب پہلی دفعہ گھر چھوڑا۔ چوراسی ۸۴ برس کی عمر میں اس نے شادی کی۔ نوے ۹۰ سال کی عمر میں یوسف پیدا ہوا۔ اٹھانوے برس کا تھا جب کنعان کو واپس آیا اور عیسو سے ملا وہ کوئی سو ۱۰۰ برس کا تھا جب بنیامین پیدا ہوا۔ یعقوب ایک سو بیس ۱۲۰ برس کا تھا جب اس کے باپ اضحاق کا انتقال ہوا۔ ایک سو تیس ۱۳۰ برس کی عمر میں مصر کو گیا اور وہاں ایک سو سینتالیس ۱۴۷ برس کی عمر میں وفات پائی‘‘ (بائبل کی تفسیر پیدایش تا گنتی۔ جلد نمبر ۲ ص ۵۰) آپ خدائے بائبل کی کمزوری کا اندازہ لگائیں کہ ۹۸ سالہ ضعیف بڈھے یعقوب سے کشتی میں کیسی شکست کھائی۔ اور یعقوب کے حوصلہ کی بھی داد دیجئے کہ برکت کی رشوت وصول کیے بغیر خدا کو جانے نہ دیا۔ قارئین پر واضح ہو کہ راقم پکا مسلمان ہے اور ایسے تصور خدا سے سخت بیزار ہے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق اللہ واحد ہے لا شریک حاکم مطلق ہے۔ ہر وقت ہر جگہ اسی طرح موجود ہی جتنا عرش پر۔ کائینات کی ہر ہر چیز کا مکمل تفصیلی علم ہر ہر لمحہ رکھتا، ہر ہر شے کو دیکھ رہا ہے۔ قادر مطلق ہے۔ جو کام کرنا چاہتا ہے اسے حکم فرماتا ہے کہ ہو جا۔ اور وہ ہو جاتا ہے۔ وہ بلا شرکت غیرے حاکم کل ہے، معبود ہے مسجود ہے۔ نہ کوئی اس کا مشیر ہے نہ وزیر ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے۔ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ نہ اسے ہنسی آتی ہے اور نہ ہی اسے پچھتاوا یا غم ہوتا ہے وہ اپنی ذات میں واحد و یکتا اور بے نیاز ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا، اور جب کچھ نہ رہے گا تو وہ ہوگا، وہ ہر شے کا مالک و خالق ہے لیکن اسے کسی نے خلق نہیں کیا، غرور اور تکبر صرف اسی کو شایان ہے یہی ہمارا ایمان ہے۔ اس لیے بائبل مقدس کے تصور خدا کے بیان میں ہماری تنقید کو اللہ پاک کے متعلق نہ سمجھا جائے بلکہ ہماری تنقید کا نشانہ یہود و نصاریٰ کے خود تیراشیدہ عقائد ہیں۔

جیسا کہ اللہ پاک نے کلام پاک میں فرمایا ''وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ'' (القرآن ۶:۹۱) انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کرنی چاہیئے تھی' چونکہ بائبل مختلف حوادث کی وجہ سے محرف و مبدل ہو چکی ہے یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا تصور خدا مسلمانوں کے تصور خدا سے بہت ہی زیادہ مختلف ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں۔

بائبل کا تصور خدا

بائبل مقدس کے مطابق۔ آدمؑ و حوا خدا کی مانند نیک و بد کی پہچان کرنے والے بن گئے (پیدایش ۳:۵،۲۲) بہت سارے خدا (زبور ۸۲:۱،۲) الہٰوں کا الہٰ (استثنا ۱۰/۱۷، ا۔ تواریخ ۱۶/۲۵) خدا کی آواز (اعمال ۱۲/۲۲) موسیٰ خدا کے پاس گیا (خروج ۱۹/۳، ۲۰/۲۱) میں جو ہوں سو میں ہوں (خروج ۳/۱۳،۱۴) جہاں خدا تھا (خروج ۲۰/۲۱) خدا کے سامنے (گنتی ۱۴/۳۸) خدا کا مسکن (زبور ۷۶/۲) خدا کی آرام گاہ (زبور ۱۳۲/۸) خدا کی سکونت (زبور ۱۳۵/۲۱ و خروج ۲۵/۸، ۲۹/۴۵) لشکر خدا کے دائیں بائیں (ا۔ سلاطین ۲۲/۱۹) خدا صیون میں رہتا ہے (زبور ۹/۱۱) خدا ہیکل میں ہے (زبور ۱۱/۴ حبقوق ۲/۲۰) روبرو (خروج ۲۹/۲۴) دیکھو خداوند گزرا (ا۔ سلاطین ۱۹/۱۱) خداوند مصریوں کو ماتا ہوا گزرے گا (خروج ۱۲/۲۳) خدا بھسم کرنے والی آگ ہے (خروج ۲۴/۱۷ گنتی ۱۱/۱ خروج ۳۲/۱۰ استثنا ۴/۲۴، ۹/۴ یسعیاہ ۳۰/۲۷ و ۳۰ و ۳۱/۹ و زبور ۵۰/۳ و ۲۔ سموئیل ۲۲/۹، ۱۳ عبرانیوں ۱۲/۲۹) خدا جیسا منہ (پیدایش ۳۳/۱۰ خدا اور یعقوب کا دنگل (پیدایش ۳۲/۲۴۔۳۰) خدا کروبیوں پر سواری کرتا اور ہوا میں اڑتا ہے (ا۔ سموئیل ۴/۴، ۲۔ سموئیل ۲۲/۱۱ و خروج ۲۵/۲۲ گنتی ۷/۸۹، ۲۔ سلاطین ۱۹/۱۵ و زبور ۸۰/۱، ۹۹/۱) خدا کی روح (پیدایش ۱/۲ خروج ۳۱/۳، گنتی ۲۴/۲، ا۔ سموئیل ۱۱/۶، مکاشفہ ۴/۵، ا۔ کرنتھیوں ۷/۴۰، افسیوں ۴:

۳۰یوحنا۴ /۲۴) یسوع مسیح میں الوہیت (کلسیوں ۲ /۹ یوحنا ۱/۱ خدا کو دیکھنا) (پیدائش ۴۸ /۳خروج ۲۴ /۱۱ ویسعیاہ ۵۲ /۹) خدا کھڑا ہے (یسعیاہ ۱/۱۸، ۳/ ۱۳) خدا خود جنگیں لڑتا ہے (خروج ۱۷/ ۱۶ یشوع ۱۰/ ۴۳، ۱۔تواریخ ۱۴/ ۱۵ ویسعیاہ ۳۱ /۵، ۴۲/ ۳، یرمیاہ ۲۰/ ۱۱) خداوند فلستیوں کے اوپر اسی دن بڑی کڑک کے ساتھ گرجا اور ان کو گھبرا دیا (۱۔سموئیل ۷/ ۱۰) کڑک کے ساتھ خدا کی مزید گھن گرج ۲۔سموئیل ۲۲ /۱۴، ۱۔سموئیل ۲ /۱۰، ایوب ۳۷ /۴، ۴۰: ۹ زبور ۱۸ /۱۳، ۲۹ /۳ ویرمیاہ ۲۵ /۳۰، ہوسیع ۱۱ /۱۰) خداوند خروج کرتا لڑتا اور کوہ زیتون پر کھڑا ہوتا ہے اور خدا کے بوجھ سے پہاڑ بیچ میں سے یوں پھٹ جاتا ہے کہ آدھا پہاڑ شمال کو آدھا جنوب کو سرک جاتا ہے یہاں تک کہ مشرق سے مغرب تک وادی ہو جاتی ہے (زکریاہ ۱۴ /۳۔۴) خدا نعرہ مارتا ہے (یوایل ۳ /۱۶) خدا کی سات آنکھیں (زکریاہ ۴ /۱۰) بے بس (قضاۃ ۱ /۱۹) خدا دور سے چلا آتا ہے (یسعیاہ ۳۰ /۲۷) خداوند اپنی جلالی آواز سنائے گا اور اپنے قہر کی شدت اور آتش سوزاں کے شعلے اور سیلاب اور آندھی اور اولوں کے ساتھ اپنا بازو نیچے لائے گا۔(یسعیاہ ۳۰ /۳۰) خدا کے نتھنوں سے دھواں اٹھتا ہے (۲۔سموئیل ۲۲ /۹ و ۱۶) خدا کا ہانپنا اور چلانا (یسعیاہ ۴۲ /۱۴) خدا کو نیند (زبور ۴۴ /۲۳، یسعیاہ ۵۱ /۹) تب خداوند گویا نیند سے جاگ اٹھا اس زبردست آدمی کی طرح جو مے کے سبب سے للکارتا ہو (زبور ۷۸ /۶۵) گورمکھی ترجمہ یوں ہے۔

تاں پربھوستے ہوئے وانگوں جاگ اٹھیا، اس سورمے وانگوں جہیڑا نشے وچ للکارے ماردا ہے۔

یعنی "تب خداوند سونے والے کی طرح جاگ اٹھا، اس سورمے کی طرح جو نشہ کی حالت میں للکارتا ہے" (دیکھیں گورمکھی بائبل) اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی کوئلے اس سے دہک اٹھے (۲۔سموئیل ۲۲ /۹) خداوند کی سانس گندھک کے سیلاب کی

مانند اس کو سلگاتی ہے (یسعیاہ ۳۰/ ۳۳) خدا کہتا ہے "ہائے میرا دل، میرے پردہ دل میں درد ہے میرا دل بے تاب ہے (یرمیاہ ۴/ ۱۹۔۲۲) بائبل کے خدا کا مکمل ناک نقشہ (۱)

(۱) یوحنا ۴: ۲۴ لوقا ۲۴: ۳۹ کے مطابق خدا روح ہے اور روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی، لیکن بائبل مقدس سے خدا کے تمام اعضاء جسمانی ثابت ہیں۔

خدا کے اعضاء۔ خدا کی شکل وصورت (پیدائش ۱: ۲۶۔۲۷، ۹: ۶) سر (یسعیا ۵۹: ۱۷) سر اور بال (دانی ایل ۷: ۹) چہرہ ہاتھ بازو (زبور ۴۴: ۲، ۳) چہرہ گدی (خروج ۳۳: ۲۳) آنکھ کان (زبور ۳۴: ۱۵ و باروک ۲: ۱۷ و دانی ایل ۹: ۱۸) آنکھیں (۱۔سلاطین ۸: ۲۹، ۵۲، یرمیاہ ۱۶: ۱۷، ۳۲: ۱۹ و ایوب ۳۴: ۲۱ و امثال ۵: ۲۱، ۱۵: ۳) آنکھیں اور پلکیں (زبور ۱۱: ۴) کان پاؤں ناک اور منہ (زبور ۱۸: ۶، ۸ تا ۱۰، ۲۰۔ تواریخ ۶/۴) ہونٹ اور زبان (یسعیاہ ۳۰: ۲۷) ہاتھ اور پاؤں (استثنا ۳۳: ۳) انگلیاں (خروج ۳۱: ۱۸) پیٹ اور دل (یرمیاہ ۴: ۱۹) کمر (یسعیاہ ۲۱: ۳) خون (اعمال ۲۰: ۲۸) زنانہ شرمگاہ یعنی فرج (زبور ۲: ۷)

خدا کا پیشہ: باغبان (پیدائش ۲: ۸ یسعیاہ ۴۱: ۱۹) معمار (۱۔سموئیل ۲: ۳۵۔ ۲۔سموئیل ۲: ۱۱، ۲۷، ۱۔سلاطین ۷: ۳۸ و زبور ۱۲۷: ۱) کمہار (یسعیاہ ۶۴: ۸) درزی (پیدائش ۳: ۲۱) جراح (یرمیاہ ۳۰: ۱۷) حجام یعنی نائی (یسعیاہ ۷: ۲۰) نرس یعنی دائی (پیدائش ۲۹: ۳۱، ۳۰: ۲۳) قصاب (یسعیاہ ۳۴: ۶) کا شتکار (یسعیاہ ۴۱: ۱۵) خرکار اور دوکاندار (یوایل ۳: ۸) معلم (یسعیاہ ۵۴: ۱۳) پہلوان (پیدائش ۳۲: ۲۴ تا ۲۸)۔

خدا کی مکانیت: بائبل مقدس میں بہت ہی کم جگہ پر خدا کو مکانیت سے منزہ قرار دیا گیا ہے، مثلاً یسعیاہ ۲۶: ۱، ۲، اعمال ۷: ۴۸، علاوہ ازیں بائبل سے خدا کی مکانیت کے اثبات کثرت سے ملتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے خروج ۲۵: ۸، ۲۹: ۴۵، ۴۶، گنتی ۵: ۳، ۳۵: ۳۴ و استثنا ۲۶: ۱۵، ۲۔ سموئیل ۷: ۵، ۶، ۱۔ سلاطین ۸: ۳۰ تا ۴۹ و زبور ۹: ۱۱، ۱۱: ۴، ۲۶: ۸، ۲۸: ۱۶، ۷۴: ۲، ۷۶: ۲، ۹۹: ۱، ۱۳۵: ۲۱ و ا۔ تواریخ ۱۷: ۴۔ ۶، ۱۲، ۲۸: ۳، ۱۰، ۲۲: ۱۰۔

۲۔ سلاطین ۱۷: ۲۶ کے مطابق خدا ایک محدود علاقے پر ہی کنٹرول رکھتا ہے، یعنی ہر علاقہ کا الگ الگ خدا ہے۔ نیز سرگودھا کے پادری۔ بی۔ ایم خان صاحب لکھتے ہیں۔ "فردوس ہی وہ جگہ ہے جہاں خدا باپ رہتا ہے" (ماہنامہ قاصد جدید، لاہور۔ اپریل ۱۹۹۶ صفحہ ۱۴)

طوالت کے خوف سے میں نے فقط حوالہ جات پر ہی اکتفا کیا ہے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار الحق میں اس موضوع پر نہایت ہی سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ لہٰذا تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھئے بائبل سے قرآن تک۔ جلد ۲ صفحات ۲۰۸ تا ۲۱۰۔

(خروج ۲۴/۱۰، زبور ۲/۱۳۲، ۷، ۹۹/۵، ۲سموئیل ۲۲/۱۰) ایک جگہ ہو تو دوسری جگہ نہیں ہوتا (پیدائش ۵/۱۱، ۱۸/۲۰، ۲۲، ۲۳۔ ۳۵/۱۲، ۴۶/۴ خروج ۲۲/۱۲۔ ۱۳/۲۱۔ ۱۹/۱۹۔ ۱۹/۱۷۔ ۱۸/۲۰۔ ۳۳/۲۲، ۲۳۔ ۳۴/۶، ۹ قضاۃ ۵/۴، ا۔سموئیل ۳/۹، ۲ سموئیل ۵/۲۴، ۲۲/۱۰، ا۔سلاطین ۱۹/۱۱، زبور ۱۴۴/۵ و یسعیاہ ۲۶/۲۱، احبار ۲۶/۱۲، حزقی ایل ۴۴/۲ خروج ۱۷/۵ عاموس ۷/۷ خروج ۴/۲۴) خدا صاحب ازواج واولاد (پیدائش ۱/۶۔۵ خروج ۴/۲۴، استثنا ۱۴/۱، ا۔تواریخ ۲۲/۱۹ و ایوب ۶/۱ یرمیاہ ۳۱/۱۰ حزقی ایل ۲۳/۳۶۔ ۳۷، زبور ۲/۷ مرقس ۵/۷) خدا کو صدمہ (پیدائش ۶/۷ قضاۃ ۲/۱۸، ا۔سموئیل ۱۵:۳۵ و ا۔تواریخ ۲۱:۱۵ بمقابلہ، ا۔سموئیل ۱۵/۲۹) کمزوری اور بیوقوفی (ا۔کرنتھیوں ۱/۲۵) تھکاوٹ (خروج ۳۱/۱۷) اکتاہٹ (یرمیاہ ۶/۱۵) فساد (قضاۃ ۲۱/۱۵) دغابازی (یرمیاہ ۴/۱۰، ۲۔سلاطین ۱۹/۱۰) خدا آسمان پر ہے (زبور ۱۱۵/۳ متی ۶/۹) دعوت گناہ (عاموس ۴/۴) عورتوں کو ننگا کرنا (ناحوم ۳/۵، یسعیاہ ۳/۱۷ حزقی ایل ۱۶/۸، ۳۷) خدا کی زوجہ کو طلاق (یسعیاہ ۵۰/۱ ہوسیع ۲/۲۔۱۰) بھول (زبور ۷۷/۹) خدا ٹھگا گیا (ملاکی ۳/۹) امداد کا طالب (قضاۃ ۵/۲۳، یسعیاہ ۱۳/۴، ۲۷:۱۰) ہر شخص جو ملہم ہو خدا (یوحنا ۱۰:۳۴۔۳۶) نیند (زبور ۳۵:۲۳ و ۷۸:۶۵) ہوا اور بادلوں پر سیر کرنا (زبور ۱۰۴:۳) معبودوں کا معبود الٰہ زادہ الہوں کا اِلٰہ (دانی ایل ۲:۴۷، ۳/۲۵، ۱۱/۳۶) مقدس الہوں کی روح (دانی ایل ۴/۸، ۵/۱۱ کیتھولک بائبل) بوڑھا خدا (دانی ایل ۷/۹) خدا کو ہنسی آ گئی (زبور ۲/۴) کیا خدا تیرے آگے نہیں گیا (قضاۃ ۴/۱۴) خدا اوپر چلا گیا (پیدائش ۳۵/۱۳)، اس کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ خدا سے بائبل کا یہ سلوک اسلامی تصور خدا کے بالکل برعکس ہے۔

تاریخ بنی اسرئیل

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ "وہ اپنی توانائی کے ایام میں خدا سے کشتی لڑا" (ہوسیع ۱۲/۳۰) گورمکھی بائبل میں ہے۔

اپنی جوانی وچ پرمیشر نال گھلیا" مشہور مسیحی مفسر مورس بلینکارڈ کے مطابق لابن کے گھر سے کنعان روانگی کے وقت یعقوب کی عمر ۹۸ برس کی تھی (بائبل کی تفسیر پیدایش تا گنتی۔ جلد نمبرا صفحہ ۵۰) اسی دوران یعقوب کی خدا سے کشتی ہوئی، حیرت ہے کہ بائبل اسے یعقوب کی جوانی کی عمر کہتی ہے۔ یعقوب کا دادا ابرہام ۹۹ برس کی عمر میں اس قدر بڈھا تھا کہ اولاد کی بھی امید نہ رہی (پیدایش ۱۷/۱۷) جبکہ پوتا ۹۸ برس کی عمر میں جوان تھا۔ یاللعجب۔ خدا سے کشتی کے دوران خدا نے پوچھا کہ "تیرا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا یعقوب، اس نے کہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا" (پیدایش ۳۲: ۲۷۔۲۸) ریفرنس بائبل کے حاشیہ میں نام "اسرائیل" کا معنی لکھا ہے کہ "خدا سے زور آزمائی کرنے والا" پادری ایف۔ ایس خیر اللہ لکھتا ہے "خدا نے اس کا نام بدل کر اسرائیل رکھا جس کا مطلب ہے "اس نے خدا کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب رہا" (قاموس الکتاب صفحہ ۴۹ کالم نمبرا) یعنی یعقوب کا نام اسرائیل اس لیے رکھا گیا کہ اس نے کشتی کر کے خدا پر فتح حاصل کی، لیکن ہم مسلمانوں کا موقف اس سے مختلف ہے۔ نام اسرائیل دو الفاظ کا مرکب ہے، (۱) اسرا (۲) ایل۔ عبرانی زبان

میں اللہ کو کہتے ہیں۔لفظ ''اسرا'' کے متعلق مشہور مسیحی عالم لویس معلوف لکھتا ہے۔
''اَسَرَہ اَسْرًا وِاسَارًاوِاسْتَاسَرَہٗ'' اپنے آپ کو بطور قیدی کے حوالے کرنا،اور الاسر (مص) کہا جاتا ہے ''ھذا الک باسرہ'' یہ سب کا سب تمہارے لیے ہے'' (المنجد ص ۵۵ طبع یاز دہم ۱۹۹۴ء) یوں نام اسرائیل کا مطلب بنتا ہے ''احکامات الٰہی میں مقید رہنے والا'' یا پھر ''اپنے سب کچھ یعنی دل دماغ نفس و جان و مال کو اللہ کی تحویل میں دے دینے والا، اور اَسْرٌ کا مطلب ''جسم کے جوڑ بند مفاصل'' وغیرہ بھی ہے جیسا کہ اللہ فرمایا ہے ''وَشَدَدْنَآ اَسْرَھُمْ'' ان کے جوڑ بند مضبوط کیے (القرآن ۲۸/۷۶) یوں اسرائیل سے مراد ایسا شخص ہوا جو اپنے اعضاء جوڑ بند کو اللہ کے حکم سے عمل میں لاتا ہے۔یعنی ''جس کے مفاصل کو اللہ کی تائید حاصل ہو''۔پھر فرمایا ''اَسَرَّ الْقَوْلَ'' بات چپکے سے کہے (القرآن ۱۳:۱۰) یوں اسرائیل سے مراد ایسا شخص جو اللہ کو دل میں پکارتا ہوا'' پھر فرمایا ''وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ'' جب نبیؐ نے پردے کی بات بتائی (القرآن ۶۶/۳) یوں اسرائیل کا مطلب ایسا شخص ہے جس پر اللہ نے اسرار کھول دیئے ہوں۔یعنی ''تعلق باللہ رکھنے والا'' پھر فرمایا ''فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ'' اپنے اہل وعیال کو لے چلو'' (القرآن ۱۱/۸۱،۱۵/۶۵) پھر فرما ''اَسْرِ بِعِبَادِیْ'' ہمارے بندوں کو لے چلو'' (القرآن ۲۰/۷۷،۲۶/۵۲،۴۴/۲۳) یوں اسرائیل سے مراد ایسا شخص ہے ''جو اللہ کو ساتھ لے کر چلنے والا ہو'' یعنی اپنی زندگی کو احکامات الٰہی کے مطابق گزارنے والا۔ الغرض ہر طرح سے نام اسرائیل کا نیک مطلب (ا) ہی بنتا ہے۔

(ا) قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی لکھتے ہیں۔''اسرائیل حضرت یعقوب کا عبرانی نام ہے۔اسرا کے معنیٰ ہیں بندہ، اور ایل کے معنی ہیں خدا، اس طرح یہ لفظ عبداللہ کے ہم معنیٰ ہے''۔
(قاموس القرآن۔صفحہ ۵۵ کالم نمبر ا)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو چونکہ اسرائیل کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ بائبل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقدس خاندان سے منسوب نہایت افسوسناک واقعات مذکور ہیں۔ ذیل میں ہم بالترتیب ان واقعات کو بیان کرر ہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان واقعات کی تحقیق عرض کریں گے۔ انشاء اللہ۔

دینہ کی بے حرمتی

۲۰ برس لابن کے گھر رہنے کے بعد یعقوب اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کنعان آیا اور عیسو سے ملاقات کے بعد سکات میں شہر سکم کے نزدیک ڈیرے لگائے (پیدائش ۳۱/۴۱، ۳۳/۱۔۱۷) تب یعقوب کی بیٹی دینہ اس ملک کی لڑکیوں کو دیکھنے باہر نکلی۔ تو وہاں کے امیر حوی حمور کے بیٹے سکم نے دینہ سے مباشرت کی اور اسے ذلیل کیا اور دینہ سے عشق میں میٹھی میٹھی باتیں کیں، جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ حتی کہ یعقوب کو اور جنگلوں میں مویشی چراتے دینہ کے تمام بھائیوں نے بھی سن لیا۔ دینہ کے بھائی رنجیدہ اور غضبناک ہو کر گھر آئے۔ سکم کے کہنے پر حمور نے ان سے دینہ کا رشتہ مانگ لیا۔ بنی اسرائیل نے رشتہ داری کے لیے شرط رکھی کہ سکم اور حمور اور شہر کا ہر مرد ختنہ کروائے، سکم اور حمور نے شرط منظور کر کے خود بھی ختنہ کرایا اور تمام اہل شہر کو ختنہ کرنے پر مجبور کر دیا، لہٰذا تیسرے روز جبکہ شہر کا ہر مرد ختنہ کے درد میں مبتلا تھا تو دینہ کے صرف دو بھائیوں یعنی شمعون اور لاوی نے تلواریں لے کر صرف ایک ہی روز میں شہر کے سارے (۱) مردوں کو قتل کیا عورتوں کا اسیر کر لائے۔ گھروں سے ہر قسم کا سامان اور مویشی اور بھیڑ بکریاں دیگر جانور حتیٰ کہ ان کی

(۱) بائبل مقدس میں دوسری جگہ بتایا گیا ہے کہ شمعون اور لاوی نے صرف ایک مرد کو قتل کیا تھا (پیدائش ۴۹:۶) اب ہم بائبل کی کس بات کو مانیں۔

فصلیں بھی کاٹ لائے (پیدائش ۳۴/۱-۳۰) بائبل مقدس کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ان بیانات کی تحقیق کرتے ہیں۔ بائبل کے مطابق سکم کے باپ کا نام حمور تھا، عبرانی میں حمور گدھے کو کہتے ہیں (قاموس الکتاب ص ۳۳۷ کالم نمبر ۲) اپنے لیے ایسا نام کون قبول کرسکتا ہے؟ اور پھر یہ کہ وہ شہر کا رئیس اعظم تھا، معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خود ساختہ ہے۔ اور پھر حمور خالصتاً عبرانی لفظ ہے جبکہ اہل سکم عبرانی نہ تھے بلکہ فلسطینی تھے۔ فلسطینی کا عبرانی نام چہ معنی دارد؟

دینہ شہر کی لڑکیوں کو دیکھنے گئی تھی نہ کہ لڑکوں سے دوستی کرنے۔ ایک طویل عرصے کی دوستی اور رفاقت کے بغیر دینہ کا سکم کے ساتھ خلوت میں چلے جانا غیر ممکن ہے۔ اور اگر سکم نے زبردستی زنا کرڈالا تھا تو تب بھی سرے بازار یہ کام ممکن نہ تھا، پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ ہر خاص وعام کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی۔ حتیٰ کہ جنگلوں میں بنی اسرائیل نے بھی سن لیا؟ معلوم ہوا کہ واقعہ خود ساختہ ہے۔ اور پھر لکھا ہے کہ سکم نے دینہ کو ذلیل ورسوا کیا اور ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ "اس کا دل یعقوب کی بیٹی دینہ سے لگ گیا اور اس نے اس لڑکی سے عشق میں میٹھی میٹھی باتیں کیں" (پیدائش ۳۴/۳) یہ کس طرح ممکن ہے کہ سکم کو دینہ سے عشق بھی تھا یہاں تک کہ دینہ کے لیے پورے شہر کے ختنہ کرادیئے اور دوسری طرف اس کی سرِ عام آبروریزی کردی اور ذلیل ورسوا کر دیا، پس یا تو عشق تھا اور ذلیل نہیں کیا، یا پھر ذلیل ورسوا کیا سرِعام بے آبرو کرکے رکھ دیا تو پھر عشق میں میٹھی میٹھی باتیں نہیں کیں۔ ثابت ہوا کہ یہ واقعہ غیر حقیقی ہے۔

صرف دو آدمیوں کا اتنی بڑی مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کر لینا فصلیں کاٹ کرلے آنا عورتیں ہانک لانا ناممکن ہے۔ وہ دونوں انسان ہی تھے۔ کوئی جن بھوت یا

فرشتے نہ تھے، ایک ہی روز میں اتنے کام دو آدمیوں کے لیے بالکل ناممکن ہیں۔ اور مقتولین نے صرف ختنہ ہی تو کروایا تھا، وہ درد میں مبتلا ہی سہی لیکن سب مل کر حملہ کرتے تو ان دونوں کو قتل کر سکتے تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اتنی عورتوں کو اسیر کر لانا بھی دو آدمیوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ واقعہ غیر حقیقی ہے۔

دینہ کی عمر کی تحقیق

بائبل مقدس کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکم شہر کے قریب بنی اسرائیل کے ڈیرے لگانے کے وقت دینہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ یا پھر اتنی چھوٹی عمر کی تھی کہ نہ تو اس سے مباشرت ممکن تھی اور نہ ہی عشق میں میٹھی میٹھی باتوں سے لطف اندوز ہو سکتی تھی۔ جیسا کہ پیچھے ہم اپنے مضمون ''یعقوب سے اسرائیل'' میں بائبل مقدس سے ثابت کر چکے ہیں کہ لابن کے ہاں یعقوب نے کل ۲۰ برس قیام کیا (پیدائش ۳۱/۴۱) اور یہ کہ لابن کے ہاں قیام کے ۲۴ برس پورے ہونے کے بعد لیاہ یعقوب سے حاملہ ہوئی تھی تب یعقوب کا پہلوٹھا روبن پیدا ہوا تھا۔ دینہ یعقوب کے یکے بعد دیگرے پیدا ہونے والے دس بیٹوں سے چھوٹی تھی۔ جبکہ قیام کے بیس برس پورے ہوتے ہی یعقوب فدان ارام سے نکل کر سکم شہر کے نزدیک ڈیرے لگا چکا تھا۔ یعنی روبن کی پیدائش کے بعد یعقوب لابن کے ہاں صرف پانچ برس رہا تھا۔ پانچ برسوں میں ۹ بچے یکے بعد دیگرے پیدا ہونے بالکل ناممکن ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ سکم کے قریب ڈیرے لگانے کے وقت تک دینہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس وقت تک تو دینہ سے بڑے چند بھائی بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ واقعہ غیر حقیقی ہے۔

اکثر پادری ضد کرتے ہیں اور بہت زور یہ ثابت کرنے پر لگاتے ہیں کہ لابن کے ہاں قیام کے آٹھ برس پورے ہونے پر ہی روبن پیدا ہو چکا تھا۔ بالفرض

محال اگر ہم پادریوں کا موقف مان بھی لیں تو تب بھی اس واقعہ کے اثبات نہیں ملتے۔ یعنی اگر قیام کے سات برس پورے ہوتے ہی لیاہ حاملہ ہوگئی ہو تو روبن کی پیدائش تک لابن کے ہاں قیام کا عرصہ سات برس ۹ ماہ بنتا ہے۔ اگر روبن کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی تو شمعون کی پیدش تک قیام کا عرصہ آٹھ برس چھ ماہ بنتا ہے۔ اور اگر شمعون کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو یہوداہ کی پیدائش تک قیام کا عرصہ دس ۱۰ برس بنتا ہے۔ تب لیاہ سے اولاد ہونے میں توقف ہوا۔ پیدائش ۲۹/۳۱۔۳۵) بائبل کہتی ہے کہ یہوداہ کی پیدائش کے بعد راخل نے اپنی لونڈی بلہاہ یعقوب کے عقد میں دی تو تب بلہاہ سے یکے بعد دیگرے دو بیٹے (۱) دان (۲) نفتالی پیدا ہوئے (پیدائش ۳۰/۱۔۸) اگر یہوداہ کی پیدائش کے روز ہی بلہاہ سے عقد ہوا اور اسی روز بلہاہ حاملہ ہوگئی ہو اور دان کی پیدائش کے روز ہی پھر حاملہ ہوگئی ہو تو نفتالی کی پیدائش تک فدان ارام میں لابن کے ہاں قیام کا عرصہ گیارہ برس چھ ماہ بنتا ہے، نفتالی کی پیدائش کے بعد لیاہ نے بھی اپنی لونڈی زلفہ یعقوب کے نکاح میں دی تو یکے بعد دیگرے دو بیٹے (۱) جد (۲) آشر پیدا ہوئے (پیدائش ۳۰/۹۔۱۳) اگر نفتالی کی پیدائش کے روز ہی زلفہ سے عقد ہوا اور اسی روز زلفہ حاملہ ہوگئی ہو تو جد کی پیدائش تک لابن کے ہاں حاران میں قیام کی مدت ۱۲ برس ۳ ماہ بنتی ہے۔ اگر جد کی پیدائش کے روز ہی زلفہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو آشر کے پیدا ہونے تک قیام کی مدت ۱۳ برس بنتی ہے، بائبل مقدس کے مطابق آشر کی پیدائش کے بعد لیاہ نے روبن کے مردم گیاہ راخل کو اجرت دے کر یعقوب سے ہمبستری کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا، تو تب یکے بعد دیگرے دو بیٹے (۱) اشکار (۲) زبولون اور ایک بیٹی دینہ پیدا ہوئے (پیدائش ۳۰/۱۴۔۲۱) اگر آشر کی پیدائش کے روز ہی لیاہ حاملہ ہوئی ہو تو اشکار کے پیدا ہونے تک لابن کے گھر میں قیام کی مدت ۱۳ برس ۹ ماہ بنتی ہے اور اگر

اشکار کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو زبولون کی پیدائش تک قیام کا عرصہ ۱۴ برس ۶ ماہ بنتا ہے اور اگر زبولون کی پیدائش کے روز ہی لیاہ پھر حاملہ ہوگئی ہو تو دینہ کی پیدائش تک فدان ارام میں لابن کے ہاں قیام کی مدت کم از کم ۱۵ برس ۳ ماہ بنتی ہے۔اس سے کم ہرگز ممکن نہیں چاہیں تو آپ حساب لگا کر دیکھ سکتے ہیں۔قیام کے ۲۰ برس پورے ہونے کے بعد یعقوب لابن کے گھر سے کنعان کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔(پیدائش ۳۱/۴۱) یوں لابن کے گھر سے نکل آنے کے وقت دینہ کی عمر ۲۰۔۱۵ برس تین ماہ = ۴ برس ۹ ماہ بنتی ہے۔حاران سے کنعان رخصتی کے وقت راخل حاملہ تھی کیونکہ بنیامین پیدا ہونے والا تھا، رخصتی کے وقت حمل کی وجہ سے راخل کی ایسی حالت ہو چکی تھی کہ وہ اپنے باپ اٹھ کر کھڑی نہ ہو سکی (پیدائش ۳۱/۳۵) حاملہ کی یہ حالت سات آٹھ ماہ کے حمل سے قبل نہیں ہوتی، دینہ کی بے حرمتی کا واقعہ بنیامین کی پیدائش سے پہلے کا ہے، اگر حاران سے روانگی کے وقت راخل کو ۶ ماہ کا حمل ہو اور دینہ کی بے حرمتی کے چھ سات روز بعد ہی بنیامین کی پیدائش تسلیم کر لی جائے تو بے حرمتی کے واقعہ کے وقت دینہ کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ برس بنتی ہے۔یوں بے حرمتی کے اس واقعہ کا ابطال ہونے لگتا ہے۔کیونکہ کوئی بھی عاقل یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ پانچ برس کی ننھی منھی دینہ پر جوان سکم عاشق ہو گیا اور پانچ سالہ بچی دینہ سے مباشرت کی اسے ذلیل کیا اور اس سے عشق میں میٹھی میٹھی باتیں کیں۔اسی طرح دینہ کی بے حرمتی کے وقت شمعون کی عمر زیادہ سے زیادہ ۱۲ برس جبکہ لاوی کی عمر زیادہ سے زیادہ گیارہ برس بنتی ہے۔گیارہ بارہ سالہ دو معصوم بچوں کا اتنا بڑا معرکہ بدرجہ اولیٰ غیر ممکن ہے۔پس ثابت ہوا کہ دینہ کی بے حرمتی کا واقعہ خود ساختہ ہے جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقدس خاندان کو بدنام کرنے کے لیے گھڑا گیا ہے۔

روبن کا سوتیلی ماں سے زنا

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پاکیزہ اولاد کو بدنام کرنے کے لیے بڑے بڑی جتن کئے گئے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ کام غیر یہودی قوموں کا ہے۔ بنی اسرائیل بار بار غیر قوام کے ہاتھوں مغلوب ہو گئے اور ہر بار غیر قوام نے توریت شریف پر قبضہ کر کے اس میں اسرائیلی بزرگوں کی کردارکشی پر مبنی کہانیاں شامل توریت کر دیں۔ کیونکہ شروع میں توریت کا صرف ایک ہی قلمی نسخہ تھا جو بہت بڑے طومار کی صورت میں تھا اور لکڑی کے بڑے صندوق میں رکھا رہتا تھا (خروج ۲۵/۲۱) ہر سات برس بعد عید خیام کے مجمع میں صرف ایک بار توریت پڑھ کر سنائی جاتی تھی (استثنا ۳۱/۹۔۱۲) سات برس بعد سننے پر یہ جاننا بہت مشکل تھا کہ فلاں لفظ اب موجود نہیں یا فلاں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کہا کرتے تھے ''میں جانتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد تم اپنے کو بگاڑ لو گے اور اس طریق سے جس کا میں نے تم کو حکم دیا ہے پھر جاؤ گے'' (استثنا ۳۱/۲۴۔۲۹) لہٰذا ایسا ہی ہوا بنی اسرائیل شرک کرنے لگے اور عیش پرست اور گمراہ ہو گئے یوں جذبہ جہاد سرد پڑ گیا (قضاۃ ۲/۱۱۔۱۳، ا۔سلاطین ۱۱:۵، ۲،۳۳۔سلاطین ۲۳/۱۳، ہوسیع ۲/۸) چنانچہ فلسطینیوں نے حملہ کر کے تیس ہزار اسرائیلی قتل کر دیئے اور توریت والا صندوق لے گئے (ا۔سموئیل ۴:۱۰) اسے عہد کا صندوق یا خداوند کا صندوق کہتے تھے۔ خدا کا صندوق سات مہینے تک فلسطینیوں کے ملک میں رہا (ا۔سموئیل ۶/۱) ان سات مہینوں میں خداوند کے صندوق نے کیا کچھ کھویا کیا کچھ پایا؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ البتہ بعض واقعات کی بے ربطی اور اختلافات انسانی دست درازی کی چغلی کھاتے ہیں۔ مثلاً توریت میں جس جگہ یعقوب کی اولاد کی تفصیل بیان کی گئی ہے وہاں درمیان میں لکھا ہے ''یوں ہوا کہ روبن نے جا کر اپنے

باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا'' پیدائیش ۲۲/۳۵) ان الفاظ کے بعد پھر یعقوب کی اولاد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ دیکھا جائے تو اولاد کی تفصیل کے بیان کے درمیان اس واقعہ کے بیان سے بے ربطی پیدا ہوتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اسرائیل کے تقدس کو پائمال کرنے کی غرض سے بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ کس آسانی سے صرف ایک سطر میں بات مکمل کر دی کہ'' جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی'' کیا بلہاہ پہلے ہی اس کام کے لیے تیار بیٹھی تھی؟ کیا یہ کام اتنا ہی آسان ہے کہ جتنی آسانی سے بیان کر دیا گیا ہے؟ اور پھر لکھا ہے کہ'' اسرائیل کو یہ معلوم ہو گیا''۔ اگر اسرائیل کو معلوم ہو گیا تھا تو لازمی امر ہے کہ بلہاہ کے بیٹوں دان اور نفتالی کو بھی معلوم ہو گیا ہو گا، اگر دینہ کی بے حرمتی پر پورے شہر کا قتل عام ہو سکتا ہے تو ماں کی غیرت لٹنے پر خاموشی کیوں؟ حتیٰ کہ روبن کو ملامت تک نہیں کی۔ دان کے متعلق بائبل میں لکھا ہے'' دان راستے کا سانپ ہے۔ وہ راہ گذر کا افعی جو گھوڑے کے عقب کو ایسا ڈستا ہے کہ اس کا سوار پچھاڑ کھا کر گر پڑتا ہے'' (پیدائیش ۱۶/۴۹۔۱۷) نفتالی کے بارے لکھا ہے،'' نفتالی ایسا ہے جیسے چھوٹی ہوئی ہرنی'' (پیدائیش ۲۱/۴۹) ہرنی کی طرح تیز طرار نفتالی اور سانپ کی مانند خطرناک دان کی ماں کی عزت لٹ گئی ہوتی تو تلواریں لہو سے رنگ جاتیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دان اور نفتالی نے روبن سے کبھی جھگڑا تک نہیں کیا۔ ثابت ہوا یہ بات سچی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقدس خاندان کیخلاف سازش کا نتیجہ ہے۔

یہودا کا بہو سے زنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بیچے جانے اور پھر مصری سردار فوطیفار تک پہنچ جانے کے بعد اسرائیل کے بیٹے یہوداہ نے ایک کنعانی عورت سے بیاہ کر لیا اور کچھ کچھ

وقفے سے تین بیٹے پیدا ہوئے نمبرا پہلوٹھا عیر دوسرا اونان اور تیسرا سیلہ، عیر جوان ہوا ہوا تو تمر نامی ایک عورت سے عیر کی شادی ہوگئی، خدا نے عیر کو نامعلوم گناہ کی وجہ سے ہلاک کردیا تو یہوداہ نے تمر کو اونان سے بیاہ دیا، اونان نے خاندانی منصوبہ بندی کے تحت نطفہ زمین پر گرانا شروع کیا تو خدا نے ناراض ہو کر اونان کو بھی ہلاک کردیا، تب یہوداہ نے تمر کو سیلہ کے بالغ ہونے تک صبر کرنے کی تلقین کی، لیکن جب سیلہ کے بالغ ہونے پر بھی تمر کو سیلہ کی بیوی نہ بنایا گیا تو تمر برقع اوڑھ کر یہوداہ کے راستے میں بیٹھ گئی۔ یہوداہ کی بیوی مرچکی تھی یہوادہ کسبی سمجھ کر تمر کے پاس گیا اور مباشرت کی اجرت بکری کا ایک بچہ طے کر کے اس سے زنا کیا، لیکن اسے بالکل معلوم نہ ہوا کہ جس سے وہ زنا کر رہا ہے وہ اس کی سگی بہو تمر ہے۔ زنا کر لینے کے بعد تمر نے رہن کے طور پر یہوداہ کی مہر اور بازوبند اور لاٹھی کو رکھ لیا۔ یہوادہ نے واپس آ کر بکری کا بچہ بھیجا تو تمر جا چکی تھی۔ جب یہوداہ کو معلوم ہوا کہ اس کی بہو تمر کو چھنالے کا حمل ہے تو یہوداہ نے تمر کو زندہ جلا دینا چاہا، لیکن تمر نے رہن والے مہر بازوبند اور لاٹھی دکھا کر یہوداہ کو شرمندہ کردیا، اور یہوداہ سزا دینے سے باز آیا، تمر نے اپنے سسر یہودا کے دو جڑواں بیٹوں کو جنم دیا، ایک کا نام فارص اور دوسرے کا زارح رکھا، ہوا یوں کہ پہلے زارح پیدا ہونے لگا تھا، ابھی ہاتھ ہی باہر آیا تھا کہ دائی نے لال ڈورا اس کے ہاتھ پر باندھ دیا، زارح نے جھٹ سے ہاتھ واپس کھینچ لیا تو فارص (۱) زبردستی پہلے نکل آیا اور زارح بعد میں پیدا ہوا۔ (پیدائش ۳۸/۱۔۳۰)

---

(۱) بائبل مقدس کے مطابق داؤد، سلیمان اور یسوع مسیح اسی فارص کی اولاد ہیں چنانچہ دیکھو بالترتیب (روت ۴/۱۸۔۲۲ و متی ۱/۳۔۱۶ و لوقا ۳/۲۳۔۳۳) حرامی فارص کی اولاد سے یسوع مسیح کی پیدائش کے زہریلے عقیدہ کو مفسر پادری رس ارون نے حسن عقدت کی میٹھی پڑیا میں ملا کر یوں مسیحیوں کے منہ میں ڈالا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ملاحظہ ہو "جب مسیح اس نسل سے پیدا ہوا تو وہ خود کو گنہگاروں کے مشابہ بنا رہا تھا، لیکن یہ اس شرم کا صرف ایک حصہ ہی تھا جو اس نے ہماری خاطر اٹھائی، خداوند کی تعریف ہو"۔ (پیدائش کی کتاب کی تفسیر۔ از۔ رس ارون۔ صفحہ ۲۶۶)

مقام غور ہے کہ عیر کا نا معلوم گناہ اور اونان کا نطفہ کو زمین پر گرانا کیا۔ یہوداہ اور تمر کے گناہ سے بھی بڑا گناہ تھا؟ کیونکہ خدا نے روبن کو نہ مارا حالانکہ روبن نے ماں سے زنا کر ڈالا (پیدائش ۲۲/۳۵) لیکن نہ تو روبن پر غضب بھڑکا اور نہ بلہاہ کو ہی ہلاک کیا۔ اور یہوداہ کا تمر کو کسبی سمجھ کر زنا کی اپیل کرنا اس کی زانی ذہنیت پر دلالت کرتا ہے، لیکن خدا کا غصہ ٹس سے مس نہ ہوا اور تمر کو دیکھو کہ کسی چالاکی سے اپنے خسر سے زنا کروالیا لیکن خدنے اسے بھی کچھ نہ کہا، بمطابق بائبل داؤد نے پڑوسن سے زنا کر کے اسے حاملہ کر ڈالا (۲۔سموئیل ۲/۱۱۔۲۷) لیکن پڑوسن ہلاک ہوئی نہ داؤد کا بال بیکا ہوا، داؤد کے بیٹے امنون نے سگی بہن سے زنا کر ڈالا (۲۔سموئیل ۱/۱۳۔۱۴) لیکن دونوں ٹھیک ٹھاک رہے، ابی سلوم نے اپنے باپ کی حرموں سے سرے عام زنا کیا (۲۔سموئیل ۱۶/۲۱۔۲۲) نہ حرمون پر قہر نازل ہوا نہ ابی سلوم ہلاک ہوا، لیکن عیر اور اونان کو ہلاک کر دیا۔ کیا پڑوسن سے زنا کرنا یا سگی بہن سے زنا کرنا یا سوتیلی ماں سے زنا کرنا یا سگی بہو سے زنا کرنا اپنی بیوی سے صحبت کے وقت نطفہ زمین پر گرادینے سے بہتر ہے؟ ثابت ہوا کہ یہ کہانی خود ساختہ ہے۔ تمر کو شہوت رانی کے لیے اپنے خسر سے بہتر کوئی مرد نظر نہ آیا؟ اگر اسے شہوت کی اتنی ہی بے قراری تھی تو سیلہ کو ہی پھانس لیا ہوتا کیونکہ شادی کا وعدہ بھی سیلہ سے ہی تھا۔ اور پھر یہوداہ پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ سالہا سال یہوداہ کے گھر میں رہنے والی بہو تمر اس سے پہچانی ہی نہ گئی، گھر کے فرد کو محض آواز سن کر دیوار کے پیچھے سے بھی پہچانا جا سکتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ یہوداہ تمر کو نہ پہچان سکا اس کے باوجود کہ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے بیٹھی ٹرٹر گفتگو کر رہی تھی اور یہوادہ للچائی ہوئی شہوانی نظروں سے اسے گھور رہا تھا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہوداہ زنا کے وقت بھی اسے نہ پہچان سکا، یہ بالکل محال عقلی ہے۔ زنا کے لیے جب یہوداہ تمر

کوخلوت میں لے گیا ہوگا تو کیا منہ نہ دیکھا ہوگا، حیرت ہے یہوداہ نے شرمگاہوں کو تو دیکھ لیا لیکن منہ دیکھنا بھول گیا۔ شہوانیت کا پہلا حملہ منہ یعنی چہرہ (۱) پر ہی ہوتا ہے اور صحبت کے وقت چہروں پر بوسہ بازی (خدا کی پناہ) پس ثابت ہوا کہ یہوداہ کے زنا کی کہانی خود ساختہ ہے۔

مصر میں آمد کے وقت تعداد بنی اسرائیل کی تحقیق

بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ۔ ''یعقوب کے صلب سے جو لوگ پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ مصر میں آئے وہ اس کی بہوؤں کو چھوڑ کر شمار میں چھیاسٹھ تھے اور یوسف کے دو بیٹے تھے جو مصر میں پیدا ہوئے، سو یعقوب کے گھرانے کے جو لوگ مصر میں آئے وہ سب مل کر ستر ہوئے''۔ (پیدائش ۴۶/۲۶۔۲۷) بائبل کے مطابق یعقوب کی دونوں بیویوں (۱) لیاہ (۲) راخل اور دونوں لونڈیاں (۱) زلفہ (۲) بلہاہ سے پیدا ہونے والی اولاد کی تفصیل یوں ہے کہ۔ لیاہ سے ۶ بیٹے اور ایک بیٹی دینہ اور ۲۳ پوتے جبکہ ۲ پڑپوتے یہ کل ۶+۱+ ۲۳+ ۲= ۳۲ ہوئے۔ اور خود یعقوب کی شمولیت سے تعداد ۳۳ ہو جاتی ہے۔ (پیدائش ۴۶/۸۔۱۵) اور لیاہ کی لونڈی زلفہ سے ۲ بیٹے ایک پوتی (۲) سرح ۱۱ پوتے اور ۲ پڑپوتے یہ کل ۱۶ ہوئے (پیدائش ۴۶/۱۶۔۱۸) اور راخل سے ۲ بیٹے اور ۱۲ پوتے یعنی کل ۱۴ ہوئے (پیدائش ۴۶/۱۹۔۲۲) اور راخل کی لونڈی بلہاہ سے ۲ بیٹے اور ۵ پوتے یعنی کل ۷ ہوئے (پیدائش ۴۶/۴۶/۲۳۔۲۵) یوں مصر میں آمد کے وقت بنی اسرائیل کی کل تعداد ۳۳+ ۱۶+ ۱۴+ ۷= ۷۰

---

(۱) اسلام نے اسی لیے چہرہ ڈھانپنے یعنی پردے کا حکم عورتوں کو دیا ہے اور مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) آشر کی بیٹی سرح کو گنتی ۴۶/۲۶ میں سارہ کہا گیا ہے۔

بنتی ہے۔ لیکن بائبل میں ہی دوسری جگہ لکھا ہے۔ ''سب جانیں جو یعقوب کے صلب میں پیدا ہوئیں ستر تھیں'' (خروج ۱:۵) یوں یعقوب کو بھی شامل کر کے کل تعداد ۷۱ ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم انجیل کا مطالعہ کریں تو تعداد میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، ملاحظہ ہو۔ ''یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور سارے کنبے کو جو پچھتر جانیں تھیں بلا بھیجا'' (اعمال ۷/۱۴) یوں یوسف اور اس کے دونوں بیٹوں کو بھی شامل کر کے تعداد ۷۵ + ۳ = ۷۸ ہو جاتی ہے۔

بنی بنیمین کی تعداد کا الجھاؤ

پیدائش باب ۴۶ میں مذکور بنیمین کی دس بیٹوں کو شامل کر کے ہی تعداد ۷۰ بنتی ہے (پیدائش ۴۶/۲۱۔۲۷) چنانچہ لکھا ہے کہ ''اور بنی بنیمین یہ ہیں، بالع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان (۱) اخی اور روس مفیم اور حفیم اور ارد'' (پیدائش ۴۶/۲۱) لیکن گنتی ۲۶/۳۹ کے مطابق بنیمین کے صرف یہ پانچ بیٹے ہی تھے، (۱) بلع (۲) اشبیل (۳) اخیرام (۴) سوفام (۵) حوفام، جبکہ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ''اور بنیمین سے اس کا پہلوٹھا بالع پیدا ہوا، دوسرا اشبیل تیسرا اخرخ، چوتھا نوحہ اور پانچواں (۲)

---

(۱) نعمان اور ارد کو گنتی ۲۶/۴۰ میں بنیمین کے پوتے یعنی بلع کے بیٹے لکھا گیا ہے۔ جبکہ ۱۔ تواریخ ۷/۷ میں بالع کے پانچ بیٹوں کے نام درج ہیں ان میں یہ دونوں نام موجود نہیں ہیں لیکن ۱۔ تواریخ ۸/۳۔۵ میں بنیمین کے پوتوں یعنی بالع کے ۹ بیٹوں کا ذکر ہے جہاں نعمان کا ذکر تو ہے لیکن ارد کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ یہاں بالع کے بیٹوں میں جیرا کا نام بھی درج ہے جو کہ بالع کا بھائی ہے نہ کہ بیٹا، دیکھو پیدائش ۴۶/۲۱۔

(۲) اگر گنتی ۲۶:۳۹ و ۱۔ تواریخ ۸:۱۔۲ کی تعداد کو مدنظر رکھا جائے تو مصر میں آمد کے وقت بنی اسرائیل کی تعداد کم ہو کر ۷۰۔۵ = ۶۵ رہ جاتی ہے اور اگر ۱۔ تواریخ ۷:۶ کو مدنظر رکھا جائے تو تعداد مزید کم ہو کر ۷۰۔۷ = ۶۳ رہ جاتی ہے۔

رفا۔ (ا۔تواریخ ۸/ا۔۲) ایک اور جگہ لکھا ہے کہ "بنی بنیمین یہ ہیں۔ بالع اور بکر اور یدیعیل یہ تینوں" (ا۔تواریخ ۷/۶)

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ پہلی عبارت کے مطابق بنیمین کے دس بیٹے ہیں، جبکہ دوسری عبارت کے مطابق اور تیسری کے مطابق پانچ جبکہ چوتھی کے مطابق صرف تین بیٹے تھے، جبکہ ناموں کے شدید اختلافات بھی آپ کے سامنے ہیں۔ جبکہ بنیمین کے بیٹے کی اولاد کے بیان میں ا۔تواریخ ۷/۷ اور ۸/۳۔۵ کے بیانات میں اس قدر شدید اختلافات ناموں اور تعداد میں ہیں کہ خدا کی پناہ، اور اگلے پچھلے سارے مسیحی علماء دانتوں میں انگلی دبائے حیران و پریشان ہیں۔ اندریں حالات ہم مسلمان حق بجانب ہیں جو بائبل مقدس کے بعض مندرجات کا سختی سے انکار کرتے ہیں کہ جہاں مقدس ہستیوں کی کردارکشی کی گئی ہے۔ کیونکہ بائبل میں اختلافات و اغلاط و تضادات اس میں انسانی دست درازی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مدت قیام در مصر

بائبل کے مطابق خدا نے ابرہام سے کہا۔ "یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جوان کا نہیں پردیسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس تک ان کو دکھ دیں گے" (پیدائش ۱۵:۱۳) لیکن افسوس کہ بنی اسرائیل کو خدا کے وعدہ سے تیس برس زیادہ مصریوں کی غلامی کرنی پڑی۔ جیسا کہ بائبل مقدس میں ہے "بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس ہوئے تھے اور ان چار سو تیس برسوں کے گذر جانے پر ٹھیک اسی روز خداوند کا سارا لشکر ملک مصر سے نکل گیا" (خروج ۱۲/۴۰۔۴۱) معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل ۴۳۰ برس تک مصر میں رہے، اس سے قطع نظر کہ وہ مصر میں خدا کے ابرہام سے وعدہ سے ۳۰ برس

زیادہ کیوں رہے اور ۳۰ برس تک خدا کو اپنا وعدہ پورا کرنے سے کس نے روکے رکھا؟
لیکن ہمیں فی الحال یہ عرض کرنا ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں بہت ہی تھوڑی مدت تک رہے ہیں۔ ذیلی تحقیق پر غور فرمائیں۔

انجیل کا بیان

"جس عہد کی خدا نے پہلے سے تصدیق کی تھی اس کو شریعت چار سوتیس برس کے بعد آ کر باطل نہیں کرسکتی کہ وعدہ لاحاصل ہو، کیونکہ اگر میراث شریعت کے سبب سے ملی ہے تو وعدہ کے سبب سے نہ ہوئی مگر ابرہام کو خدا نے وعدہ ہی کی راہ سے بخشی" (گلتیوں ۱۶/۳۔۱۸) ثابت ہوا کہ انجیل کے مطابق ابرہام سے خدا کے وعدہ ء برکت سے لے کر نزول توریت تک ۴۳۰ برس کا عرصہ ہے۔ آیئے غور کرتے ہیں کہ وعدہ ء برکت سے مصر میں آمد تک کتنا عرصہ ہے؟

مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت

وعدہ برکت

''اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناطے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا جو میں تجھے دکھاؤنگا، اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دونگا اور تیرا نام سرفراز کروں گا سو تو باعث برکت ہو، جو تجھے مبارک کہیں ان کو میں برکت دونگا اور جو تجھ پر لعنت کرے اس پر میں لعنت کرونگا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے'' (پیدائش ۱۲/۱۔۳) وعدۂ برکت کے وقت ابراہیمؑ کی عمر ۷۵ برس کی تھی (پیدائش ۱۲/۴) ولادت اضحاق کے وقت ابرہام کی عمر سو برس تھی (پیدائش ۲۱/۵) یعنی وعدہ برکت سے ولادت اضحاق تک کا عرصہ ۱۰۰۔۷۵ = ۲۵ برس ہے۔ ولادت اضحاق سے ولادت یعقوب تک ۶۰ برس کا عرصہ ہے (پیدائش ۲۵/۲۶) یعنی وعدۂ برکت سے ولادت یعقوب تک ۲۵+۶۰ = ۸۵ برس ہوئے۔ اور مصر میں بنی اسرائیل کی آمد کے وقت یعقوب کی عمر ۱۳۰ برس تھی (پیدائش ۴۷/۹) یعنی وعدۂ برکت سے مصر میں آمد تک ۸۵ + ۱۳۰ = ۲۱۵ برس بنتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ انجیل کی رو سے وعدۂ برکت سے نزول شریعت تک ۴۳۰ برس کا عرصہ ہے (گلتیوں ۳/۱۶۔۱۸) پس ثابت ہوا کہ مصر میں بنی اسرائیل کی آمد کے ۴۳۰۔۲۱۵ = ۲۱۵ برس بعد شریعت یعنی توریت کا نزول ہوا تھا۔ توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے

مصر سے خروج کے بعد توریت یعنی شریعت ملی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ انجیل کے مطابق بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت زیادہ سے زیادہ ۲۱۵ برس بنتی ہے۔

پادری رس ارون کی تحقیق

مشہور مسیحی مفسر رس ارون موسیٰ کے بارے لکھتا ہے۔ ''وہ یوسف کی موت کے صرف ۶۴ سال بعد پیدا ہوا تھا'' (پیدایش کی کتاب کی تفسیر صفحہ ۱۰) جب یوسف حاکم بنا تو اس کی عمر ۳۰ برس تھی (پیدایش ۴۱/۴۶) یوسف کے حاکم بن جانے کے ۹ برس بعد بنی اسرائیل مصر (۱) میں آئے، یوں بنی اسرائیل کی مصر میں آمد کے وقت یوسف کی عمر ۳۰+۹=۳۹ برس بنتی ہے۔ یوسف کی کل عمر ۱۱۰ برس کی ہوئی، یوں یوسف کی موت تک مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت ۱۱۰-۳۹=۷۱ برس بنتی ہے، لہٰذا ولادت موسیٰ تک بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت ۷۱ + ۶۴ = ۱۳۵ برس بنتی ہے مصر سے خروج کے وقت موسیٰ کی عمر ۸۰ برس تھی (خروج ۷/۷) یوں بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی کل مدت ۱۳۵+۸۰ = ۲۱۵ برس بنتی ہے۔

محترم قارئین! سچ تو یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر میں ۲۱۵ برس بھی نہیں رہے۔ اس لیے کہ موسیٰؑ کی ماں یوکبد لاوی بن یعقوب کی بیٹی تھی جو مصر میں آتے ہی پیدا ہوئی تھی (گنتی ۲۶/۵۹) جبکہ موسیٰ کا باپ عمرام لاوی کا پوتا یعنی قہات کا بیٹا تھا (ایضاً) اس سے قطع نظر کہ موسیٰ کے باپ عمرام نے اپنی سگی پھوپھی سے بیاہ کر لیا (خروج ۶/۲۰) اور یہ کہ ایسا نکاح حرام ہے (احبار ۱۸/۱۲، ۲۰/۱۹) لیکن فی الحال

(۱) یعنی یوسف کے حاکم بننے کے بعد ۷ برس کثیر پیداوار ہوئی تھی پھر آٹھویں برس سے قحط شروع ہوا تھا اور قحط کے دو برس گزرنے پر تمام بنی اسرائیل مصر میں آ گئے تھے یعنی یوسف کے حاکم بننے سے ۹ برس بعد (پیدایش ۴۱: ۴۵-۵۳ بمقابلہ پیدایش ۴۵: ۶، ۱۱)

ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ موسیٰ کی ولادت کے وقت یوکبد جوان عورت تھی کیونکہ بوڑھی عورت بچہ جننے کے قابل نہیں رہتی۔ موسیٰ کی پیدائش کے وقت اگر یوکبد کی عمر ۵۰ برس بھی مان لی جائے تو بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت ۵۰+۸۰=۱۳۰ برس بنتی ہے۔

یہوداہ جو کہ لاوی سے کافی چھوٹا تھا مصر آمد پر پوتوں والا تھا۔ یہ پوتے حصرون اور حمول یہوداہ کے اس بیٹے فارص سے پید ہوئے تھے جو یہوداہ اور اس کی بہو تمر سے اس وقت پیدا ہوا تھا جب یہوداہ کے دو جوان بیٹے عیر اور اونان شادیاں کروا کے مر چکے تھے اور ان کے مرنے کے کافی عرصہ بعد جبکہ نابالغ سیلہ بھی بالغ ہو چکا تھا، اگر عیر اور اونان کی بھی اولاد ہوتی یعنی یہوداہ کے پوتے عیر اور اونان سے پیدا ہوتے تو وہ فارص سے عمر بڑے ہوتے۔ یعنی فارص بذات خود یہوداہ کے پوتوں سے بھی چھوٹا تھا، پھر فارص بھی جوان ہو کر شادی شدہ ہوا اور حصرون اور حمول یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے جو دیگر بنی اسرائیل کے ہمراہ مصر کو گئے، لہٰذا ضروری ہوا کہ یہوداہ کا بڑا بھائی لاوی مصر میں آمد کے وقت ضرور ہی پوتوں پڑپوتوں (۱) والا تھا، اس لیے یہ ماننا پڑتا ہے کہ لاوی کی بیٹی یوکبد جو کہ موسیٰ کی والدہ تھی اگر بہت دیر سے بھی پیدا ہوئی ہوگی تو مصر میں آمد کے پہلے سال کے اندر اندر پیدا ہوگئی ہوگی۔ اگر بنی اسرائیل کے مصر میں قیام کی مدت ۴۳۰ برس بمطابق خروج ۱۲/۴۰۔۴۱ مان لی جائے تو ولادت موسیٰ کے وقت یوکبد کی عمر ۴۳۰-۸۰=۳۵۰ برس ماننی پڑے گی جو ناممکن ہے اور

---

(۱) سچ تو یہ ہے کہ مصر میں آمد کے وقت یہوداہ سے کافی چھوٹا اس کا بھائی آشر بھی پوتوں والا تھا (پیدائش ۴۶/۱۷)

اگر مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کی مدت ۲۱۵ (۱) تسلیم کی جائے تو موسیٰ کی ولادت کے وقت یوکبد کی عمر ۲۱۵+۸۰=۱۳۵ برس ماننی پڑتی ہے، حالانکہ یہ بھی غیر ممکن ہے کیونکہ ۹۰ برس کی عورت سے اولاد ناممکن ہو جاتی ہے (پیدائش ۱۸/۱۱) اور ۱۲۰ برس کا انسان چلنے پھرنے کے بھی قابل نہیں رہتا (استثنا ۳۱/۲) اندریں حالات یہ کیونکر مان لیا جائے کہ موسیٰ کی ولادت کے وقت اس کی ماں یوکبد کی عمر ۱۳۵ برس تھی بلکہ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ ۳۵۰ برس کی تھی حالانکہ یوکبد کا شوہر عمرام ۱۳۷ برس عمر پا کر فوت ہو چکا تھا (خروج ۶/۲۰) پس سچی بات یہی ہے کہ موسیٰ کی ولادت پر یوکبد کی عمر زیادہ سے زیادہ ۵۰ برس ہوگی۔ یوں مصر میں قوم کے قیام کی مدت ۵۰+۸۰=۱۳۰ برس بنتی ہے۔

انتقال اضحاق سے مصر میں آمد تک

اضحاق کی عمر ۶۰ برس کی تھی جب یعقوب پیدا ہوا (پیدائش ۲۵/۲۶) روبن کے سوتیلی ماں بلہاہ سے زنا کے افسوسناک واقعہ کے بعد اضحاق نے ۱۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی (پیدائش ۳۵/۲۹) ثابت ہوا کہ اضحاق کی وفات کے وقت یعقوب کی عمر ۱۸۰-۶۰=۱۲۰ برس تھی، حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت کے وقت جب تمام بنی اسرائیل مصر جا کر رہنے لگے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ۱۳۰ برس کی تھی (پیدائش ۴۷/۸-۹) یوں بائبل کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام کی وفات سے لے کر بنی اسرائیل کی مصر میں آمد تک زیادہ سے زیادہ ۱۳۰-۱۲۰=۱۰ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ مشہور مسیحی مفسر پادری مورس بلینکارڈ لکھتا ہے "یعقوب ایک سو بیس برس کا تھا جب

(۱) توریت کے سامری متن میں لکھا ہے کہ "بنی اسرائیل کو مصر اور کنعان میں بود و باش کرتے چار سو تیس برس ہوئے۔ خروج ۱۲:۴۰" (صحت کتب مقدسہ از آرچڈیکن برکت اللہ۔ صفحہ ۶۳) ثابت ہوا کہ گلتیوں ۳:۱۶ تا ۱۸ میں پولس رسول توریت کے سامری نسخہ کو معتبر قرار دیتا ہے لیکن وہ فی الوقت یہود و نصاریٰ سامری نسخہ کو رد کر کے عبرانی نسخہ کو معتبر قرار دیتے ہیں۔

اس کے باپ اضحاق کا انتقال ہوا۔ایک سو تیس برس کی عمر میں مصر کو گیا'' (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی۔ جلد نمبر ا صفحہ ۵۰) لیکن بائبل مقدس کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دس برس کا عرصہ صحیح نہیں ہے بلکہ اضحاق کی موت سے بنی اسرائیل کی مصر میں آمد تک کا عرصہ اس سے بہت ہی زیادہ بنتا ہے۔ ذیل میں ہم اس ضمن میں دو ایسے واقعات بیان کر رہے ہیں جو کہ اضحاق کی موت کے بعد جبکہ مصر میں پہنچنے سے قبل وقوع پذیر ہوئے تھے۔اول حضرت یوسف علیہ السلام کے بیچے جانے ،مصر پہنچنے حاکم بننے اور کال پڑنے کے وقت بنی اسرائیل کی مصر میں آمد تک ، دوم یہوداہ کی بت سوع سے شادی سے لے کر یہوداہ کے پوتے حصرون اور حمول کی پیدائش تک۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

یوسف کی کہانی

اضحاق کی موت کے بعد یوسف ۱۷ برس کی عمر میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔(پیدائش ۲/۳۷) یوسف کے بھائی اس سے حسد رکھتے تھے (پیدائش ۴/۳۷۔۱۱) موقع پا کر ایک روز بھائیوں نے یوسف کو اسماعیلی مدیانی سوداگروں کے ہاتھوں بیس روپے میں بیچ ڈالا (پیدائش ۲۸/۳۷) ''مدیانیوں نے اسے مصر میں فوطیفار کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور جلوداروں کا سردار تھا بیچا'' (پیدائش ۳۶/۳۷) یوسف فوطیفار کے گھر میں رہتا تھا کہ فوطیفار کی بیوی یوسف پر عاشق ہوگئی اور ہمبستری کی خواہش کرنے لگی جسے یوسف نے رد کر دیا (پیدائش ۲/۳۹۔۷) وہ ہر روز ضد کرتی رہی لیکن یوسف کا انکار بدستور رہا، آخر ایک روز اس نے یوسف سے زبردستی ہمبستری چاہی لیکن یوسف نے ایک نہ مانی تب اس عورت نے جھنجھلا کر چلانا شروع کر دیا اور الٹا یوسف پر دست درازی کا الزام لگا کر اسے جیل بھجوا دیا (پیدائش ۱۰/۳۹۔۲۰) جیل میں دو قیدیوں کے خوابوں کی سچی تعبیر

بتا کر مقبولیت حاصل کر لی (پیدائش ۴۰/۱-۲۲) دو برس بعد فرعون نے خواب میں دیکھا کہ سات کمزور گائیں سات موٹی گایوں کو اور سات پوربی ہوا کی ماری ہوئی سوکھی کمزور بالیں موٹی تازی سات بالوں کو کھا گئی ہیں، یوسف نے فرعون کو بتایا کہ آئندہ سات برسوں میں کثیر پیداوار ہوگی جبکہ اس کے بعد میں آنے والے سات برسوں میں قحط پڑے گا، تب فرعون نے خوش ہو کر یوسف کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا، اس وقت یوسف کی عمر ۳۰ برس تھی (پیدائش ۴۱/۱-۴۶) اگر اضحاق کی موت کے فوراً بعد ہی یوسف کو بیچا گیا ہو تو اضحاق کی موت سے لے کر یوسف کے حاکم بننے تک کم از کم ۳۰-۱۷= ۱۳ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ یوسف کے حاکم بننے کے بعد کثیر پیداوار کے سات برس شروع ہوئے تھے (پیدائش ۴۱/۳۵-۳۶ بمقابلہ ۴۱/۴۷-۵۳) یعنی کال شروع ہونے تک اضحاق کے انتقال کو ۱۳+۷ = ۲۰ برس ہو چکے تھے۔ فرعون نے یوسف کو حاکم بناتے ہی اون کے پجاری فوطیفرع کی بیٹی آسناتھ سے یوسف کا بیاہ کر دیا، یوں کال پڑنے سے پہلے یوسف کے دو بیٹے منسی اور افرائیم یکے بعد دیگرے پیدا ہو چکے تھے (پیدائش ۴۱/۴۵-۵۱) جب دنیا میں کال پڑا تو ہر ملک سے لوگ غلہ خریدنے کے لیے مصر پہنچنے لگے (پیدائش ۴۱/۵۳-۵۷) کنعان سے یوسف کے بھائی بھی غلہ خریدنے مصر آئے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا (پیدائش ۴۲/۱-۷) یوسف نے خود کو بھائیوں پر ظاہر کر کے انہیں معاف کر دیا (پیدائش ۴۵/۱-۵، ۱۲) اس وقت تک کال پڑے دو برس ہو چکے تھے جبکہ ابھی کال کے پانچ برس باقی تھے (پیدائش ۴۵/۶-۱۱) ثابت ہوا کہ اضحاق کی موت سے لے کر بھائیوں کو معاف کر دینے تک ۲۰+ ۲ = ۲۲ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ بھائیوں کو معاف کر دینے کے بعد یوسف نے اپنے باپ کو پیغام بھیجا کہ تمام اہل وعیال کو ساتھ لے کر مصر میں چلے آؤ (پیدائش

۴۵/۸۔۱۳) تب یعقوب تمام اہل وعیال اور تمام مال اسباب کو ساتھ لے کر مصر پہنچ گیا۔ اس وقت یعقوب کی عمر ۱۳۰ برس کی تھی (پیدائش ۴۶/۱ تا ۴۷/۹) سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اضحاق کی موت کے وقت یعقوب کی عمر ۱۲۰ برس کی تھی تو مصر میں آمد کے وقت یعقوب کی عمر ۱۲۰+ ۲۲ = ۱۴۲ برس ہونی چاہئے تھی، اور اگر مصر میں آمد کے وقت واقعی عمر ۱۳۰ برس تھی تو لازم آئے گا کہ اضحاق کی موت کے وقت یعقوب کی عمر زیادہ سے زیادہ ۱۳۰۔۲۲ = ۱۰۸ برس ہونی چاہیئے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اضحاق کی موت سے لے کر مصر میں داخلے تک کا عرصہ ۲۲ برس سے بھی ڈھیر زیادہ بنتا ہے۔ آئیں دوسرے واقعہ پر غور کریں۔

یہوداہ سے حمول تک

اضحاق کی وفات کے کافی عرصہ بعد یوسف کو بیچا گیا تھا، پھر کافی عرصہ بعد یہوداہ نے حیرہ نامی ایک عدلامی دوست کی مدد سے سوع کنعانی کی بیٹی بت سوع سے بیاہ کر لیا، اور یکے بعد دیگرے ۳ بیٹے (۱) عیر (۲) اونان (۳) سیلہ پیدا ہوئے (پیدائش ۳۸/۱۔۵ و ا۔تواریخ ۲:۳) بالفرض محال اضحاق کی وفات کے ۳ ماہ بعد ہی یہوداہ نے بت سوع سے بیاہ کیا اور شب اول ہی بت سوع حاملہ ہوگئی ہو تو اضحاق کی موت سے عیر کی پیدائش تک کم از کم ایک برس کا عرصہ تو ضرور ہی ہے۔ عیر جوان ہوا تو تمر نامی عورت سے اس کا بیاہ ہو گیا لیکن کسی نامعلوم گناہ کی وجہ سے خدا نے عیر کو ہلاک کر دیا (پیدائش ۳۸/۶۔۷) شادی کے وقت عیر کی عمر کم از کم ۱۴ برس تو ضرور ہی ہو گی۔ اگر ایک برس ازواجی زندگی بسر کر کے عیر مر گیا ہو تو اضحاق کی موت سے لے کر عیر کی موت تک کم از کم ۱+ ۱۴+۱ = ۱۶ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ عیر کی موت کے بعد یہوداہ نے تمر کو اونان سے بیاہ دیا لیکن خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی وجہ سے خدا نے

اونان کو بھی ہلاک کر دیا (پیدائش ۸/۳۸_۱۰) اگر ایک برس زواجی زندگی بسر کر کے اونان مرا ہو تو اضحاق کی موت سے اونان کی موت تک ۱۶+۱=۱۷ برس کا عرصہ بنتا ہے۔ اسلامی اصول کے مطابق نکاح ثانی سے قبل بیوہ ۴ ماہ دس دن کی عدت پوری کرتی ہے۔ تمر کے بارے ہمیں قطعاً معلوم نہیں کہ اس نے عیر کی عدت پوری کی تھی یا نہیں۔ اسی لیے ہم نے عیر کے مرنے سے اونان کے مرنے تک ایک برس کا عرصہ ہی لکھا ہے۔ اونان کی موت کے وقت یہوداہ کا تیسرا بیٹا سیلہ نابالغ تھا چنانچہ یہوداہ نے تمر کو سیلہ کے بالغ ہونے تک بیوہ بن کر رہنے کی نصیحت کی (پیدائش ۱۱/۳۸) ''اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ سوع کی بیٹی جو یہوداہ کی بیوی تھی مر گئی'' (پیدائش ۱۲/۳۸) عربی بائبل کی عبارت یوں ہے ''وَلَمَّا طَالَ الزَّمَانُ مَاتَتِ ابْنَةُ شُوعَ امْرَأَةُ يَهُوذَا'' ترجمہ ''اور طویل زمانہ کے بعد شوع کی بیٹی یہوداہ کی بیوی مر گئی''، مذکورہ طویل زمانہ کو ہم کتنے برس سمجھیں؟ پھر لکھا ہے کہ ''اور جب یہوداہ کو اس کا غم بھولا'' (پیدائش ۱۲/۳۸) اب ہم یہوداہ کو بیوی کا غم بھولنے تک کتنا عرصہ سمجھیں؟ اور پھر تمر کے متعلق لکھا ہے کہ ''اس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہو گیا مگر یہ اس سے بیاہی نہیں گئی'' (پیدائش ۱۴/۳۸) یعنی نابالغ سیلہ بھی بالغ ہو گیا، اب ہم سیلہ کی نابالغی سے بلوغت تک کتنا عرصہ سمجھیں؟ سیلہ کے بالغ ہونے پر بھی تمر سیلہ سے بیاہی نہ گئی کیونکہ یہوداہ توہم پرستی کا شکار ہو کر تمر کو منحوس سمجھا اور ڈرا کہ عیر اور اونان کی طرح تمر کا شوہر ہونے کی وجہ سے کہیں سیلہ بھی مر نہ جائے، لہٰذا تمر برقع اوڑھ کر یہوداہ کے راہ میں بیٹھ گئی، یہوداہ نے کسبی سمجھ کر تمر سے زنا کر کے اسے حاملہ کر ڈالا (پیدائش ۱۳/۳۸_۱۸) سیلہ کے نابالغ سے بالغ ہونے اور طویل زمانہ بعد یہوداہ کی بیوی مرنے، پھر بیوی کا غم بھولنے تک اور پھر تمر سے زنا کر لینے تک کم از کم ۴ برس کا عرصہ ضرور بنتا ہے۔ چاہیں تو قارئین حساب لگا کر دیکھ لیں، اس طرح اضحاق کے مرنے سے لے کر تمر کے یہوداہ سے حاملہ ہونے تک کا

عرصہ کم از کم ۱۷ + ۴ = ۲۱ برس بنتا ہے۔ تمر سے یہوداہ کے دو بیٹے فارص اور زارح جڑواں پیدا ہوئے، اسی فارص کی اولاد سے داؤد وسلیمان، اور یسوع مسیح پید ہوئے (روت ۴/ ۱۸۔۲۲، ۱۔ تواریخ ۲/ ۵، متی ۱/ ۳، ۶، ۱۶ ولوقا ۳/ ۲۳۔۳۳) یوں اضحاق کی موت سے فارص کی پیدائش تک کا عرصہ ۲۱ برس ۹ ماہ بنتا ہے۔ پھر فارص بھی جوان ہوا شادی ہوئی اور یکے بعد دیگرے دو بیٹے (۱) حصرون (۲) حمول پیدا ہوئے، بنی اسرئیل کی مصر میں آمد کے وقت فارص کے دونوں بیٹے حصرون اور حمول یعقوب کے ہم سفر تھے (پیدائش ۴۶/ ۱۲) اگر شادی کے وقت فارص کی عمر کم از کم ۱۴ برس بھی ہو تو حصرون کی پیدائش تک اضحاق کی موت کو کم از کم ۳۶ برس ۶ ماہ بیت چکے تھی، بشرطیکہ شادی کی پہلی رات ہی فارص کی بیوی حاملہ ہوگئی ہو۔ اور اگر حصرون کی پیدائش کے روز ہی فارص کی بیوی پھر حاملہ ہوگئی ہو تو اضحاق کی موت سے لے کر حمول کی پیدائش تک کم از کم ۳۷ برس ۳ ماہ کا عرصہ بنتا ہے، یعقوب کے ہمراہ مصر میں آمد کے وقت حمول اڑھائی برس کا بھی سمجھ لیں تو اضحاق کی موت سے لے کر مصر میں بنی اسرائیل کی آمد تک کم از کم ۴۰ برس کا طویل عرصہ بنتا ہے۔ چہ جائے کہ ۲۲ برس یا پھر صرف دس برس۔ اب اگر مصر میں آمد کے وقت یعقوب کی عمر ۱۳۰ برس تھی تو لازم آئے گا کہ اضحاق کی موت کی وقت یعقوب کی عمر ۱۳۰۔ ۴۰ = ۹۰ برس تھی، اور اگر پادری لوگ ضد کریں کہ یعقوب کی عمر اضحاق کی وفات کے وقت ۱۲۰ برس تھی تو مصر میں آمد کے وقت یعقوب کی عمر ۱۲۰ + ۴۰ = ۱۶۰ برس بنتی ہے جبکہ بائبل مقدس میں ہے ”یعقوب کی کل عمر ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی“ (پیدائش ۴۷/ ۲۸) لیکن پادری ایف ایس خیر اللہ صاحب اپنی تحقیق یوں بیان کرتے ہیں کہ ”یعقوب نے ۱۳۰ سال کی عمر میں وفات پائی“ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۹ کالم نمبر ۲ سطر نمبر ۲۸)

مردم شماری

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ بائبل کی مطابق۔ ''یہ بنی اسرائیل ہیں۔ روبن شمعون لاوی یہوداہ اشکار اور زبولون، دان یوسف اور بنیمین نفتالی جد اور آشر۔ (ا۔ تواریخ ۲/۱۔۲) جب بنی اسرائیل مصر میں آئے تو یعقوب سمیت ان کی تعداد ستر ہو چکی تھی (پیدائش ۴۶/۲۷) بنی اسرائیل نے صرف دو نسلوں تک ہی مصر میں قیام کیا تھا، یعنی لاوی کی بیٹی یوکبد تھی جو مصر آمد پر پیدا ہوئی تھی (گنتی ۲۶/۵۹) یہی یوکبد ہارون اور موسیٰ کی والدہ تھی (خروج ۶/۲۰) انہی ہارون اور موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نجات دلائی تھی (خروج ۶/۲۶۔۲۷) ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل مصر میں صرف ۲ پشتوں تک ہی رہے تھے، لیکن پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''خدا نے تقریباً دس نسلوں میں اسرائیل کو چند سینکڑوں (۱) سے بڑھا کر ایک ایسی قوم بنا دیا جو تقریباً تیس لاکھ افراد پر مشتمل تھی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۴۹ کالم نمبر ۱) حالانکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بنی اسرائیل مصر میں صرف ۲ نسلوں تک ہی رہے تھے، لاوی کا بیٹا قہات کنعان میں پیدا ہوا تھا (پیدائش ۴۶/۱۱) جبکہ قہات کا بیٹا عمرام مصر آ کر پیدا ہوا تھا، اسی عمرام نے اپنی

---

(۱) پادری صاحب کی خیانت پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس دیدہ دلیری سے شمس حقیقت کی تیز روشنی کو بہانوں سے آلودہ گرد و غبار سے چھپانا چاہتے ہیں، کیونکہ مصر میں آمد پر وہ یعقوب سمیت کل ۷۰ تھے (پیدائش ۴۶/۲۷) لیکن پادری صاحب ان کی تعداد سینکڑوں بتا رہے ہیں، وہ صرف ۲ نسلوں تک مصر میں رہے اور پادری صاحب دس نسلیں لکھ کر حقیقت کا منہ چڑا رہے ہیں، وہ ایک ہزار سے بھی خاصے کم تھے یہ ۳۰ لاکھ بتا رہے ہیں۔ یاللعجب۔ اگر مصر آنے والے ۷۰ میں سے یعقوب اور ۱۲ بیٹے نفی کریں تو ۷۰۔۱۳ = ۵۷ مردوں کی اولاد دو نسلوں تک ایک ہزار بھی ممکن نہیں چہ جائے کہ انہیں ۳۰ لاکھ تسلیم کر لیا جائے۔ غور تو فرمائیں کہ لاوی کی بیٹی۔ یوکبد موسیٰ کی ماں تھی۔ اس طرح دوسری نسل نے خروج کیا تھا۔

پھوپھی یوکبد سے بیاہ کیا تو ہارون وموسیٰ اور مریم پیدا ہوئے (گنتی ۲۶/۵۸-۵۹)
پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب کے دس نسلوں والے بیان کی بنیاد غالباً بائبل میں درج اس مردم شماری کے اعداد وشمار ہیں جو فرعون کی غلامی سے نکل آنے کے بعد کوہ سینا پر کی گئی تھی۔ بنی لاوی کو چھوڑ کر باقی تمام بنی اسرائیل کے مرد جتنے بیس برس کے اور اس سے اوپر اوپر کی عمر کے جنگ قابل تھے سب گنے گئے، بائبل مقدس میں ان کی تفصیل یوں درج ہے۔ بنی روبن ۴۶۵۰۰، بنی شمعون ۵۹۳۰۰، بنی جد ۴۵۶۵۰، بنی یہوداہ ۷۴۶۰۰، بنی اشکار ۵۴۴۰۰، بنی زبولون ۵۷۴۰۰، یوسف کی اولاد سے بنی افرائیم ۴۰۵۰۰، یوسف کی ہی اولاد سے بنی منسی ۳۲۲۰۰ بنی بنیمین ۳۵۴۰۰ بنی دان ۶۲۷۰۰ بنی آشر ۴۱۵۰۰ بنی نفتالی ۵۳۴۰۰، لہٰذا "بنی اسرائیل میں سے جتنے آدمی بیس برس یا اس سے اوپر اوپر کی عمر کے اور جنگ کرنے کے قابل تھے وہ سب گنے گئے، اور ان سبھوں کا شمار چھ لاکھ تین ہزار پانچسو پچاس تھا" (گنتی ۱/۲۰-۴۶) اگر بنی لاوی کو بھی شمار کیا جائے اور تمام بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو بھی شمار کیا جائے تو تعداد واقعی ۳۰ لاکھ تک جا پہنچتی ہے۔ جیسا کہ مشہور مسیحی مفسر ویبرن سی جونسن لکھتا ہے۔ "یہ کوئی ۲۰ سے ۳۰ لاکھ افراد پر مشتمل تھے"۔ (بائبل کی تفسیر پیدائش تا گنتی جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۶۹) پادری۔ جی۔ ٹی۔ مینلی صاحب لکھتے ہیں۔ "ہم اس اندازے پر پہنچتے ہیں کہ کل بنی اسرائیل قریباً بیس لاکھ کے لگ بھگ تھے" (ہماری کتب مقدسہ۔ صفحہ ۲۰۵)

پادری ایف۔ ایس خیر اللہ نے خروج کرنے والوں کی تعداد ۳۰ لاکھ بیان کی جبکہ مفسر ویبرن سی جونس نے ۲۰ سے ۳۰ لاکھ تک بتائی لیکن پادری جی۔ ٹی۔ مینلی کا اندازا ہے کہ وہ ۲۰ لاکھ کے لگ بھگ تھے۔ آیئے ہم تحقیق کرتے ہیں کہ مصر سے خروج کرنے والے بنی اسرائیل کی تعداد حقیقت میں کتنی تھی؟ ہم بنی اسرائیل کے ۱۲ قبیلوں کی صحیح تعداد کی تحقیق بھی پیش کر سکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے صرف تین قبیلوں (۱) بنی روبن

(۲) بنی یہوداہ (۳) بنی لاوی کی تحقیق قارئین کی نذر کر رہے ہیں، اسی سے ہی بقیہ قبائل کی تعداد کا بھی اندازا ہو جائے گا۔ اگر کوئی پوچھے کہ ۱۲ میں سے یہی تین کیوں چنے تو قبل از سوال ہم عرض کریں گے کہ روبن اسرائیل کا پہلوٹھا تھا اور تمام پہلوٹھے یہوواہ خدا کے ہیں (خروج ۲/۱۳) اور یہوداہ کی نسل سے یسوع مسیح ہے (متی ۱/۱۔۱۶) اور لاوی کے وسیلہ سے پاک روح کی شراکت یعنی موسوی نبوت و کہانت و شریعت ملی۔

بنی روبن

روبن کے چاروں بیٹے (۱) حنوک (۲) فلو (۳) حصرون (۴) کرمی کنعان میں پیدا ہوئے تھے (پیدائش ۹/۴۶) فلو بن روبن کا بیٹا الیاب مصر میں آمد کے بعد پیدا ہوا۔ اغلب ہے کہ خروج کرنے والوں میں الیاب بن فلو بھی شامل تھا، کیونکہ مصر سے خروج کے ۴۰ برس بعد جب دوسری مردم شماری ہوئی تو الیاب کے تینوں بیٹے (۱) نموایل (۲) داتن (۳) ابیرام موجود تھے اور انہوں نے موسیٰ سے جھگڑا کیا (گنتی ۱/۱۶، ۱۲، ۱۳ و ۹/۲۶ و استثنا ۶/۱۱) جھگڑے کے وقت الیاب کے تینوں بیٹے جوان تھے جبکہ موسیٰ ۱۲۰ برس کے تھے اور چل پھر نہیں سکتے تھے (استثنا ۲/۳۱) معلوم ہوا کہ خروج کے وقت پہلوٹھا نموایل ابھی شیر خوار بچہ ہوگا۔ اگر خروج کے وقت تک تینوں بھائی موجود بھی ہوں تو الیاب سمیت ۴ مرد ہوئے۔ تقریباً اتنی تعداد فلو کے بھائیوں حنوک و حصرون اور کرمی کی اولادوں کی بھی ہوگی، بالفرض محال اگر ہم حنوک اور حصرون اور کرمی کے بارہ بارہ بیٹے بھی سمجھ لیں تو الیاب بن فلو کو بھی شامل کر کے روبن کے پوتوں کی تعداد ۳۷ بنتی ہے۔ الیاب کے تو صرف ۳ بیٹے تھے باقی ۳۲ پوتوں میں سے اگر ہر ایک کے بارہ بارہ بیٹے بھی ہوں تو خروج کے وقت تمام بنی روبن کی تعداد زیادہ سے زیادہ روبن کے پوتے ۳۷ + الیاب کے بیٹے ۳ + دوسرے تینوں

بیٹوں یعنی حنوک وحصرون اور کرمی کے پوتے ۴۳۲=۴۷۲ مر بنتے ہیں۔ لیکن بائبل مقدس کہتی ہے کہ بنی روبن کے بیس برس یا اوپر اوپر کی عمر کے جنگ کرنے کے قابل مردوں کی تعداد چھیالیس ہزار پانچسو تھی (گنتی ۱/۲۰۔۲۱) جبکہ ہم نے کھینچ تان کر بنی روبن کی تعداد زیادہ سے زیادہ سمجھی تو پھر بھی تعداد ۴۷۲ سے اوپر نہیں گئی۔ حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ فلو بن روبن کے تینوں بھائیوں یعنی حنوک وحصرون اور کرمی کی اولادوں کا کوئی تذکرہ بائبل میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ روبن کی اولاد میں سے صرف فلو کا ہی ایک بیٹا الیاب تھا اور الیاب کے ۳ بیٹے تھے یوں کل بنی روبن کی تعداد صرف ۴ تھی۔ لیکن بائبل میں ۴۶۵۰۰ درج ہے۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی تعداد بیان کرتے وقت کتنی زیادہ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مصر میں بنی اسرائیل صرف ۲ نسلوں تک ہی رہے تھے۔ یعنی فلو بن روبن سے الیاب بن فلو تک۔

بنی یہوداہ

یہوداہ کے ۵ بیٹے تھے، (۱) عیر (۲) اونان (۳) سیلہ (۴) فارص (۵) زارح (۱۔ تواریخ ۲/۳۔۴) عیر اور اونان کنعان میں ہی شادی شدہ ہو کر بھی بے اولاد مر گئے (پیدائش ۳۸/۱۔۳۰ و گنتی ۲۶/۱۹ و پیدائش ۴۶/۱۲) ان کے مرنے کے بعد یہوداہ نے اپنی بیوہ بہو تمر سے زنا کیا تو جڑواں بیٹے فارص اور زارح پیدا ہوئے، یعنی اگر عیر اور اونان کی اولاد ہوتی تو وہ فارص سے عمر میں بڑی ہوتی (۱) یعنی یہوداہ کا بیٹا فارص

(۱) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روبن شمعون اور لاوی کے بیٹے کنعان میں ہی پوتوں پڑپوتوں والے تھے۔ کیونکہ یہوداہ اپنے ان بھائیوں سے کافی چھوٹا ہونے کے باوجود بھی پوتوں والا تھا، اگر عیر اور اونان کے بیٹے ہوتے تو ان کے پوتے حصرون اور حمول سے بھی عمر میں بڑے ہوتے کیونکہ حصرون اور حمول یہوداہ کی بہو تمر کے پوتے تھے اس لیے ایک طرح سے ہم حصرون اور حمول کو یہوداہ کے پڑپوتے نہیں تو پڑپوتوں کے ہم عمر تو کہہ سکتے ہیں، یوں ہوسکتا ہے روبن اور لاوی پڑپوتوں والے ہو کر مصر میں آئے ہوں۔

اس کے پوتوں سے بھی چھوٹا تھا۔ کنعان میں ہی فارص سے حصرون اور حمول پیدا ہوئے (پیدائش ۴۶/۱۲) مصر میں آمد پر حصرون کا بیٹا رام پیدا ہوا۔ رام کا بیٹا عمینداب تھا (روت ۱۸/۴۔۲۰ و ا۔ تواریخ ۹/۲۔۱۰ و متی ۴/۱) یہ عمینداب خروج کرنے والوں میں شامل تھا، اور اسی عمینداب کی بیٹی (۱) الیسبع ہارون کی بیوی تھی (خروج ۲۳/۶) اور اسی عمینداب کا بیٹا نحسون بنی یہوداہ کا سردار مقرر ہوا تھا (گنتی ۷/۱) ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل مصر میں صرف ۲ نسلوں تک ہی رہے تھے۔ یعنی مصر میں آ کر رام پیدا ہوا اور رام کا بیٹا عمینداب خروج کر گیا۔ یعنی مصر میں قیام صرف دو پشتوں تک ہی رہا تھا۔ مصر آنے والوں میں یہوداہ کے تین بیٹے (۱) سیلہ (۲) فارص (۳) زارح تھے اور فارص کے دو بیٹے (۱) حصرون (۲) حمول کنعان سے مصر میں آئے۔ یوں یہوداہ سمیت مصر میں آنے والے بنی یہوداہ کی تعداد ۳+ ۲+۱=۶ بنتی ہے، صرف ۲ پشتوں میں ۶ افراد کی اولادوں کی تعداد ۷۴۶۰۰ ہو جانا مجذوب کی بڑ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔ بائبل میں سیلہ کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ زارح کے

---

(۱) پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ نے مصر میں بنی اسرائیل کے قیام کو دس نسلوں پر محیط کرنے کے لیے عمینداب بن رام کو لاوی خاندان سے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ایک لاوی جو ہارون کا خسر تھا (قاموس الکتاب ص ۶۶۷ کالم نمبر ۲ مقالہ عمینداب) غور فرمائیں کہ کس دیدہ دلیری سے حقیقت کا انکار کر کے عمینداب کو بنی یہوداہ سے نکال کر بنی لاوی میں لا کھڑا کیا تا کہ مصر میں ۲ نسلوں تک قیام ثابت نہ ہونے پائے۔ لیکن کسی نے کیا خوب کہا کہ "دروغ گورا حافظہ نہ باشد" لہٰذا پادری صاحب اسی کتاب میں صفحہ ۱۰۳۰ پر عمینداب کے بیٹے جبکہ ہارون کے سالے کا تعارف یوں کرواتے ہیں کہ "نحسون عمینداب کا بیٹا (ا۔ تواریخ ۱۰/۲۔۱۱) داؤد بادشاہ اسی کے خاندان سے تھا (روت ۲۰/۴) یہ بیابان میں یہوداہ کے قبیلے کا سردار تھا (گنتی ۷/۱، ۳/۲، ۱۴/۱۰) اس کی بہن الیسبع سے ہارون نے شادی کی (خروج ۲۳/۶) لیجیے عمینداب پھر بنی لاوی سے نکل کر واپس یہوداہ میں آ گیا۔

پانچ بیٹے تھے، (۱) زمری (۲) ایتان (۳) ہیمان (۴) کلکول (۵) دارع (ا۔تواریخ ۲/۶) جب کہ فارص کے صرف دو ہی بیٹے تھے، (۱) حصرون (۲) حمول (ا۔تواریخ ۲/۵) یعنی یہوداہ کے انہی ۵ + ۲ = ۷ پوتوں کی اولادیں مصر میں پیدا ہوئیں۔اگر ہر پوتے سے بارہ بارہ بیٹے پیدا ہوئے ہوں تو رام بن حصرون کے ہم پشتوں کی تعداد ۷x۱۲ = ۸۴ بنتی ہے، اور اگر مجوزہ ۸۴ میں سے ہر ایک کے بارہ بارہ بیٹے ہوں تو خروج کے وقت بنی یہوداہ کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۸۴x۱۲ = ۱۰۰۸ بنتی ہے، لیکن بائبل تو کہتی ہے کہ وہ ۷۴۶۰۰ تھے اور وہ بھی ۲۰ برس اور اس سے اوپر اوپر کے جنگ کرنے کے قابل، اور اگر بچے بوڑھے اور عورتیں بھی شمار ہوں تو تعداد لاکھ سے تجاوز کر جاتی ہے۔حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ فارص کے صرف ۲ بیٹے تھے یعنی حصرون اور حمول، حصرون کا صرف ایک ہی بیٹا تھا یعنی عمیند اب اور عمیند اب کا بھی صرف ایک ہی بیٹا تھا یعنی نحسون، جبکہ حمول کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں۔زارح کے پانچوں بیٹے مصر آ کر پیدا ہوئے تھے یعنی بنی یہوداہ کی تعداد زیادہ سے زیادہ دس افراد ہوگی۔

بنی لاوی

یعقوب کے بیٹے لاوی کے کل تین بیٹے تھے، (۱) جیرسون (۲) قہات (۳) مراری، یہ تینوں کنعان میں پیدا ہوئے تھے (پیدائش ۴۶/۱۱، گنتی ۳/۱۷، ا۔تواریخ ۶/۱۱) ان تینوں کے بیٹے مصر میں آمد کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ذیل میں ہم ان تینوں کی اولادوں کی تعداد کی تحقیق بالترتیب ہدیہ قارئین کر رہے ہیں تا کہ بنی لاوی کی صحیح تعداد معلوم ہو جائے۔

بنی جیرسون

جیرسون بن لاوی کے حرف دو بیٹے تھے (۱) لبنی (۲) سمعی (خروج ۶/۱۷، گنتی ۳/۱۸) پادری ایف ۔ ایس خیر اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ ا۔تواریخ ۲۳/۷و ۲۶/۲۱ میں اس لبنی کو لعدان کہا گیا ہے (قاموس الکتاب صفحہ ۸۵۷) لبنی یا لعدان کے ۳ بیٹے تھے (۱) سردار یہی ایل (۲) زیتام (۳) یوایل اور سمعی کے بھی ۳ بیٹے تھے (۱) سلومیت (۲) حزی ایل (۳) ہاران (ا۔تواریخ ۲۳/۷) اس کے علاوہ بنی جیرسون کے کسی فرد کا کوئی اتا پتہ بائبل سے نہیں ملتا، یوں بنی جیرسون کی کل تعداد ۲+ ۳+ ۳=۸ بنتی ہے جبکہ بائبل مقدس کے مطابق بنی جیرسون میں ۔ ''جتنے فرزند نرینہ ایک مہینے اور اسی سے اوپر اوپر کے تھے وہ سب گنے گئے اور ان کا شمار سات ہزار پانچ سو تھا''۔(گنتی ۳/۲۲) غور فرمائیے صاحبو! کہاں ساڑھے سات ہزار ۷۵۰۰ اور کہاں صرف اٹھ۔

بنی مراری

مراری بن لاوی کے صرف دو بیٹے ہی تھے، (۱) محلی (۲) موشی (خروج ۶/۱۹، ا۔تواریخ ۶/۱۹، ۲۳/۲۱) محلی کے دو بیٹے تھے، (۱) الیعزر (۲) قیس، الیعزر کے کوئی اولاد نہ ہوئی (ا۔تواریخ ۲۳/۲۱۔۲۲) قیس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا، یعنی یرحمئیل (ا۔تواریخ ۲۴/۲۹) جبکہ موشی کے تین بیٹے تھے (۱) محلی (۲) عیدر (۳) یریموت (ا۔تواریخ ۲۴/۳۰، ۲۳/۲۳) یوں لاویوں میں سے بنی مراری کی تعداد ۲+ ۲+۱+ ۳= ۸ بنتی ہے۔ اس سے زیادہ بنی مراری کے کسی فرد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن بائبل کہتی ہے کہ بنی مراری میں سے جتنے فرزند نرینہ ایک مہینے اور اس سے اوپر اوپر کے تھے وہ چھ ہزار دو سو تھے''۔ (گنتی ۳/۳۴)

بنی قہات

قہات بن لاوی کے کل ۴ بیٹے تھے، (۱) عمرام (۲) اضہار (۳) جرون (۴) عزئیل (خروج ۶/۱۸، ا۔تواریخ ۶/۱۸، ۲۳/۱۲) عمرام بن قہات نے اپنے باپ کی سگی بہن یوکبد سے بیاہ کیا، ان دونوں پھوپھی بھتیجا سے(۱) ہارون وموسیٰ اور مریم یعنی کل ۳ جانیں پیدا ہوئیں (گنتی ۲۶/۵۸۔۵۹) یعنی موسیٰ لاوی کا نواسہ تھا۔ موسیٰ کی والدہ یوکبد بنت لاوی مصر میں آمد کے سال پیدا ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل مصر میں زیادہ سے زیادہ دو پشتوں تک ہی رہے تھے بلکہ دوسری پشت نے مصر سے خروج کیا تھا۔ اب ہم بنی قہات کی تعداد کی تحقیق کرتے ہیں۔

عمرام کے صرف ۲ ہی بیٹے تھے، (۱) ہارون (۲) موسیٰ (ا۔تواریخ ۲۳/۱۳) ہارون کے چار بیٹھے تھے، (۱) ندب (۲) ابیہود (۳) الیعزر (۴) اتمر (خروج ۶/۲۳، گنتی ۲۶/۶۰ و ا۔تواریخ ۲۴/۱) ندب اور ابیہود بے اولاد مرے (گنتی ۲۶/۶۱، ا۔تواریخ ۲۴/۲) جبکہ الیعزر کا صرف ایک ہی بیٹا تھا، یعنی فینحاس (خروج ۶/۲۵) موسیٰ کے صرف ۲ بیٹے تھے، (۱) جیرسوم (۲) الیعزر (خروج ۱۸/۳۔۴) اغلب ہے کہ خروج کے وقت عمرام اور یوکبد فوت ہو چکے تھے۔ یوں بنی عمرام کی تعداد مریم سمیت ۳+۴+۲+۱=۱۰ بنتی ہے۔

---

(۱) ایسا نکاح بمطابق بائبل حرام ہے (احبار ۱۸/۱۲، ۲۰/۱۹) پادری حضرات نسخ کے قائل نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر احکامات الٰہی میں نسخ نہیں ہوتا تو پھر عمرام اور اس کی پھوپھی کے نکاح کو کیا نام دیں گے؟ (خروج ۶/۲۰) ایک دفعہ ڈھونکل کے پادری عنصر سلیمان سے ہم نے یہی سوال کیا تو فرمانی لگے کہ ”شریعت سے قبل بھی یہ گناہ ہی تھا لیکن اس وقت گناہ محسوب نہ تھا“ میں نے مودبانہ پوچھا ”اگر ایسا ہی تھا تو نوح علیہ السلام کے وقت کشتی والوں کے علاوہ انسانوں کی ہلاکت کو کس کھاتے میں ڈالو گے؟ پادری صاحب کو چپ لگ گئی۔ میں نے پوچھا ”پادری صاحب! یہوداہ کے بیٹوں عیر اور اونان کی ہلاکت پر ہی تبصرہ فرما دیں اور موسیٰ کے وقت مصریوں کے پہلوٹھوں کی ہلاکت کا تو خیال کریں۔ لیکن جواب خاموشی اور بس۔)

عمرام کے دوسرے بھائی اضہار کے کل ۳ بیٹے تھے، (۱) قورح (۲) نفج (۳) زکری (خروج ۶/۲۱) قورح کے ۳ بیٹے تھے، (۱) اسیر (۲) القنہ (۳) ابیاسف (خروج ۶/۲۴) اسی قورح نے موسیٰ کے خلاف بغاوت کی تھی (گنتی باب ۱۶، ۹/۲۶۔ ۱۱، ۳/۲۷، یہوداہ: ۱۱) قورح اور اس کے ساتھیوں کو زمین نے نگل لیا تھا لیکن اس کے بیٹے بچ رہے تھے۔ (گنتی ۱۰/۲۶۔۱۱) نفج اور زکری کی اولاد کا کوئی تذکرہ خروج کرنے والوں میں نہیں، خروج کے وقت اگر اضہار بھی زندہ ہو تو بنی اضحار کی کل تعداد ۳+۳+ ۱=۷ بنتی ہے۔

قہات کے تیسرے بیٹے حبرون کے ۴ بیٹے تھے، (۱) یریاہ (۲) امریاہ (۳) یحزی ایل (۴) یقمعام (۱۔تواریخ ۱۹/۲۳) حبرون کو بھی شمار کر کے یہ کل ۵ ہوئے۔ اور قہات کے چوتھے بیٹے عزئیل کے ۳ بیٹے تھے، (۱) میسائیل (۲) الصفن (۳) ستری (خروج ۶/۲۲) انہی میسائیل اور الصفن (۱) نے ہارون کے بیٹوں ندب اور ابیہود کی لاشوں کو موسیٰ کے حکم سے لشکر گاہ سے باہر پھینکا تھا (احبار ۱/۱۰۔۵) لہٰذا عزئیل کو بھی شامل کر کے تعداد ۳+۱= ۴ ہوئی، اس طرح کل بنی قہات کی تعداد، یعنی بنی عمرام ۱۰+ بنی اضہار ۷ + بنی حبرون ۵ + بنی عزئیل ۴=۲۶ جانیں بنتی ہین، اس سے زیادہ ایک بھی ثابت نہیں۔ لیکن بائبل بتاتی ہے کہ بنی قہات کے ''فرزند نرینہ ایک مہینے اور اس سے اوپر اوپر کے آٹھ ہزار چھ سو تھے'' (گنتی ۲۸/۳) سبحان اللہ۔ قہات کے چار بیٹوں کے بیٹے اور پوتے ۸۶۰۰ ہو گئے، کیا قہاتیوں کے گھروں میں آسمان سے بچوں کی بارش ہوئی تھی؟ مندرجہ بالا تحقیق کے مطابق کل بنی لاوی کی تعداد زیادہ سے زیادہ یوں ہے کہ، بنی جیرسون ۸ + بنی مراری ۸ + بنی قہات ۲۶ = ۴۲، لیکن

---

(۱) عزئیل کا بیٹا الیصفن قہاتیوں کے گھرانوں کے آبائی خاندان کا سردار تھا'' (گنتی ۳۰/۳)

بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ۔ ''سولاویوں میں سے جتنے ایک مہینے اور اس سے اوپر اوپر کی عمر کے تھے ان کو موسیٰ اور ہارون نے خداوند کے حکم کے موافق ان کے گھرانوں کے مطابق گنا، وہ شمار میں بائیس ہزار تھے'' (گنتی ۳/۳۹) کہاں سے آئی اتنی خلقت؟ صرف ایک شخص یعنی لاوی کے صرف ۳ بیٹوں (۱) جیرسون (۲) قہات (۳) مراری کے بیٹے اور پوتے بائیس ہزار ہو گئے اور پھر بنی لاوی کے جو اعداد و شمار بائبل نے دیئے ہیں ان کا میزان بھی غلط بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ بنی جیرسون ۷۵۰۰ + بنی قہات ۸۶۰۰ + بنی مراری ۶۲۰۰ = ۲۲۳۰۰ تعداد بنتی ہے، لیکن بائبل مقدس کا الہام فرماتا ہے کہ وہ ۲۲۰۰۰ تھے (گنتی ۳/۳۹) اوپر والے تین سو افراد کو زمین کھا گئی یا آسمان اٹھا کر لے گیا؟۔ قارئین! یہی حال بنی اسرائیل کے باقی قبیلوں کی مردم شماری کا ہے۔

پادری جی۔ ٹی۔ مینلی صاحب لکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شمار ناقابل یقین اور غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مشکل معمہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً لاویوں کا شمار بائیس ہزار (گنتی ۳/۲۱۔۳۹) اور پہلوٹھوں کا بائیس ہزار دو سو تہتر (۲۲۲۷۳) دیا گیا ہے (گنتی ۳/۴۳)...... غالباً ویز (wiener) کی تشریح زیادہ قابل قبول ہے کہ شائد جب کاتبوں نے ان اعداد کو نقل کیا تو کچھ غلطی واقعہ ہو گئی'' (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۲۰۵) غور فرمائیں کہ ویز جیسا مسیحی مفسر و سکالر کسی دھڑلے کے ساتھ بائبل میں غلطی کا اعتراف کر رہا ہے اور پادری جی۔ ٹی۔ مینلی جیسا پایۂ کا عالم ویز کی تائید کر رہا ہے۔ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب، لکھتے ہیں۔ ''مشکل پیش تب آتی ہے جب ہم جیرسونیوں (آیت ۲۲) قہاتیوں (آیت ۲۸) اور مراریوں (آیت ۳۳۔۳۴) کی دی ہوئی تعداد کو جمع کریں۔ یعنی ۷۵۰۰ + ۸۶۰۰ + ۶۲۰۰ = ۲۲۳۰۰۔ سرسری نظر

میں ۲۲۰۰۰ (آیت ۲۹) کو عدد تام سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حساب کرنے سے ثابت ہوا کہ یہ صحیح عدد تھا۔ تو اس غلطی کی کیا ممکن وجہ ہو سکتی ہے؟ علماء کا خیال ہے کہ غلطی ان تین رقموں میں ہے جو لاویوں کے مختلف فرقوں نے دیں۔ غالباً کہیں کاتب نے سہواً ایک حرف حذف کر دیا جس سے یہ غلطی ہوگی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۸۴۰ کالم نمبر۱) مفسر ویبرن سی جونسن لکھتا ہے۔ ''۲۲۳۰۰ کے میزان (۳: ۲۲، ۲۸، ۳۴) اور ۲۲۰۰۰ کے میزان (۳: ۳۹) میں فرق غالباً نقل کرتے وقت غلطی کی وجہ سے ہے''۔ (بائبل کی تفسیر، پیدایش تا گنتی، صفحہ ۱۷۲ جلد نمبر۱) بائبل مقدس میں غلطی کے بارے پادریوں کے مذکورہ بالا اعتراف کے بعد اب ہمارے کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خروج کے وقت بنی اسرائیل کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اتنی تھوڑی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعظ و تقریر کو تمام قوم سنتی تھی (خروج ۱۳/۳، ۱۳/۱۴، ۶۱/۶۔ ۸، ۳۲/۲۶، ۳۵/۱۔ ۲۰) وہ اتنے تھوڑے تھے کہ صرف دو دائیاں ان کے گھروں کے لیے کافی تھیں۔ (خروج ۱/۱۵۔ ۲۰) اگر وہ ۳۰ لاکھ ہوتے تو انہیں آزادی دلانے کے لیے موسیٰ اور ہارون یعنی صرف دو آدمیوں کا اتنی بڑی قوم کے ہر مرد سے رابطہ کر لینا ناممکن تھا۔ اور اتنی بڑی قوم کا ایک ہی رات میں بحر قلزم کو عبور کر جانا بھی خلاف عقل ہے۔ اندریں حالات کہ ان کے کروڑوں مویشی بھیڑ بکریاں اور بہت زیادہ سامان بھی ساتھ تھا، گویا پورا ملک اجڑ کر دوسرے ملک میں جا رہا تھا۔ مارہ کے مقام پر کافی دیر تک صرف ایک ہی چشمہ سے ساری قوم پانی حاصل کرتی رہی (خروج ۱۵/۲۲۔ ۲۶) یہاں آنے سے قبل بنی اسرائیل ۳ دن کے پیاسے تھے، اگر وہ ۳۰ لاکھ ہوتے تو ۳ دن کے پیاسے ۳۰ لاکھ افراد اس چشمے کی تہہ تک چاٹ جاتے نہ کوئی غسل کر پاتا نہ آٹے گوندھے جاتے نہ ہانڈیاں پکتیں۔ لیکن بائبل مقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

کافی عرصہ مارہ کے مقام پر رہے اور ''وہیں خداوند نے ان کے لیے ایک آئین اور شریعت بنائی'' (خروج ۱۵/۲۵) ثابت ہوا کہ وہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ اتنے تھوڑی کہ ایلیم کے مقام پر کھجور کے صرف ستر درخت کافی عرصے تک ان کو خوراک مہیا کرتے رہے۔ (خروج ۱۵/۲۷) اگر وہ ۳۰ لاکھ ہوتے تو کھجور کے ستر درختوں کے وہ ایک ہی روز میں پتے تک کھا جاتے، لیکن وہ کھجوریں کھا کھا کر تنگ آ گئے اور انہیں مزید کھجوریں کھانا فرعون کی غلامی سے بھی بدتر لگنے لگا۔ تب خدا نے آسمان سے ان کے لیے من کا نزول فرمایا (خروج ۱۶/۳۔۱۵) کوہ سینا پر ہر قبیلے سے ایک ایک سردار مقرر کیا گیا ان کے ساتھ موسیٰ اور ہارون بھی شامل ہوئے یوں کل ۱۴ مردوں نے ایک ہی روز میں فرداً فرداً ہر شخص کا نام لکھ لکھ کر ساری قوم کو گن لیا۔ (گنتی ۱/۱۔۱۹، ۴۴) اگر وہ ۳۰ لاکھ ہوتے تو یہ کام ۱۴ آدمیوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ ثابت ہوا کہ وہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ جیسا کہ بڑے بڑے مسیحی علماء فضلاء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ''یہ عہد غالباً ایک ہزار سے خاصے کم ان لوگوں کے اس گروہ سے شروع ہوا جنہوں نے موسیٰ کی ہمراہی میں مصر سے خروج کیا'' (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۵:۲۲۸، بحوالہ۔ یہودیت و مسیحیت از ڈاکٹر احسان الحق رانا، صفحہ ۱۲۵) اس ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں کہ۔ ''اس وقت تم شمار میں تھوڑے بلکہ بہت ہی تھوڑے اور ملک میں پردیسی تھے وہ ایک قوم سے دوسری قوم میں اور ایک مملکت سے دوسری مملکت میں پھرتے رہے'' (ا۔تواریخ ۱۶/۱۹۔۲۰) کلام الٰہی قرآن پاک نے بھی یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے متعلق کہا تھا کہ ''اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے۔'' (القرآن ۲۶/۵۴، ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھریؒ)

موسیٰ علیہ السلام کا خسر کون؟

بنی اسرائیل کی مصر میں آمد کے پہلے سال ہی یعقوب کے بیٹے لاوی کی بیٹی یوکید پیدا ہوئی اور اسی دوران قہات بن لاوی کا پہلوٹھا بیٹا عمرام پیدا ہوا۔ یوکبد اور عمرام یعنی پھوپھی بھتیجا کی شادی ہوگئی، اوران کی پہلوٹھی مریم اور پھر ہارون اور پھر موسیٰ پیدا ہوئے (خروج ۶/۲۰، گنتی ۲۶/۵۸۔۵۹) ہارون موسیٰ سے ۳ برس بڑا تھا (خروج ۷/۷) جبکہ موسیٰ کی ولادت کے وقت مریم سمجھ دار جوان لڑکی تھی (خروج ۲/۴۔۷) موسیٰ کی ولادت کے وقت فرعون نے بنی اسرائیل کی دونوں ہی دائیوں کو حکم دیا کہ اسرائیلیوں کے نومولود بیٹوں کو قتل کر دیا کرواور لڑکیوں کو جیتا چھوڑ دو (خروج ۱/۸۔۲۲) یوکبد نے بڑی مشکل سے تین ماہ تک نومولود موسیٰؑ کو چھپائے رکھا۔ آخر عاجز آ کر موسیٰ کو سرکنڈوں کے ٹوکرے میں رکھ کر دریا کے کنارے جھاؤ میں چھوڑ آئی۔ جہاں فرعون کی بیٹی نے دیکھ کر موسیٰ کو اٹھا لیا اور اپنا بیٹا بنا لیا (خروج ۲/۱۔۱۰) موسیٰ کی عمر ۴۰ برس تھی۔ (۱)

جب کہ اس کے ہاتھ سے ایک مصری قتل ہو گیا۔ (اعمال ۷/۲۳۔۲۴ و خروج ۲/۱۲) تب موسیٰ فرعون کے حضور سے بھاگ کر ملک مدیان چلا گیا، مدیان کے کاہن نے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰ کو بیاہ دی (خروج ۲/۱۱۔۲۲)

---

(۱) ۴۰ برس کی عمر میں موسیٰ سے قتل ہوا جبکہ ۸۰ برس کی عمر تھی جب فرعون سے مقابلہ کر کے بنی اسرائیل کو نجات دلائی (خروج ۷/۷) اور ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (استثنا ۳۴/۷)

خروج ۲/۱۸۔۲۱ و گنتی ۱۰/۲۹ کے مطابق موسیٰ کے خسر کا نام رعوایل ہے۔

اور خروج ۲/۲۱ میں تصریح موجود ہے کہ صفورہ رعوایل کی ہی بیٹی تھی۔ لیکن حیرت ہوتی ہے جب ہم یہ پڑھتے ہیں۔ ''اور موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا بھیڑ بکریاں چراتا تھا'' (خروج ۳/۱) ''تب موسیٰ لوٹ کر اپنے خسر یترو کے پاس گیا'' (خروج ۴/۱۸) اس ضمن میں اردو کیتھولک بائبل میں خروج ۲/۱۸ کا حاشیہ اس طرح ہے کہ ''رعوئیل کے اور دو نام ہیں یعنی ''یترو'' (دیکھو خروج ۳/۱) اور حباب'' دیکھو قضاۃ ۴/۱۱، ''رعوئیل'' اور ''حباب'' ہر دو کے معنی ہیں۔ ''خدا کا دوست''۔ کیتھولک بائبل کے بیان کے مطابق یترو و رعوایل و حوباب تین الگ الگ شخص نہیں بلکہ یہ ایک ہی شخص کے ۳ نام ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کی ''دی نیو انگلش بائبل'' اور فارسی بائبل اور موجودہ اردو ترجمہ میں لکھا ہے۔ ''اور حبر قینی نے جو موسیٰ کے سالے حباب کی نسل سے تھا'' (قضاۃ ۴/۱۱) یعنی حوباب موسیٰ کا سالا ہے نہ کہ خسر، جبکہ یہی عبارت کیتھولک بائبل میں یوں ہے کہ ''اور حابر قینی جو موسیٰ کے رشتہ دار جو باب کی نسل سے تھا''...... محترم قارئین! غور فرمایا آپ نے؟۔ کہ کیتھولک مترجمین نے کس خوبصورتی سے معاملہ نپٹایا، یعنی نہ تو خسر لکھا اور نہ سالا، بس رشتہ دار لکھ دیا، اب کوئی خسر سمجھے، یا خسر کا بھی بیٹا، کیونکہ خسر کا باپ بھی رشتہ دار ہوتا ہے اور خود خسر بھی اور خسر کا بیٹا یا پوتا بھی۔ لیکن دوستو! آپ نے اوپر ملاحظہ فرمایا ہے کہ یہی بائبل خروج ۲/۱۸ کے حاشیہ میں حباب اور رعوایل کو ایک ہی شخص قرار دے چکی ہے یعنی حباب کو موسیٰ کا خسر قرار دے چکی ہے۔

موجودہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل میں ہے۔ ''سو موسیٰ نے اپنے خسر رعوایل مدیانی کے بیٹے حوباب سے کہا'' (گنتی ۱۰/۲۹) مزے کی بات یہ ہے کہ اس مقام پر

کیتھولک ترجمہ بھی پرٹسٹنٹ سے متفق ہے، یعنی ثابت ہو گیا کہ ''حباب'' واقعی موسیٰ کا سالا ہے خسر نہیں، لیکن حیرت ہے کہ پروٹسٹنٹ فرقہ ہی کی انگلش بائبل ریوائز سٹینڈرڈ ورشن (R-S-V) قضاۃ ۱۱/۴ میں لکھا ہے کہ ''موسیٰ کا خسر حوباب Hobab the father in law of Moses یہودی بائبل کی رو سے بھی صورت حال ایسی ہی ہے اور گورمکھی بائبل کی عبارت یوں ہے۔

حبر قینی نے جو موسیٰ دے سوہرے حوباب دی سنتان وچوں سی''۔عربی بائبل میں ہے ''حوباب حمیی موسیٰ'' اور اردو ترجمہ ۱۹۲۶ء میں ہے ''اب حبر قینی نے جو موسیٰ کے سسرے حوباب کی نسل سے تھا'' ایک ہی فرقہ پروٹسٹنٹ کی بائبلوں کے بیانات میں اختلاف ہے، یعنی جدید اردو ترجمہ اور فارسی بائبل قضاۃ ۱۱/۴ میں حوباب کو موسیٰ کا سالا کہا گیا ہے جبکہ ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن اور گورمکھی بائبل اور عربی بائبل ۱۹۲۶ء کی چھپی ہوئی اردو بائبل میں قضاۃ ۱۱/۴ میں حوباب کو موسیٰ کا خسر کہا گیا ہے۔ البتہ یہ ثابت ہو گیا کہ یترو رعوایل اور حَباب تین الگ الگ شخصیتیں ہیں۔لیکن آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا؟ اگر حباب کو رعوایل کا بیٹا (گنتی ۲۹/۱۰) مان لیں اور حبر قینی کو حباب کا بیٹا (موجود اردو بائبل اور دی نیو انگلش بائبل'' اور فارسی بائبل میں قضاۃ ۱۱/۴) تو لازم آئے گا کہ حبر قینی رعوایل مدیانی کا پوتا تھا اور موسیٰ کی بیوی صفورہ کا بھتیجا تھا۔لیکن ہم چونکہ اٹھتے ہیں جب پروٹسٹنٹ جدید اردو بائبل میں یہ پڑھتے ہیں کہ ''اور موسیٰ کے سالے قینی کی اولاد'' (قضاۃ ۱۶/۱) لیجئے صاحب! یہ حبر قینی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے موسیٰ کے سالے کا بیٹا ثابت ہو رہا تھا اب یہاں خود بھی موسیٰ کا سالا ثابت ہو رہا ہے۔ اگر کوئی پادری کہے کہ قضاۃ ۱۶/۱ والا قینی قضاۃ ۱۱/۴ والا حبر قینی نہیں ہے تو ان کے اعتراض سے قبل ہی ہم عرض کریں

گے کہ اردو ریفرنس بائبل میں قضاۃ ۱/۱۶ والے قینی کے ذیل میں قضاۃ ۴/۱۱، ۱۷ والے حبر قینی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اسی طرح قضاۃ ۴/۱۱ والے حبر قینی کو قضاۃ ۱/۱۶ والا قینی قرار دے کر جھگڑا ختم کر دیا ہے۔

معزز قارئین! کیا آپ موجودہ اردو بائبل قضاۃ ۱/۱۶ کی عبارت پڑھ کر حیران ہو گئے ہیں؟ لیکن ہم اس سے بھی بڑھ کر حیران ہوئے جب اسی عبارت یعنی قضاۃ ۱/۱۶ کو ۱۹۲۶ء کے اردو ترجمہ اور گورمکھی بائبل، فارسی و عربی وریوائز سٹینڈرڈ ورشن اور دی نیو انگلش بائبل میں پڑھا تھا۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ فارسی بائبل میں ہے۔ ''و پسران قینی پدر زن موسیٰ''، یعنی ''موسیٰ کے خسر قینی کے بیٹے'' عربی بائبل میں ہے۔ ''وَبَنُو الْقَيْنِيِّ حَمِي مُوسَى '' اور دی نیو انگلش بائبل میں ہے

The descendants of Moses, father-in-law the Kenite" اور ریوائز سٹینڈرڈ ورشن میں ہے " Kenite, Moses, father -in-law-" اور گورمکھی بائبل میں ہے۔

''موسیٰ دے سوہرے قینی دی سنتان'' اور ۱۹۲۶ء کا اردو ترجمہ یوں ہے''۔تب موسیٰ کے سسرے قینی کی اولاد''۔

اب ہمارے سامنے چار نام ہیں (۱) رعوایل (۲) یترو (۳) حوباب (۴) حبر قینی، ان چاروں اشخاص میں سے کون موسیٰ کا خسر ہے اور کون خسر کا باپ اور کون خسر کا بیٹا یعنی سالا اور کون سالے کا بیٹا یعنی خسر کا پوتا؟ بائبلوں کے اس واضح الجھاؤ کے پیش نظر اس امر کا فیصلہ کون کرے گا؟ بائبل کے مشہور مفسر پادری ڈملو نے حوباب کو سسر قرار دیا ہے سالا نہیں (قضاۃ ۴/۱۱) ویسے اس کیس میں وہ بھی پریشان خاطر ہے۔ خروج ۲/۱۸ کی تفسیر میں یہودی مفسر ڈاکٹر جے۔ ایچ ہرٹز صاحب لکھتے

ہیں۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ رعوایل ان کا باپ تھا جبکہ یترو موسیٰ کا خسر تھا، لفظ یترو کے معنی ہیں ''عزت مآب'' اسے مدیان کے مذہبی رہنما یا سردار کا خطاب سمجھا جا سکتا ہے۔ جس کا اصل نام گنتی ۲۹/۱۰ میں حوباب بتایا گیا ہے۔ القصہ رعوایل چرواہا لڑکیوں کا دادا تھا (کتاب مقدس میں اکثر باپ کہا جاتا ہے۔ دیکھو پیدائش ۱۳/۲۸ اور ۱۰/۳۲) اگر یترو اور رعوایل کو ایک ہی سمجھ لیا جائے تو کوئی غیر معمولی بات نہیں (مثلاً یعقوب و اسرائیل) جنوبی عرب کے نوشتوں میں بہت سے سرداروں کے دو نام ملتے ہیں۔ گنتی ۲۹/۱۰ کی تفسیر یوں ہے۔ ''علماء یہود کی روایت کے مطابق حوباب اور موسیٰ کا خسر یترو ایک ہی شخصیت ہیں۔ رعوایل یترو یا حوباب کا باپ تھا، خروج ۱۸/۲ میں جہاں بیٹیاں رعوایل کو اپنا باپ پکارتی ہیں کوئی مشکل نہیں ہے یہ وضاحت قابل قبول ہے کہ بچے عام طور پر اپنے دادا کو بھی باپ ہی پکارتے ہیں''

THE PEN TATEUCH AND HAF TORAHS EDITED BY Dr.J.H.HERTZVH. LATE CHIEF RABBI OF THE BRITISH EMPIRE-1979.

بنی اسرائیل کی بت پرستی

''ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے'' (یشوع ۲۴/۲) لیکن خدا ابرہام کو بت پرستوں میں سے نکال کر کنعان میں لے آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام پکے توحید پرست اور اللہ کے سچے نبی تھے۔ آپ کی بیوی مصر کی شہزادی ہاجرہؑ راسخ العقیدہ مومنہ اور توحید پرست تھی اور ہاجرہؑ پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا (پیدائش ۱۶/۶۔ ۱۶ او ۲۱/۱۶۔ ۲۱) یہی وجہ ہے کہ ہاجرہؑ کی اولاد شروع سے ہی توحید پرست تھی لیکن آنحضرت ﷺ کی بعثت تک ہاجرہ کی اولاد میں بت پرستوں کی اکثریت تھی۔ صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقدس خاندان ہی بت پرستی سے پاک تھا۔

ابرہام کی دوسری بیوی ابرہام کے بت پرست خاندان ہی سے تھی۔ بائبل کے مطابق ابرہام کی بیوی سارہ ابرہام کے باپ تارح کی سوتیلی بیٹی تھی۔ یعنی سارہ تارح کی دوسری بیوی کی پہلے شوہر سے بیٹی تھی۔ سارہ کے بیٹے اضحاق کی شادی ابرہام کے بت پرست بھائی نحور کی پوتی ربقہ سے ہوئی (پیدائش ۲۴/۱۵، ۲۹، ۴۷، ۵۰، ۶۷) اضحاق کا بیٹا یعقوب یعنی اسرائیل اپنے ماموں لابن کی دو بیٹیاں بیاہ لایا (پیدائش باب ۲۹) لابن اور اس کی بیٹیاں بت پرست تھیں (پیدائش ۳۱/۱۹، ۳۰، ۳۴۔ ۳۵) تمام بنی اسرائیل لابن کی انہی دونوں بیٹیوں اور انہی دونوں کی دو لونڈیوں

کی اولاد ہیں (پیدائش ۳۵ ۲۳/۲۳-۲۶) یوں بنی اسرائیل میں بت پرستی کے جراثیم کسی نہ کسی طرح شروع سے ہی موجود رہے ہیں۔ گو کہ ان میں حضرات ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور یوسفؑ جیسے جلیل القدر انبیاء کرام بھی موجود رہے جو انہیں ایک اللہ کی پرستش اور بتوں سے نفرت کی تعلیم دیتے رہے تھے، لیکن اس کے مقابل بت پرستی بھی مختلف لبادے اوڑھ کر اپنے جوہر دکھاتی رہی، اور مصر میں قیام کے دوران بنی اسرائیل مصری دیوی دیوتاؤں کی بھی پوجا کرنے لگے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے چھڑایا اور توریت عطا فرمائی جس میں بتوں سے نفرت جبکہ توحید پرستی کے واضح احکامات موجود تھے (خروج ۲۲/۲۰، استثنا ۶/۴ و زبور ۸۶:۱۰ از کریاہ ۹/۱۴) اس کے باوجود بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کی زندگی میں ہی بچھڑے کی پوجا پھر شروع کر دی جیسا کہ وہ مصر میں کرتے رہے تھے۔ (خروج ۳۲/۱-۸)

موسیٰؑ کی وفات کے بعد یشوع بن نون بنی اسرائیل کے سربراہ تھے تو یشوع نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ۔ ''پس اب تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت سے اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو دور کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور خداوند کی پرستش کرو، اور اگر خداوند کی پرستش تم کو بری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اسے جس کی پرستش کرو گے چن لو۔ خواہ وہ ہی دیوتا ہوں جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے اس پار کرتے تھے'' (یشوع ۲۴/۱۴-۱۵) ''پس اب تم اجنبی معبودوں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کر دو''۔ (یشوع ۲۴/۲۳) ثابت ہوا کہ یشوع کے دور تک بنی اسرائیل اجنبی معبودوں کو پوجنے لگے تھے جن کی پوجا ان کے باپ دادا ملک مصر میں کرتے رہے تھے۔ جس طرح بنی اسرائیل بار بار گمراہ ہو کر بت پرستی کرتے رہے اسی طرح اللہ کے

فضل سے بنی اسرائیل میں بت شکن مجاہد بھی پیدا ہوتے رہے۔ چنانچہ شاہ یہوداہ حزقیاہ کے بارے لکھا ہے۔ ’’اس نے ٹھیک اسی کے مطابق وہ کام کیا جو خداوند کی نظر میں بھلا تھا، اس نے اونچے مقاموں کو دور کر دیا اور ستونوں کو توڑا اور یسیرت کو کاٹ ڈالا اور اس نے پیتل کے سانپ کو جو موسیٰ نے بنایا تھا چکنا چور کر دیا کیونکہ بنی اسرائیل ان دنوں تک اس کے آگے بخور جلاتے تھے اور اس نے اس کا نام نحشتان رکھا (۲۔سلاطین ۱۸/۳۔۴) معلوم ہوا کہ شاہ یہوداہ حزقیاہ کے دور میں بنی اسرائیل میں ۴ قسم کی بت پرستی ہوتی تھی، نمبر ا۔ اونچے مقامات نمبر ۲ ستون نمبر ۳ یسیرت نمبر ۴ پیتل کا سانپ جسے نحشتان کا نام دیا گیا۔ ذیل میں ہم ان چاروں بت پرستیوں کا تعارف پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ ان بت پرستیوں کے بانی کون تھے؟ (۱)

اونچے مقام

پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ’’ابتدا ہی سے انسانی فطرت میں یہ خیال موجود ہے کہ خدا اونچے مقام میں بستا ہے۔ زمانہ قدیم ہی سے انسان نے خدا کی یا اپنے تصور کے جھوٹے دیوتاوں کی پرستش اور عبادت کے لیے بلند مقامات کو چنا، ملک کنعان میں یہ اونچی جگہیں حرام کاری انسانی قربانی، اور بت پرستی سے تعلق رکھتی تھیں‘‘ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۶ کالم نمبر ا)

---

(۱) افسوس کہ بائبل مقدس میں ہر بت پرستی کا بانی کوئی نہ کوئی نبی ظاہر کیا گیا ہے، مثلاً بچھڑے کی پوجا حضرت ہارونؑ نے شروع کی (خروج ۳۲/۱۔۸) پیتل کا معبود سانپ موسیٰ نے بنایا (گنتی ۲۱:۶۔۹) حضرت یعقوبؑ نے ستون کھڑا کر کے اس کے سر پر تیل ڈالا اور اسے بیت ایل یعنی خدا کا گھر قرار دیا (پیدائش ۲۸/۱۱۔۲۲، ۳۱/۱۳، ۳۵/۱۴۔۱۵) جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، بنی اسرائیل نے ان قباحتوں کو جائز قرار دینے کے لیے انبیاء کرامؑ سے منسوب کر دیا ہے۔

بنی اسرائیل چونکہ بت پرست اقوام کے درمیان بود و باش کرتے رہے اس لیے وہ بھی بت پرستوں کی طرح یہی سمجھتے تھے کہ خدا اونچائی یعنی آسمان پر رہتا ہے (پیدائش ۱۱/۵، ۲۸/۱۲۔۱۳ وخروج ۳/۸ ، ۱۹/۲۰ و گنتی ۱۱/۲۵، استثنا ۳۳/۲۶ و ا۔سموئیل ۲/۱۰ و ا۔سلاطین ۸/۳۹، ۸/۴۵ و ۲۔تواریخ ۶: ۲۵، ۳۳، ۳۵، ۳۹ و ایوب ۲۲/۱۴ و زبور ۱۴۴/۵ ویسعیاہ ۳۴/۵، ۶۶/۱ و دانی ایل ۴/۲۶ ، ۴/۳۷، ۵/۲۳ و عاموس ۹/۶) بائبل کی اس عبارت پر غور فرمائیں۔ ''اور خدا جس جگہ اس سے ہمکلام ہوا وہیں سے اس کے پاس سے اوپر چلا گیا۔'' (پیدائش ۳۵/۱۳)

مسیحی بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا آسمان پر رہتا ہے (متی ۶/۹، ۳/۱۷، ۱۶/۵، ۳۴، ۴۵ و ۶/۱، ۷/۱۱، ۱۰/۳۲، ۱۶/۱۷، ۱۶/۱۹، ۱۸/۱۰، ۱۹ و مرقس ۱۱/۲۵ و یوحنا ۱۲/۲۸ و افسیوں ۶/۹ وکلسیوں ۴/۱، ا۔تھسلنیکیوں ۴/۱۶، ا۔پطرس ۳/۲۲، مکاشفہ ۳/۱۲، ۱۱/۹، ۱۶/۱۱، ۱۱/۱) مسیحی آج بھی اپنی دعاؤں میں آسمانی باپ کو پکارتے ہیں، یعنی حزقیاہ نے بیشک اونچے مقام گرا دیئے تا کہ لوگ خدا کو ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھیں، لیکن افسوس کہ یہود و نصاریٰ کے دلوں میں بسے ہوئے اونچے مقام دور نہ ہوئے، لہٰذا جب ہم یسوع کی مصلوب مورتی کو اور صلیب کو اونچے پر چڑھائے اور مسیحیوں کو اس کی آگے سجدہ ریز دیکھتے ہیں تو حزقیاہ کا دور یاد آ جاتا ہے۔

ستون

بت پرست لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں سے منسوب ستون کھڑے کرتے تھے۔ جس طرح ستون پوری عمارت کو قائم رکھنے کے لیے سہارا دیئے ہوتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق مذکورہ معبود ستون ان کی شان شوکت حکومت جان مال اولاد کو قائم رکھتے ہوئے ان کا سہارا تھے۔ (استثنا ۱۲/۳، ۷/۵، ا۔سلاطین ۱۴/۲۳، ۲۔

سلاطین ۲/۳، ۲/۱۰،۲۶ ، ۱۷/۱۰، ۱۸/۴،۲۳/ ۱۴، ۲۔تواریخ ۳/۱۴، ۳۱: ۱ میکاہ ۳/۵ و استثنا ۲۲/۱۶) بنی اسرائیل کو ستون بنانے سے روکا گیا تھا (استثنا ۲۲/۱۶، ۲/۱۲۔ ۳، ۵/۷)

لیکن اس کے باوجود اسرائیلیوں نے ستون پرستی میں غیر قوموں کی تقلید کی اور اس بت پرستی کو اپنے آباء واجداد سے منسوب کر کے شامل بائبل کر دیا۔ مثلاً بائبل کے مطابق یعقوب نے خواب میں خدا کو اونچے پر یعنی سیڑھی پر چڑھے دیکھا تو یعقوب نے اس جگہ پتھر کا ایک ستون کھڑا کیا اور ستون کے سر پر تیل ڈالا اور اس جگہ کو بیت ایل یعنی (۱) خدا کا گھر کہا، (پیدائش ۲۸/۱۱۔ ۲۲، ۳۱/۱۳، ۳۵/ ۱۳۔ ۱۵) اور مزید لکھا ہے کہ جب موسیٰ ستر اسرائیلی بزرگوں کے ہمراہ خدا کی حضوری میں اونچے مقام پر یعنی پہاڑ پر چڑھنے لگا تو ''اس نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے حساب سے بارہ ستون بنائے، اور اس نے بنی اسرائیل کے جوانوں کو بھیجا جنہوں نے سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور بیلوں کو ذبح کر کے سلامتی کے ذبیحے خداوند کے لیے گذرانے'' (خروج ۲۴/۴۔ ۵) غور فرمائیں کہ ہر قبیلے نے اپنے اپنے ستون کے حضور قربانیاں کہیں، یاد رہے کہ غیر قومیں اپنے دیوتا کے نام سے ستون کھڑے کرتی تھیں۔ جیسا کہ بمطابق بائبل موسیٰ نے خداوند کے نام سے ہر قبیلہ کا الگ الگ ستون کھڑا کیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جس کے نام سے موسیٰ نے ۱۲ ستون کھڑے کیے وہ خدا کیسا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ''تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہود اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے، اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کے پتھر کا چبوترا سا تھا جو آسمان کی مانند شفاف تھا، اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفا پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا، سو انہوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا'' (خروج ۲۴/ ۹۔ ۱۱)

---

(۱) اصل میں تو وہ جگہ ستون کا گھر کہلا سکتی تھی کیونکہ وہاں ستون تھا لیکن ستون میں الوہیت تسلیم کر کے اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا گیا اور اس بت پرستی کا بانی حضرت یعقوبؑ کو قرار دے دیا۔

سبحان اللہ۔ وہ خدا تھا یا گڑ کا مجسمہ؟ جسے ستر اسرائیلیوں نے کھا بھی لیا اور پانی میں گھول کر پی بھی گئے۔ اور پھر وہ خدا نیلم کے پتھر پر کھڑا تھا نہ بڑھ سکا، صاف ظاہر ہے وہ مجسمہ ہی تھا، اسی کو پوجا کرنے کے لیے ستون کھڑے کئے گئے لیکن افسوس کہ اس عمل کو اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن مقدس یوحنا نے کیا خوب کہہ دیا کہ۔ ''خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا'' (یوحنا ۱۸/۱) یسوع نے فرمایا ''تم نے نہ کبھی اس کی آواز سنی ہے اور نہ اس کی صورت دیکھی'' (یوحنا ۳۷/۵) خود خدا نے کہا۔ ''تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا'' (خروج ۲۰/۳۳) سینٹ پال کہتا ہے۔ ''نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے'' (۱۔ تمیتھیس ۱۶/۶) کیونکہ وہ تو اندیکھا خدا ہے (کلیسیوں ۱۵/۱) ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ سے منسوب مذکورہ بالا کہانی خود ساختہ ہے۔ لیکن افسوس کہ ستونوں میں الوہیت کے اثبات کے لیے بائبل میں عجیب وغریب واقعات درج کئے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بیابان میں خدا دن کے وقت بادل کے ستون میں ہوکر اور رات کو آگ کے ستون میں ہوکر بنی اسرائیل کے آگے آگے چلتا تھا (خروج ۱۳/۲۱۔۲۲، ۱۹/۱۴۔۲۴، ۳۸/۴۰ و گنتی ۱۴/۱۴، استثنا ۳۳/۱، نحمیاہ ۱۲/۹۔۱۹، زبور ۱۴/۷۸، ۷/۹۹، ۳۹/۱۰۵) ان داستانوں کی وجہ سے بنی اسرائیل کے دلوں میں ستونوں کی الوہیت گھر کرگئی چنانچہ مقدس مسکن میں بھی ستون کھڑے کر دیئے گئے (خروج ۳۲/۲۶۔۳۷، ۱۰/۲۷۔۱۷، ۳۶/۳۶۔۳۸، ۱۰/۳۸۔۱۷، ۲۸ و ۳۳/۳۹، ۴۰ و ۱۸/۴۰ و گنتی ۳۶/۳، ۳۷ و ۳۱/۴۔۳۲) ہیکل سلیمانی میں بھی ستون کھڑے کئے گئے (۱۔ سلاطین ۲/۷۔۴۲، ۲۔ سلاطین ۱۳/۲۵۔۱۷، ۱۔ تواریخ ۱۸/۱، ۲۔ تواریخ ۱۵/۳۔۱۷، ۱۲/۴، ۱۳، یرمیاہ ۱۹/۲۷، ۵۲/۱۷۔۲۲) مہربانی فرما کر امثال ۱/۹ کا مطالعہ فرمائیں جہاں حکمت کے سات

ستونوں کا ذکر ہے۔ بنی اسرائیل مجازی طور پر بھی لفظ ''ستون'' کا استعمال کرتے تھے۔ (غزل الغزلات ۶/۳، یوایل ۳۰/۲)

حزقیاہ نے اپنے دور میں اس بت پرستی کا کافی حد تک خاتمہ کر دیا تھا اور ستون توڑ ڈالے تھے، لیکن حزقیاہ بنی اسرائیل کے قلوب و اذہان سے ستونوں کی الوہیت کا بت نہ توڑ سکا، چنانچہ بنی اسرائیل متواتر ستونوں کو خدا کا مظہر سمجھتے رہے (ہوسیع ۴/۳، ۱/۱۰، ۲ و یسعیاہ ۱۹/۱۹) حتیٰ کہ نئے عہد نامہ میں مقدس اشخاص کو ستون کا درجہ حاصل ہے (ا۔ تیمتھیس ۱۵/۳، گلتیوں ۹/۲ مکاشفہ ۱۲/۳) جیسا کہ پرانے عہد نامہ میں تھا۔ (یرمیاہ ۱۸/۱)

یسیرت

یہ کنعانیوں کی ایک دیوی تھی، ہندو مندروں کے شولنگ اور یونی کی طرح اس کی مورتی بھی زنانہ شرمگاہوں کی خوب نمائش کرتی تھی۔ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ۔ ''بار آوری کی رسومات کے سلسلے میں یہ نفرتی ستون (بعل کی عزت میں) اور یسیرت (عستارات کی عزت میں) اونچے مقاموں پر درختوں کے نیچے نصب کئے جاتے تھے، چونکہ یہ نہایت فحش اور نازیبا مورتیں تھیں، یہاں تک کہ ان کو بیان کرنا بھی معیوب تھا، اس لیے کلام مقدس میں اسے پردے میں رکھا گیا ہے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴۳ کالم نمبر ۲) یہ برائی بنی اسرائیل میں بھی آ گئی (ا۔ سلاطین ۱۹/۱۸) بائبل مقدس میں بنی اسرائیل کی اس بت پرستی کا تذکرہ یوں درج ہے کہ۔ ''اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بعلیم کی پرستش کرنے لگے، اور انہوں نے خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کو جو ان کو ملک مصر سے نکال لایا تھا چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی جو ان کے چوگرد کی قوموں کے دیوتاؤں

میں سے تھے پیروی کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا، اور خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عستارات کی پرستش کرنے لگے۔'' (قضاۃ ۲/۱۱-۱۳)'' بلکہ اور معبودوں کی پیروی میں زنا کرتے اور ان کو سجدہ کرتے تھے'' (قضاۃ ۲/۱۷)'' اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور خداوند اپنے خدا کو بھول کر بعلیم اور یسیرتوں کی پرستش کرنے لگے۔'' (قضاۃ ۳/۷)

بعل و عستارات و یسیرت اور بعلیم کی پوجا کا حال پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب یوں لکھتے ہیں کہ۔'' اس بت کو جسے یسیرت بھی کہتے تھے، موآبی وصیدانی اور عمونی پوجتے تھے (۱۔ سلاطین ۱۱/۵، ۳۳ و ۲۔ سلاطین ۲۳/۱۳) اس کا نر ساتھی بعل تھا، ان دونوں کی پوجا بڑے فحش طریقے سے کی جاتی تھی قضاۃ ۲/۱۱-۳۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سچے خدا کو چھوڑ کر عستارات اور بعل کی پرستش کرنے لگے'' (قاموس الکتاب صفحہ ۶۴۷ کالم نمبر ۲)'' بنی اسرائیل اگلی ساڑھے تین صدیوں تک اس دیوی کی پرستش کرتے رہے'' (۱) (ایضاً صفحہ ۶۴۸ کالم نمبر ۱) بعل کی پوجا کے بارے پادری صاحب لکھتے ہیں۔'' یہ آندھی بارش اور بار آوری کے دیوتا کا نام تھا جس کی پوجا میں زنا کاری ایک مذہبی حیثیت رکھتی تھی...... بعل کی پوجا کی رسومات نے بنی اسرائیل پر بڑا اثر کیا...... بعلیم (بعل کی جمع) کی پرستش اونچے مقاموں پر کی جاتی تھی۔ اس کی پوجا میں انسانی قربانی اور اپنے کو دکھ دینا اور بد اخلاقی کی رسومات شامل تھیں، عستارات کی بھی جو اسی قسم کی دیوی تھی بعل کے ساتھ پوجا ہوتی تھی (قضاۃ ۳/۷) شروع میں بعض اسرائیلیوں نے اپنے بچوں کو بھی بعل کا نام دیا'' (ایضاً صفحہ ۱۵۱)

---

(۱) اندریں حالات کیونکر مان لیا جائے کہ کسی کو توریت کے طومار محفوظ رکھنے کی فکر ہو گی یا یہ کہ توریت تحریف سے محفوظ رہی ہو گی؟)

پادری صاحب مزید لکھتے ہیں۔ ''یہوواہ بنی اسرائیل کا مالک اور خاوند تھا، اس لیے پہلے پہل انہوں نے سادگی سے یہوواہ کو بعل پکارا'' (ایضاً)

غور فرمائیں کہ ساڑھے تین صدیوں سے بھی زیادہ عرصے تک بنی اسرائیل گمراہی کی کیسی غلیظ تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے رہے تھے؟ اس کا اندازہ پادری ایف۔ ایس۔ خیراللہ صاحب کی اس تحریر سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ۔ ''یہ لوگ دیوتا بعل اور اس کی دیویوں عنات یسیرت اور عستارات کی پوجا کرتے تھے، کیونکہ انہیں بارآوری کے دیوتا تصور کیا جاتا تھا، مندروں کے ساتھ قحبہ خانے ہوتے تھے جہاں ''تقدیس شدہ'' عورتیں (عبرانی قدیشہ) اپنے کو مردوں کو پیش کرتی تھیں، یہ عورتیں مندر کی دیوی کی نمائندگی کرتی تھیں، اپنے مذہب کے مطابق ان لوگوں کا خیال تھا کہ ان عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے سے بارآوری کی دیوی سے رفاقت قائم ہوتی ہے، جس سے بعل دیوتا خوش ہوتا ہے، اور ملک میں پیداوار بڑھتی ہے، اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہوسیع نبی بنی اسرائیل کو ملامت کر کے کہتا ہے'' کیونکہ اس نے نہ جانا کہ میں ہی نے اسے غلہ و مے اور روغن دیا اور سونے چاندی کی فراوانی بخشی جس کو انہوں نے بعل پر خرچ کیا'' (ہوسیع ۸/۲) ان عورتوں کے لیے جسے ہم نے اوپر ذکر کیا ہے عبرانی لفظ قدیشہ یعنی'' پاک عورتیں استعمال ہوا ہے، عام کسبیوں کے لیے عبرانی لفظ زوناہ (یعنی زناکارہ) تھا...... ان مندروں میں آدمی بھی اسی کام پر بٹھائے گئے تھے، انہیں عبرانی میں قادیش کہتے تھے، استثنا ۲۳/۱۷، ۱۸ میں بنی اسرائیل کو سختی سے حکم تھا کہ نہ تو ان کی لڑکیاں قدیشہ بنیں اور نہ ان کے لڑکے قادیش'' (قاموس الکتاب صفحہ ۷۸۷ کالم نمبر ۲) پادری صاحب کی اتنی وضاحت کے بعد اب ہمارے کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اب قارئین خوب جان گئے

ہوں گے کہ بنی اسرائیل تقریباً ۴ صدیوں تک متواتر کیا کچھ کرتے رہے تھے۔ بیچارے حزقیاہ نے بعل اور یسیرت کی ظاہرہ مورتیوں کو تو کاٹ ڈالا لیکن بنی اسرائیل کے دلوں سے بعل کی عظمت نہ گئی، بلکہ یسوع مسیح کے معجزات کو بعل سے منسوب کرتے تھے (متی ۱۰/۲۵، ۱۲/۲۴، مرقس ۳/۲۲، لوقا ۱۱/۱۵) یہودیوں کے طفیلی مذہب مسیحیت میں آج بھی عورتوں کو پاک ٹھہرا کر اور مردوں کو بھی قادیش یعنی پاک ٹھہرا کر ان پر تاحیات شادی نہ کرنے کی پابندی لگا دی جاتی ہے۔ جنہیں راہب اور راہبائیں کہا جاتا ہے۔

پیتل کا سانپ

ہندوستان کی طرح مصر میں بھی ناگ دیوتا کی پوجا ہوتی تھی، پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ”علم الاساطیر میں تین پہلو بار بار سامنے آتے ہیں جن کی طرف اشارہ پاک کلام میں بھی آتا ہے۔(۱) سانپ کی چالاکی (متی ۱۰/۱۶) (۲) صحت دینے کی طاقت (۳) سانپ بطور علامت بار آوری اور فتح مندی۔ مصر کے فرعون اکثر اپنے ماتھے یا تاج میں سانپ کی مورت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے یرمیاہ ۴۶/۲۲ میں ملک مصر کو سانپ سے تشبیہ دینا بہت موزوں ہے۔“ (قاموس الکتاب صفحہ نمبر ۳۴۸ کالم نمبر ۱) ثابت ہوا کہ مصریوں کا ایمان تھا کہ سانپ صحت دیتا ہے اور یہ کہ فتح مندی اور بار آوری بخشتا ہے۔ اسی لیے مصری فراعین سانپ کی مورتیاں اپنے ماتھوں اور تاجوں میں رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل چونکہ طویل عرصہ تک مصر میں رہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب واذہان پر مصری دیوی دیوتاؤں کی بڑی چھاپ تھی۔ حزقیاہ کے دور تک ناگ دیوتا کی پوجا اپنے عروج پر تھی اور پیتل کا

سانپ بنا کر اونچے بانس پر لگایا گیا تھا اور بنی اسرائیل اس پیتل کے سانپ دیوتا کی پوجا کرتے اور اس کے حضور بخور جلاتے اور قربانیاں گذرانتے تھے۔ لیکن افسوس کہ اس بت پرستی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ۔ ''تب خداوند نے ان لوگوں میں جلانے والے سانپ بھیجے، انہوں نے لوگوں کو کاٹا اور بہت سے سرائیلی مر گئے......تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ ایک جلانیوالا سانپ بنالے اور اسے ایک بلی پر لٹکا دے اور جو سانپ کا ڈسا ہوا اس پر نظر کرے گا وہ جیتا بچیگا، چنانچہ موسیٰ نے پیتل کا ایک سانپ بنوا کر اسے بلی پر لٹکا دیا اور ایسا ہوا کہ جس جس سانپ کے ڈسے ہوئے آدمی نے اس پیتل کے سانپ پر نگاہ کی وہ جیتا بچ گیا'' (گنتی ۲۱/۶۔۹) مزید دیکھئے ا۔کرنتھیوں ۱۰/۹۔

سانپوں کے متعلق بائبل مقدس میں نہایت ہی عجیب وغریب باتیں درج ہیں۔ مثلاً جلانے والے سانپ (گنتی ۲۱/۶ واستثنا ۸/۱۵) اور پھر اڑنے والے آتشی سانپ (یسعیاہ ۱۴/۲۹، ۳۰/۶) ہم نے اپنی زندگی میں ابھی تک ایسا سانپ نہیں دیکھا کہ جس کے ڈسنے سے یا کہیں سے گزرنے سے آگ لگ جاتی ہو اور نہ ہی آج تک اڑنے والا سانپ دیکھا ہے، ہم بڑے بڑے نامور مانددریوں اور سپیروں سے مل چکے ہیں، اور بیرون ملک رہنے والے کثیر پاکستانیوں کو بھی اس تحقیق پر لگایا ہے لیکن کرہ ارض کے کسی بھی کونے کھدرے سے سانپوں کی مذکورہ اقسام کا کوئی اتا پتہ نہیں مل سکا۔ جبکہ اللہ نے ایسے سانپ پیدا ہی نہیں کئے تو پھر ان خیالی سانپوں سے منسوب کہانی کیونکر سچی ہو سکتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس یہوواہ خدا نے سانپ بھیجے تھے وہی خدا سانپوں کو واپس بھیج دیتا، اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معجزہ نما نبوت کے ہوتے ہوئے

مصریوں کے ناگ دیوتا کی مورتی کو اونچے پر آویزاں کر کے نئی بت پرستی کے اجراء کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اگر موسیٰ سمندر کو دولخت کر سکتے تھے اور چٹان سے پانی نکال سکتے تھے لاٹھی کو سانپ بنا سکتے تھے تو سانپ کے ڈسے پر ہاتھ رکھ کر شفا کیوں نہیں دے سکتے تھے۔ ثابت ہوا کہ موسیٰ سے منسوب پیتل کے سانپ کی کہانی من گھڑت ہے، اگر یہ موسیٰ کی نشانی ہوتی تو راست باز حزقیاہ اسے چکنا چور کر کے اسے نحشتان کا نام نہ دیتا (۲۔ سلاطین ۱۸/۴) حزقیاہ نے پیتل کے سانپ کو تو چکنا چور کر دیا لیکن اس کی عظمت کو اسرائیلی ذہنوں سے نہ کھرچ سکا، چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ لکھتا ہے۔ "یوحنا ۳/۱۴ میں خداوند یسوع نے اپنے مصلوب ہونے کو پیتل کے سانپ (۱) سے تشبیہ دی۔ وہ بھی صلیب پر کھینچے جانے والے تھے تا کہ جو ان کی طرف ایمان سے نگاہ کرے وہ نجات پائے۔" (قاموس الکتاب صفحہ ۲۱۳ کالم نمبر ۱)

---

(۱) سانپ ہمیشہ سے ہی انسان کا دشمن رہا ہے (پیدائش ۳:۱۵) اور پھر پیتل کا سانپ جو ایمان کا بھی دشمن ثابت ہوا جسے حزقیاہ نے چکنا چور کر کے اسے نحشتان جیسا نفرتی نام دیا، اندریں حالات عیسائیوں کا اپنے خداوند یسوع کو اس سے تشبیہ دینا بلکہ اس سے مماثلت کے الفاظ یسوع کے منہ میں ڈالنا یعنی اسے یسوع کی بات کہنا صرف عیسائیوں کو ہی زیب دیتا ہوگا جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا اور آخرت میں مقربین میں سے باآبرو اور اللہ کے رسول تھے۔

سونے کا بچھڑا

قدیم مصر اور ہندوستان کی تہذیب و تمدن اور مذاہب میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب قدیم مصر کا حال یوں بیان کرتے ہیں۔ ''مصری سورج اور دریائے نیل کو پوجتے تھے، کیونکہ ان کے خیال میں یہ زندگی کا منبع تھے۔ ان کے ہاں کئی جانوروں کو پاک مانا جاتا تھا، مثلاً بیل و گائے، بلی و بندر، مگر مچھ وغیرہ'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۳۷ کالم نمبر ۱) اسی طرح ہندوستان میں بھی سورج اور دریائے گنگا کی پوجا ہوتی ہے اور بندر یعنی بجرنگ بلی ہنومان کی پوجا کی جاتی ہے۔ اور مصریوں کی طرح ہندو بھی گائے کی پوجا کرتے ہیں اسے گاؤ ماتا کہتے ہیں اور گائے کے موت کو پوتر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ جس طرح بنی اسرائیل نے مصریوں کے دوسرے دیوتاؤں کو پوجا تھا اسی طرح بیل پوجا میں بھی انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، حتیٰ کہ خروج کے بعد بھی سونے کے بچھڑے بنا کر پوجتے رہے اور رحبعام بن سلیمان کے دور میں منقسم سلطنت کا قیام اسی بیل پوجا کی وجہ سے عمل میں آیا۔ چنانچہ یربعام بن نباط نے بنی اسرائیل کے دس قبیلوں کو ساتھ ملا کر سونے کے بچھڑے پوجنے والی الگ سلطنت ''اسرائیل'' کی بنیاد ڈالی، جبکہ رحبعام بن سلیمان توحید پرست دونوں قبیلوں پر مشتمل مختصری سلطنت ''یہوداہ'' پر حکومت کرتا رہا (۲۔ تواریخ ۱۱/۲۔ ۱۷) لیکن افسوس کہ اس بیل پوجا کا بانی حضرت ہارون علیہ السلام کو

نوٹ: پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں ''ان سونے کے بچھڑوں کی پوجا کے ساتھ وہ سب نفرتی حرامکاری کی رسوم ادا کی جاتی تھیں جو کنعانی مذہب کا خصوصی حصہ تھیں۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۴، کالم نمبر ۱)

قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بائبل کے مطابق بیابان سے جب موسیٰ ۴۰ دن رات کے لیے کوہ سینا پر گئے (خروج ۲۴/۱۲۔۱۸) اور واپسی میں دیر ہوگئی تو، "لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنادے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہو گیا، ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ، چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے، اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی، تب (۱) وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا (۲) یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہو گی" (خروج ۳۲/۱۔۵) یوں کہا جاتا ہے کہ بچھڑا پوجا کا بانی ہارون تھا۔

بائبل مقدس کے مذکورہ بالا عبارت پر گہرا غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بچھڑے کو ہارونؑ نے نہیں بلکہ اور لوگوں نے دیوتا قرار دیا تھا۔ ایک بار پھر الفاظ پر غور فرمائیں۔ "تب وہ کہنے لگے" (ایضاً) اگر ہارون نے بچھڑے کو دیوتا قرار دیا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ۔ "تب ہارون کہنے لگا" لیکن بائبل کہتی ہے "تب وہ کہنے لگے" یعنی وہ لوگ جو مصر ہی سے سونے کا بچھڑا پوجتے آئے تھے۔ جیسا کہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ "وہ جلد ہی سنہری بچھڑے کی پرستش کرنے

---

(۱) یعنی بچھڑے کو دیوتا لوگوں نے کہا تھا، نہ کہ ہارون نے)

(۲) یعنی لوگوں کو شرک میں مبتلا دیکھ کر ہارون نے بچھڑے کے مقابلہ میں یہوواہ خدا کے لیے قربان گاہ بنائی۔

لگے (خروج باب ۳۲) یہ اسی قسم کی سانڈ کی پرستش تھی جو میمفس Memphis اور مصر کے دوسرے شہروں میں کی جاتی تھی" (قاموس الکتاب، صفحہ ۹۲۸ کالم نمبر۲)

ثابت ہوا کہ سنہری بچھڑے پوجنے کی عادت بنی اسرائیل مصر سے ہی ساتھ لے کر آئے تھے۔ اور پھر بائبل کہتی ہے کہ بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھ کر ہارونؑ نے فوراً بچھڑے کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے قربان گاہ بنائی، جیسا کہ لکھا ہے۔ "یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہو گی" (خروج ۵/۳۲) گورمکھی بائبل میں ہے۔

"بھلکے یہوواہ دا پرب ہے" فارسی بائبل میں ہے۔ "فردا عید یھوواہ میباشد" یعنی کل یہوواہ کے لیے عید ہو گی۔

یہواہ کون ہے؟

یہودیوں میں یہ نام خالق کائینات اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب اس نام کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قائم بالذات یا زندگی دینے والا۔ یہودیوں کے نزدیک یہ خداوند تعالیٰ کا پاک ترین نام تھا۔ اس کو زبان پر لانا بھی تیسرے حکم کی خلاف ورزی سمجھی جاتی تھی (خروج ۷/۲۰) تقریباً ۳۰۰ ق م سے خداوند کے نام کو بے (۱) فائدہ لینے سے بچنے کے لیے

(۱) جبکہ ہارون کو معلوم تھا کہ خداوند کا نام یہوواہ بے فائدہ لینا جرم ہے اور پھر بھی ہارون نے قربان گاہ کو یہواہ کے نام سے منسوب کیا اور یہوواہ کے لیے عید کا حکم دیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنہری بچھڑے کو ہارون کی ذرہ سی حمایت حاصل نہ تھی بلکہ ہارون تو بچھڑے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ یہود نے یسوع کو کہا، "تو سامری ہے" (یوحنا ۴۸/۸) حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یسوع سامری نہیں یہود نے آپؑ کے معجزات کو بچھڑا بنانے والے سامری جادوگر سے تشبیہ دی تھی۔

نوٹ: پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں "ان سونے کے بچھڑوں کی پوجا کے ساتھ وہ سب نفرتی حرامکاری کی رسوم ادا کی جاتی تھیں جو کنعانی مذہب کا خصوصی حصہ تھیں" (قاموس الکتاب ص ۴۔۱۱ کالم نمبر۱)

جہاں بھی کلام مقدس میں لفظ یہوواہ آیا وہاں اس کی جگہ لفظ ادونائی یعنی ''میرے خداوند'' پڑھا جانے لگا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۹۰ کالم نمبر۱) اندریں حالات یہ امر نہایت ہی قابل غور ہے کہ اگر ہارون نے سنہری بچھڑے کے لیے قربان گاہ بنائی ہوتی تو وہ اسے یہوواہ کے لیے قرار نہ دیتا۔ بس ہارون کا یہوواہ خدا کے لیے قربان گاہ بنانا اور یہوواہ کے لیے عید کا اعلان کرنا سونے کے بچھڑے کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر ہارون نے خود بچھڑا بنایا ہوتا تو ہارون یوں سرے عام بچھڑے کی مخالفت نہ کرتے۔

لیکن کیا بائبل میں ہارون کے بارے یہ نہیں لکھا؟ کہ۔ ''اس نے...... ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی'' (خروج ۴/۳۲) یہ عبارت کیونکر درست (۱) ہوسکتی ہے؟ کیونکہ موسیٰ کے روبرو جواب طلبی پر ہارونؑ نے اپنی بے گناہی ثابت کی اور قوم کی سرکشی اور بداعمالی کا شکوہ کیا، جبکہ موسیٰ نے بھی ہارونؑ سے اس انداز سے سوال کیا کہ ہارون کی بے گناہی ثابت ہوتی ہے ملاحظہ ہو'' اور موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا کیا جو تو نے ان کو اتنے بڑے گناہ میں پھنسا دیا؟ ہارون نے کہ میرے مالک کا غضب نہ بھڑکے۔ تو ان لوگوں کو جانتا ہے کہ بدی پر تلے رہتے ہیں'' (خروج ۳۲/۲۱-۲۲) کیتھولک بائبل کے الفاظ یوں ہیں۔ ''ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تو نے ان کو ایسا بڑا گناہ کرنے دیا'' یعنی موسیٰؑ بھی سمجھتے تھے کہ لوگوں نے ہارون کے حکم سے سرکشی کی ہے، دراصل لوگ ہارونؑ

(۱) اندریں حالات کہ بائبل میں انسانی دست درازی یا خراج وادخال اور تحریف سہ اقسام صریحاً ثابت ہے، اسی سے اندازہ لگالیں کہ ایک طرف یہ لکھا ہے کہ ہارون نے خود ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور چھینی سے اس کی صورت تراشی (خروج ۴/۳۲) جبکہ دوسری جگہ ہارون کا بیان درج ہے کہ بچھڑا اخلاف توقع خود ہی نکل پڑا تھا، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بیان ضرور ہی غلط ہے، پس تحریف ثابت ہوئی۔

سے بضد ہو رہے تھے کہ انہیں سونے کا بچھڑا بنا کر پوجنے دیا جائے، لوگوں کی ہلڑ بازی دیکھ کر ہارونؑ نے یہی بہتر سمجھا کہ لوگوں سے وصول کر کے وہ سونا ہی جلا کر راکھ کر دیا جائے جس سے وہ بچھڑا بنانا چاہتے تھے یعنی نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے سامنے اپنی بے گناہی ثابت کرتے ہوئے ہارون نے کہا۔ ''میں نے ان سے کہا کہ جس جس کے ہاں سونا ہو وہ اسے اتار لائے، پس انہوں نے اسے مجھ کر دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑا نکل پڑا'' (خروج ۳۲/۲۴) اگر ہارونؑ نے ارادۃً بچھڑا بنایا ہوتا تو وہ یہ نہ فرماتے کہ۔ ''تو یہ بچھڑا نکل پڑا'' ہارونؑ کا انداز بیان بتاتا ہے کہ آگ میں سے بچھڑا نکل پڑنا ہارونؑ کے لیے خلاف توقع تھا۔ یوں قرآنی بیان ۲۰/۸۵۔۸۸ کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ سامری (۴) جادوگر کی کارستانی تھی۔

موسیٰؑ کی ہارونؑ سے ناراضگی بجا تھی۔ کیونکہ موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں ہارون نائب حاکم تھے اور مجرموں کو سزا دے سکتے تھے لیکن حضرت ہارون علیہ السلام کی رحیم عادت کا ناجائز فائدہ اٹھا گیا۔ بائبل میں ہے۔ ''جب موسیٰ نے دیکھا کہ لوگ

---

(۱) مہربانی فرما کر ہوسیع ۸:۵،۶ کا مطالعہ کریں جہاں معبود بچھڑے کو سامریہ سے منسوب کیا گیا ہے اغلب ہے کہ سامری جادوگران غیر اسرائیلیوں میں شامل ہو کر مصر سے بنی اسرائیل کے ہمراہ آ گیا تھا جن کے متعلق لکھا ہے کہ ''اور ان کے ساتھ ایک ملی جلی گروہ بھی تھی'' (خروج ۱۲:۳۸) اغلب ہے کہ اسی سامری جادوگر کے پیروکار اس پہاڑ پر آباد تھے جسے شاہ اسرائیل عمری نے سمر نامی رئیس سے خرید کر اس پر شہر تعمیر کروایا اور سمر کے جد اعلیٰ سامری کے نام پر شہر کا نام سامریہ رکھا (۱۔سلاطین ۱۶:۲۴) اگر شہر کا نام سمر کے نام پر رکھا جاتا تو سامریہ کی بجائے سمریہ رکھا جاتا، سامریہ بت پرستی کے لیے مخصوص تھا (یسعیاہ ۸:۴، ۹:۹ یرمیاہ ۲۳:۱۳ وحزقی ایل ۲۳:۴ ہوسیع ۷:۱ میکاہ ۱:۶)

بے قابو ہو گئے کیونکہ ہارون نے ان کو(۱) بے لگام چھوڑ کر ان کو ان کے دشمنوں کے (۲) درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰ نے لشکر گاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا جو خداوند کی طرف ہے وہ میرے پاس آ جائے، تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے" (خروج ۳۲/۲۵۔۲۶) گورمکھی بائبل میں ہے۔

"جیہڑا یہوواہ دے پاسے ول ہے اوہ میرے کول آوے" یعنی جو جو یہوواہ کی طرف ہے وہ میرے پاس آ جائے۔ غور فرمائیں کہ ہارون کی طرح موسیٰ نے بھی سنہری بچھڑے کے مقابلہ میں یہوواہ کو پیش کیا، پس ثابت ہوا کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ ایک ہی بات پر متفق تھے۔ پس ثابت ہوا کہ ہارونؑ پر ڈھالا ہوا بچھڑا بنانے اور چھینی سے اس کی صورت ٹھیک کرنے کا الزام خروج ۳۲/۴ الحاقی ہے کیونکہ ہارونؑ کا اپنا بیان یہ ہے کہ بچھڑا اخلاف توقع نکل پڑا (خروج ۳۲/۲۴) ظاہر ہے کہ ہارونؑ کا اپنا بیان زیادہ معتبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب موسیٰؑ نے بچھڑا پوجنے والوں کو قتل کیا اور ایک ہی روز میں تین ہزار مرد قتل کئے گئے لیکن ہارونؑ کو کچھ بھی نہ کہا گیا۔ اگر اس برائی کا بانی ہارونؑ ہوتے تو انہیں بھی قتل کیا جاتا (خروج ۳۲/۲۷۔۳۱) جب پہاڑ پر خدا نے موسیٰؑ کو قوم کے شرک کرنے کی اطلاع دی تو خدا نے بھی قوم کو ہی مجرم ٹھہرایا اور ہارونؑ کا ذکر تک نہیں کیا (خروج ۳۲/۷۔۸) کیونکہ بچھڑا بنانے میں ہارونؑ کے ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا (خروج ۳۲/۳۵) بائبل مقدس گواہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام شروع

---

(۱) بے لگام چھوڑنے سے مراد سختی نہ کرنا ہے۔

(۲) یعنی سختی نہ کرنے کی وجہ سے دوسرے ممالک عدم انتظام کی وجہ سے مذاق اور تمسخر کرتے تھے۔

سے ہی پاکیزہ اعمال و خیالات کی حامل تھے۔ اسی لیے خدا نے ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کو مقدس کاہن مقرر کیا (خروج ۲۸/۱۔۴۳) اور بچھڑے کے واقعہ کے بعد ہارونؑ کو باقاعدہ طور پر مقدس لباس افود پہنایا گیا (خروج ۳۹/۱۔۴۳) اور یہودیوں میں آج تک بنی ہارون میں سے کاہن بنائے جاتے ہیں۔ کلام الٰہی قرآن پاک کے مطابق بچھڑے کے واقعہ سے قبل ہی ہارونؑ نے لوگوں کو بچھڑے سے عقیدت پر متنبہ کیا تھا ملاحظہ ہو ''وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ'' اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے قوم تم فتنہ میں مبتلا ہو، بے شک تمہارا رب رحمٰن ہے، تو میری اتباع کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو''۔ (القرآن ۲۰/۹۰)

قصہ بلعام بن بعور

بائبل مقدس کے مطابق بلعام بن بعور یہوواہ خدا کا سچا نبی تھا۔(۱) (۲۔پطرس ۲/۱۶، گنتی ۲۲/۶) لیکن بلعام بنی اسرائیل کی سخت دشمن قوم بنی موآب سے تھا۔ چنانچہ موابی بادشاہ بلق بن صفور نے موآبی معززین کو بلعام نبی کے پاس بھیجا کہ بلعام آ کر بنی اسرائیل کے خلاف لعنت اور بددعا کر کے موآبیوں کو اسرائیلیوں پر فتح دلائے۔ لیکن بلعام نبی نے وحی کا انتظار کیا اور حکم الٰہی کے مطابق موآبی امرء کے ہمراہ جانے سے صاف انکار کر دیا (گنتی ۲۲/۶۔۱۳) بلق نے مزید امرء بھیجے جنہوں نے بلعام کو بڑے بڑے انعامات کا لالچ دیا، لیکن بلعام نبی نے کہا کہ "اگر بلق اپنا گھر بھی چاندی اور سونے سے بھر کر مجھے دے تو بھی میں خداوند اپنے خدا کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا کہ اسے گھٹا یا بڑھا کر مانوں" (گنتی ۲۲/۱۸) گورمکھی بائبل میں ہے"۔

"تاں وی میں یہوواہ اپنے پرمیشر دے حکم دا النگھناں نہیں کر سکدا"۔

یعنی۔ "تب بھی میں اپنے یہوواہ خدا کے حکم کی خاف ورزی نہیں کر سکتا۔" ثابت ہوا کہ بلعام مدیانی موآبی ہونے کے باوجود بت پرست نہ تھا بلکہ یہود کیطرح یہوواہ خدائے واحد پر ایمان رکھتا تھا۔ اور یہوواہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ جیسا

---

(۱) سیونتھ ڈے عقیدہ کے مشہور سکالر پادری بشیر عالم صاحب نے بھی بلعام کو نبی لکھا ہے، پادری صاحب لکھتے ہیں۔ "بلعام نبی نے بھی مسیح بادشاہوں کے بادشاہ کے بارے پیشنگوئی کی" (قاصد جدید لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۶ اور قاصد جدید جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۱۶)

کہ قرآن پاک نے انبیاء کرامؑ کی صفت بیان فرمائی ہے کہ۔ ''وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ''(القرآن ۵۳/۳۔۴)۔ آخر کار وحی کے ذریعے بلعام بن بعور کو موآبی امراء کے ساتھ جانے کا یہ حکم ملا۔ ''اگر یہ آدمی تجھے بلانے کو آئے ہوئے ہیں تو تو اٹھ کر ان کے ساتھ جا مگر جو بات میں تجھ سے کہوں اسی پر عمل کرنا، سو بلعام صبح کو اٹھا اور اپنی گدھی پر زین رکھ کر موآب کے امرا کے ہمراہ چلا، اور اس کے جانے کے سبب سے خدا کا غضب بھڑکا اور خداوند کا فرشتہ اس سے مزاحمت کرنے کے لیے راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تو اپنی گدھی پر سوار تھا اور اس کے ساتھ اس کے دو ملازم تھے۔ اور اس گدھی نے خداوند کے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے راستہ روکے کھڑا ہے۔ تب گدھی راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گئی اور کھیت میں چلی گئی۔ سو بلعام نے گدھی کو مارا تاکہ اسے راستہ پر لے آئے''(گنتی ۲۲/۲۱۔۲۴) اسی طرح گدھی کو تین بار بلعام نبی سے مار کھانی پڑی۔ ''تب خداوند نے گدھی کی زبان (۱) کھول دی اور اس نے بلعام سے کہا میں نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے کہ تو نے مجھے تین بار مارا؟ بلعام نے گدھی سے کہا اس لیے کہ تو نے مجھے چڑایا۔''(گنتی ۲۲/۲۸۔۲۹) ملحدین بلعام کے گدھی سے باتیں کرنے پر اتنا تمسخر آڑاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ الغرض یہ کہ ''خداوند نے بلعام کی آنکھیں کھولیں اور اس نے خداوند کے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے راستہ روکے کھڑا ہے سو اس نے اپنا سر جھکا لیا اور اوندھا ہو گیا، خداوند کے فرشتہ نے

(۱) گدھی کے بولنے پر نہ تو بلعام ہی چونکا اور نہ ہی موابی امرا گھبرائے اور نہ دونوں ملازم حیران ہوئے، بلکہ سبھی یوں پرسکون رہے جیسے کہ یہ روز کا معمول ہے۔ اور بلعام گدھی سے یوں باتیں کرتا رہا جیسے کوئی عجیب بات نہیں ہوئی۔

اسے کہا کہ تو نے اپنی گدھی کو تین بار کیوں مارا؟۔ دیکھ میں تجھ سے مزاحمت کرنے کو آیا ہوں۔اس لیے کہ تیری چال میری نظر مین ٹیڑھی ہے۔" (گنتی ۲۲/۳۱-۳۲)

حیرت ہے کہ بلعام خدا کے حکم سے موآبی امرء کے ساتھ روانہ ہوا تھا اور گدھی کو مارنے میں بھی بلعام بے قصور تھا کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ فرشتہ ننگی تلوار لیے گدھی کو روکے کھڑا ہے(گنتی ۲۲/۳۴) اندریں حالات ہم نہیں جانتے کہ بلعام کی وہ کونسی چال تھی جو خدا کی نظر میں ٹیڑھی تھی؟ بلکہ بلعام نے کہا۔"اگر اب تجھے برا لگتا ہے تو میں لوٹ جاتا ہوں۔خداوند کے فرشتہ نے بلعام سے کہا تو ان آدمیوں کے ساتھ چلا ہی جا لیکن فقط وہی (۱) بات کہنا جو میں تجھ سے کہوں،سو بلعام بلق کے امرء کے ساتھ گیا" (گنتی ۲۲/۳۴-۳۵) بلعام نے بلق کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ۔"دیکھ میں تیرے پاس آتو گیا ہوں پر کیا میری اتنی مجال ہے کہ میں کچھ بولوں؟ جو بات خدا میرے منہ میں ڈالے گا وہی میں کہوں گا" (گنتی ۲۲/۳۸) چنانچہ بلعام نے تین مقامات پر تینوں بار سات سات بچھڑے اور سات سات مینڈھے یہوواہ خدا کے حضور قربانی کر کے تینوں بار وحی الٰہی کے مطابق عمل کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو برکت دی اور بنی اسرائیل کے دشمنوں پر لعنت کی۔بلق ہر بار احتجاج کرتا رہا، بلکہ بلق نے جھنجھلا کر بلعام کو پیٹنا شروع کر دیا۔(دیکھئے گنتی ۲۳/۱-۱۲، ۲۳/۱۳-۲۶، ۲۳/۲۷ تا ۲۴/۱۱)بلعام نبی نے بلق سے کہا"کیا میں نے تیرے ان ایلچیوں سے بھی جن کو تو نے میرے پاس بھیجا تھا یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ،اگر بلق اپنا گھر

---

(۱) یہ بات تو خدا نے بلعام سے پہلے ہی کہہ دی تھی اور موآبیوں کے ہمراہ جانے کی اجازت دیدی تھی (گنتی ۲۲/۲۰) پھر جب بلعام چل پڑا تو راہ میں یہ ڈراما کس کام کا؟ کیونکہ جانے کی اجازت تو پھر بھی دے ہی دی، اور وہی الفاظ پھر کہے جو پہلے کہے تھے کہ"فقط وہی بات کہنا جو میں تجھ سے کہوں" (گنتی ۲۲/۲۰،۳۵)

چاندی اور سونے سے بھر کر مجھے دے تو بھی میں اپنی مرضی سی بھلا یا برا کرنے کی خاطر خدوند کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا بلکہ جو کچھ خداوند کہے میں وہی کہوں گا" (گنتی ۲۴/۱۲۔۱۳) اس عبارت سے بلعام کا کیسا ایمان اور تقویٰ ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی کی چمک بھی اس کے ایمان کو ڈگمگا نہ سکی اور وہ خدا کے حکم کے مطابق عمل کرتا رہا۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بنی اسرائیل کو دوسری قوم میں مبعوث ہونے والا یہوواہ کا سچا نبی بھی اچھا نہیں لگتا، یہی وجہ ہے کہ بائبل مقدس میں بعض مقامات پر بلعام کا ذکر نہایت ہی نازیبا الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اور کئی ناکردہ گناہ اس سے منسوب کیے گئے ہیں۔ مثلاً بائبل کے مطابق بلعام کے مذکورہ بالا واقعات کے بعد اسرائیلی مرد موآبی عورتوں سے زنا کرنے کے لیے موآبی دیوتا بعل فغور کی پوجا کرنے لگے، اس بت پرستی اور زناکاری کی وجہ سے خدا نے ان میں وبا بھیجی، (۱) جس سے چوبیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے (گنتی ۲۵/۱۔۹ و زبور ۱۰۶/۲۸، ہوسیع ۹/۱۰) اس واقعہ کے دیر بعد موسیٰؑ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل نے مدیانیوں پر حملہ کر کے ان کے سب مردوں کو ہلاک کر دیا، اور بلعام بن یعور کو بھی قتل کر دیا لیکن بچوں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیا، تب موسیٰؑ نے غضبناک ہو کر کہا کہ ان عورتوں۔ "ہی نے بلعام کی صلاح سے فغور کے معاملہ میں بنی اسرائیل سے خداوند کی حکم عدولی کرائی اور یوں خداوند کی جماعت میں وبا پھیلی۔" (گنتی ۳۱/۱۔۱۶)

قارئین کرام آپ نے بلعام کے حالات کی پوری تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے کہ بلعام زندگی بھر کبھی ایک بار بھی خدا کے حکم سے باہر نہیں ہوا، لیکن کس قدر افسوس کا مقام

---

(۱) غالباً ایڈز کثرت زنا سے ایڈز کی وبا ہی تحفہ میں ملتی ہے، یہ وبا بڑی تیزی سے پھیلتی ہے، تبھی تو اس وبا سے چوبیس ہزار ہلاک ہوئے (گنتی ۲۵/۹) لیکن پولس کہتا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد تیئیس ہزار تھی (اکرنتھیوں ۱۰/۸) اب اس کا فیصلہ ہم پادریوں پر چھوڑتے ہیں کہ کس کا بیان غلط ہے۔ یعنی توریت کا یا انجیل کا؟

ہے کہ بلعام کے متعلق بالکل غلط اور جھوٹی بات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ توریت میں خدا نے موسیٰ کی معرفت حکم دیا تھا کہ ''جھوٹی بات نہ پھیلانا اور ناراست گواہ ہونے کے لیے شریروں کا ساتھ نہ دینا'' (خروج ۲۳/۱، استثنا ۱۶/۱۹۔۱۸) پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلعام پر مندرجہ بالا الزام لگایا ہوگا؟ کیونکہ موسیٰ نے توریت میں بلعام کے بارے خود ہی لکھا ہے کہ بلعام بن بعور۔ ''خدا کی باتیں سنتا ہے اور حق تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے، اور سجدہ میں پڑا ہوا کھلی آنکھوں سے قادر مطلق کی رویا دیکھتا ہے۔'' (گنتی ۲۴/۱۶)

قارئین! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کے خلاف لعنت یا بددعا کرنے کا بلعام کا شروع سے ہی کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور تادم آخر اس نے بنی اسرائیل کے لیے بددعا نہیں کی بلکہ بلق کے سونے چاندی کو ٹھکرا دیا تھا لیکن اس کے باوجود بائبل میں لکھا ہے۔ ''خدا نے بلعام کی نہ سنی بلکہ خداوند تیرے خدا نے تیرے لیے اس لعنت کو برکت سے بدل دیا۔'' (استثنا ۲۳/۵، نحمیاہ ۱۳/۲) بھلے مانسو! بلعام نے بددعا کی ہی نہیں تو پھر خدا کا اس کی نہ سننا کیسا؟ اندریں حالات یہ الفاظ خدا کے کیونکر ہو سکتے ہیں کہ۔ ''میں نے نہ چاہا کہ بلعام کی سنوں۔ اس لیے وہ تم کو برکت ہی دیتا گیا''۔ (یشوع ۲۴/۱۰) ''سو میں نے تم کو اس کے ہاتھ سے چھڑایا'' (یشوع ۲۴/۱۰) کیا بلعام بے اختیاری طور پر بنی اسرائیل کو برکت دیتا رہا تھا؟ نہیں بلکہ بائبل سے ثابت ہے کہ بلعام نے باہوش وحواس اور خدا سے پوچھ پوچھ کر بنی اسرائیل کو برکت دی تھی۔ پھر بھلا خدا کا بلعام کے ہاتھ سے چھڑانا کیسا؟ مزید دیکھئے میکاہ ۶/۵، ۲۔ پطرس ۲/۱۵، یہوداہ: ۱۱ و مکاشفہ ۲/۱۴ میں بلعام پر جھوٹے الزامات درج ہیں۔

الغرض بائبل مقدس سے بلعام بن بعور کا کوئی قصور ثابت نہیں ہوتا، بلکہ گنتی

۲۲/۶، ۸، ۱۳، ۱۸، ۳۱، ۳۵ و ۲۲/۳۸، ۲۳:۴_۱۰، ۱۶_۲۴، ۲۶، ۲۴:۱_۲۵ سے بلعام کا ایمان زہد وتقویٰ عروج پر نظر آتا ہے۔ بعض مسلم مفسرین نے القرآن ۷/۱۷۶ میں بلعام بن بعور کا ذکر سمجھ لیا ہے۔ لیکن ہم نہایت ہی ادب سے عرض کریں گے کہ قرآن پاک نے بلعام کا نام نہیں لیا، لہذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ قرآن نے فلاں کا ذکر کیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآن پاک نے کسی ایسے شخص کو ذکر کیا ہے کہ جس کے سامنے اللہ کی نشانیاں پیش کی گئیں لیکن اس نے اللہ کی نشانیوں کو قبول نہ کیا، بالفرض اگر یہ بلعام کا ہی ذکر ہے تو ہم عرض کریں گے کہ قرآن حکیم نے بلاشبہ صحیح خبر دی ہے لیکن بات بائبل کی ہو رہی ہے کہ بائبل نے بلعام کا جو قصہ بیان کیا ہے اس سے بلعام کا کوئی قصور ثابت نہیں ہوتا۔

قصہ سمسون

کلام الٰہی قرآن پاک میں یا کتب احادیث مقدسہ میں سمسون کا ذکر تک نہیں البتہ انجیل شریف کے مطابق سمسون خدا کا سچا نبی تھا۔ (عبرانیوں ۱۱/۳۲) بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سمسون غیر معمولی قوتوں کا مالک تھا۔ جبکہ اس کی تمام تر قوتوں کا دار و مدار اس کے سر کے لمبے بالوں پر تھا۔ بنی دان کا یہ پراسرار شخص ماں کے پیٹ سے ہی خدا کا نذیر تھا، اس کی پیدائش سے قبل ہی خداوند کے فرشتہ نے اس کی بانجھ ماں کو کہا کہ ''دیکھ تو بانجھ ہے اور تیرے بچہ نہیں ہوتا پر تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا، سو خبردار مے یا نشہ کی چیز نہ پینا، اور نہ کوئی ناپاک چیز کھانا، کیونکہ دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا، اس کے سر پر کبھی استرہ نہ پھرے، اس لیے کہ وہ لڑکا پیٹ ہی سے خدا کا نذیر ہوگا''۔ (قضاۃ ۱۳/۳-۵)

نذیر کیا ہے؟

پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب یوں رقمطراز ہیں۔ ''اس کے معنی ہیں اپنے آپ کو خدا کے لیے الگ کرنا یا مخصوص کرنا، پاک کرنا، اسی لفظ کی ایک دوسری شکل کے معنی نہ کاٹنے کے ہیں، دیکھئے احبار ۲۵/۵، ۱۱، بے چھٹی تاکیں۔ نذیر بھی اپنے بال نہیں کاٹتا تھا، جو لفظ خروج ۶/۲۹ میں تاج کے لیے استعمال ہوا ہے وہ اسی مادہ سے بنتا ہے۔ شائد سر کے لمبے بالوں کو تاج سے مشابہت دی گئی ہے۔ بنی اسرائیل میں نذیر وہ شخص تھا جو موسیٰ کی شریعت کے تحت اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کی خدمت کے لیے مخصوص کرتا تھا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۳۴ کالم نمبر ۱) ''نذیر خدا کے

حضور ایک خاص منت کے پابند ہوتے تھے۔ کہ وہ خدا کے لیے مخصوص ہوں گے اور اپنی خواہشات پر کنٹرول رکھیں گے، اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریں گی''۔ (ایضاً ص ۵۳۵ کالم نمبر ۲) خدا کے اس پیدائشی نذیر یعنی سمسون نے اپنے نذیر ہونے کا کیسا ثبوت پیش کیا؟ اپنی نفسانی اور شہوانی خواہشات پر کس حد تک قابو رکھا؟ پرہیزگاری کی کیسی مثالیں قائم کر دیں؟ یہ جاننے کے لیے ذیل میں ہم سمسون سے منسوب بائبل کے چند واقعات ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

شادی

جوان ہونے پر روح القدس سے لبریز سمسون تمنت کو گیا تو وہاں اسے ایک فلسطینی کافرہ مشرکہ سے عشق ہو گیا، یاد رہے کہ خدا نے بنی اسرائیل کو غیر قوم عورتوں سے بیاہ کرنے سے منع کیا تھا۔ (خروج ۳۴/۱۶، استثناء ۷/۳،۴ و یشوع ۲۳/۱۲،۱۳ و ا۔ سلاطین ۱۱/۲ و عزرا ۹/۲ و نحمیاہ ۱۳/۲۵) لیکن سمسون نے والدین کے احتجاج کے باوجود ضد کر کے اس لڑکی سے شادی کر لی، کیونکہ وہ سمسون کو بہت پسند آئی، اور لکھا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے تھا۔ (قضاۃ ۱۳/۲۴ تا ۱۴/۷) یعنی والدین کی نافرمانی (۱) اور غیر قوم میں شادی۔ (۲)

---

(۱) توریت میں لکھا ہے کہ: ''اگر کسی کا ضدی اور گردن کش بیٹا ہو جو اپنے باپ یا ماں کی بات نہ مانتا ہو اور ان کے تنبیہ کرنے پر بھی ان کی نہ سنتا ہو، تو اس کے ماں باپ اسے پکڑ کر اور نکال کر اس شہر کے بزرگوں کے پاس اس جگہ کے پھاٹک پر لے جائیں...... تب اس کے شہر کے سب لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے۔'' (استثنا ۲۱/۱۸۔۲۱، خروج ۲۱/۷ او احبار ۲۰/۹ و امثال ۲۰/۲۰ و متی ۱۵/۴، مرقس ۷/۱۰) معلوم ہوا کہ سمسون واجب القتل تھا پھر بھلا اس کا یہ کام خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس کے والدین اس شادی سے ناراض تھے۔ (قضاۃ ۱۴:۲۔۳)

(۲) مفسر رسل سلف لکھتا ہے۔ ''وہاں اس کی جسمانی خواہش نے جوش مارا...... سمسون اپنی جسمانی خواہشوں پر غلبہ پانے سے قاصر رہتا ہے۔'' (بائبل کی تفسیر۔ استثنا تا ۲۔ سموئیل، جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۹۹) معلوم ہوا کہ فلسطینی لڑکی سے شادی سمسون کی شہوانی خواہش کی وجہ سے تھی نہ کہ خدا کی مرضی سے۔

پنجر میں شہد:

جب سمسون بیاہ کروانے تمنت کو جا رہا تھا تو راستے میں اس نے خالی ہاتھوں سے ایک جوان شیر کو چیر ڈالا۔ اور جب مکلاوا کے لیے سمسون دوبارہ ادھر سے گزرا تو اس نے اس مردہ شیر کا پنجر دیکھا، اس پنجر میں شہد کی مکھیوں کا ہجوم تھا، لہٰذا سمسون نے آگے بڑھ کر پنجر میں سے شہد کا چھتہ توڑا اور شہد کھاتا ہوا چلا۔ (قضاۃ ۱۴/۵۔۹) سسرال پہنچ کر سمسون نے سات روزہ ضیافت کی جس میں اسے تیس رفیق مہیا کیئے گئے، ہنسی مذاق ہوتا رہا، پہیلیاں اور بجھارتیں بوجھتے رہے۔ دراصل یہ سب شادی کا جشن تھا، جیسا کہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ نے تسلیم کیا ہے کہ۔ ''شادی میں سہیلیاں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔ دولہا کے ہمراہ بھی اس کے رفیقوں کی جماعت ہوتی تھی (قضاۃ ۱۴/۱۱)......ان میں سے ایک جسے دولہے کا دوست یا شہ بالا کہا گیا ہے ایک خاص کردار ادا کرتا تھا اسے قضاۃ ۱۴/۲۰، ۱۵/۲ میں رفیق پکارا گیا ہے۔'' (قاموس الکتاب صفحہ ۵۶۰ کالم نمبر۲) ''تقریبات کم از کم ایک ہفتے تک جاری رہتی تھیں (پیدائش ۲۹/۲۷ و قضاۃ ۱۴/۱۲۔ بعض مرتبہ دو ہفتے تک۔ طوبیا ۸/۲۰) ان دنوں میں خوب رنگ رلیاں ہوتین، گانے بجانے، ناچنے ہنسی مذاق کے جلسے ہوتے تھے۔ اور پہیلیاں اور بجھارتیں بوجھنے میں وقت گزرتا، قضاۃ ۱۴/۱۲۔۱۸'' (قاموس الکتاب صفحہ ۵۶۱ کالم نمبر ۱) لیجیے صاحب! ثابت ہو گیا کہ سمسون کی سات روز ضیافت شادی کا ہی ایک جشن تھا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک یا دو ہفتے کے اندر اندر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا کہ شیر کی لاش سوکھا ہوا پرانا پنجر بن گئی اور اس میں شہد کی مکھیوں نے چھتہ بنا لیا اور اسی دوران میں چھتے کے اندر شہد تیار ہو گیا؟ حالانکہ نئے چھتے میں کم از کم ایک ماہ بعد شہد تیار ہوتا ہے۔ لیکن بائبل کہتی ہے کہ شادی کے روز شیر قتل ہوا اور ضیافت کے پہلے ہی روز

شیر کی لاش ہڈیوں کا پنجر بن گئی اور اس میں شہد کا چھتہ بھی تیار ہو گیا۔ یا للعجب

قارئین کرام! کیا آپ نے کبھی دیکھا یا سنا ہے کہ مردہ جانور کے پنجر میں شہد کا چھتہ لگ گیا ہو۔؟ ہم نے تو آج تک ایسا نہیں دیکھا، علاوہ ازیں ہم بڑے بڑے سیاحوں شکاریوں سنیاسیوں اور کوہ پیماؤں سے مل چکے ہیں لیکن کسی نے بھی اس بات کی تصدیق نہیں کی۔ بلکہ ان کا کہنا ہے کہ شیر کے پنجر میں گندی مکھیوں کا ہجوم تو ہو سکتا ہے جبکہ ایسی بدبودار جگہ پر شہد کی مکھیوں کا ہجوم مجذوب کی بڑ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں، کیونکہ شہد کی مکھی غلاظت اور گوشت پر نہیں بیٹھتی۔ اغلب ہے کہ قضاۃ کے مصنف نے کسی مردہ گدھے کے پنجر میں کالی اور گندی مکھیوں کا ہجوم دیکھ کر سمجھ لیا ہو گا کہ شائد شہد کی مکھیوں کی بھی ایسی ہی خصلت ہو گی، حالانکہ شہد کی مکھیاں زرخیز پہاڑوں کی دراڑوں اور درختوں اور لکڑی کی چھتوں میں اپنے چھتے بناتی ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ حقیقت بڑی واضح الفاظ میں بیان ہوئی ہے کہ ''وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ'' اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور چھتوں میں''۔ (القرآن ۱۶/۶۸)

پہیلی

ضیافت میں سمسون نے اپنے ۳۰ رفیقوں سے تیس کتانی کرتوں اور تیس جوڑے کپڑوں کی شرط پر ایک پہیلی پوچھی کہ۔ ''کھانے والے میں سے تو کھانا نکلا اور زبردست میں سے مٹھاس نکلی'' پہیلی بوجھنے کے لیے ضیافت کے سات روز مدت مقرر ہوئی، ۳۰ رفیقوں کی خطرناک دھمکیوں سے مرعوب ہو کر دلہن نے کئی روز کی متواتر منت سماجت کے ساتھ آنسو بہا بہا کر سمسون سے پہیلی کا مطلب پوچھ کر بوجھنے والوں کو بتا دیا، لٰہذا رفیقوں نے ''ساتویں دن سورج کے ڈوبنے سے پہلے اس سے کہا، شہد

سے میٹھا اور کیا ہوتا ہے؟ اور شیر سے زور آور اور کون ہے؟ اس نے ان سے کہا، اگر تم میری بچھیا کو ہل میں نہ جوتتے تو میری پہیلی کبھی نہ بوجھتے، پھر خداوند کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی اور وہ اسقلون کو گیا۔ وہاں اس نے ان کے تیس آدمی مارے اور ان کو لوٹ کر کپڑوں کے جوڑے پہیلی بوجھنے والوں کو دیئے۔ (قضاۃ ۱۴/۵۔۱۹)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فلسطینیوں کو قتل کرنا ہی مقصود تھا تو شرط لگانے والوں کو ہی قتل کر دیا ہوتا، کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اور بہانہ بھی (۱) تھا کہ اس کی دلہن کو دھمکیاں دیتے تھے۔ اور پہیلی بوجھنے میں اس سے دھوکہ کیا۔ پھر بھلا اسے ۳۰ بے تعلق اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جن کے خلاف کوئی بہانہ بھی نہ تھا ان کو صرف اس لیے قتل کر دیا کہ ان کے کپڑے لوٹنے تھے، ڈکیتی کی ایسی گھٹیا مثال آپ کو کہیں بھی نظر نہ آئے گی، کیا سمسون نے کتانی لباس پہنے ہوئے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا تھا؟ کیونکہ ہر شخص اعلیٰ اور نیا لباس پہنے ہوئے نہیں ہوتا۔ شرط میں نئے جوڑے دینے تھے، نہ کہ استعمال شدہ پرانے کپڑے۔ اور پھر بائبل کہتی ہے کہ قتل کرنے کے بعد مقتولین کے لباس حاصل کئے گئے، لیکن ایسی حالت میں کپڑوں کا پھٹ جانا اور خون آلودہ ہو جانا لازمی امر ہے۔ خون اور (۲) مٹی سے آلودہ پھٹے ہوئے کپڑے شرط لگانے والوں نے کیونکر قبول کر لیے ہوں گے؟ شائد پادری حضرات کہیں کہ سمسون نے پہلے تو صلح صفائی سے لباس اتروائے اور پھر قتل کر دیا ہوگا،

(۱) بائبل کے مطابق سمسون فلسطینیوں کے خلاف بہانہ ڈھونڈ رہا تھا (قضاۃ ۱۴:۴) یوں اسے بہانہ مل گیا تھا کہ ۳۰ رفیقوں کو مار دیتا لیکن حیرت ہے کہ اس نے ان لوگوں کو قتل کیا کہ جن کے خلاف اس کے پاس کوئی بہانہ نہ تھا، پس ثابت ہوا کہ یہ کہانی خود ساختہ ہے۔

(۲) حیرت ہے کہ سمسون اسقلون میں جگہ جگہ خون کی ہولی کھیلتا رہا لیکن اہل اسقلون نے کوئی جوابی کاروائی نہیں کی، پس کہانی کا بطلان ثابت ہوا!

تو ہم عرض کریں گے کہ اگر ایسا ہی تھا تو بعد میں قتل کرنے کے کیا ضرورت تھی؟ اور کیا ۳۰ آدمیوں نے واقعی ہاتھا پائی کے بغیر بلا مزاحمت کپڑے اتار دیئے ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ یہ کہانی غیر معتبر ہے۔

تین سو لومڑیاں

تیس مقتولین کے لوٹے ہوئے لباس شرط لگانے والوں کو دیکر سمسون والدین کے گھر چلا گیا، تب سمسون کی نئی نویلی دلہن کو سمسون کے ایک رفیق سے بیاہ دیا گیا۔ مطالبہ کرنے پر خسر نے سمسون کو اپنی دوسری خوبصورت بیٹی کی پیش کش کی، لیکن سمسون راضی نہ ہو سکا، یوں سمسون نے انتقاماً تین سو لومڑیاں پکڑیں اور دو دو کی دموں کے درمیان ایک ایک جلتی ہوئی مشعل باندھی اور یوں سمسون نے ۱۵۰ مشعلیں ۳۰۰ لومڑیوں کی دموں سے باندھ کر فلسطینیوں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا۔ یوں فلسطینیوں کے تمام کھیت باغات اور پولے جل کر راکھ ہو گئے۔ (قضاۃ ۱۴/۲۰ تا ۱۵/۶)

حیرت ہے کہ سمسون سے طلاق حاصل کئے بغیر ہی اس کی دلہن کو غیر کی بیوی بنا دیا گیا۔ اگر وہ لوگ سمسون سے رشتے داری توڑنا چاہتے تھے تو خسر نے اپنی دوسری بیٹی کیوں پیش کی؟ اور پھر سمسون نے اپنی ہرجائی بیوی اور بے وفا دوست یعنی رفیق اور دھوکے باز خسر کو مارنے کی بجائے دوسرے فلسطینیوں کی کھڑی فصلوں کو جلا دیا، یہ کیسا اندھا انتقام ہے؟ اور پھر کسانوں اور باغبانوں کی بھی مت ماری گئی کہ نقصان کرنے والے سمسون کو مارنے کی بجائے سمسون کی بے وفا بیوی اور خسر کو آگ لگا دی (قضاۃ ۱۵/۶) اس میں ان کا کیا قصور تھا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسطینیوں کے کھیتوں کو آگ لگانے کے لیے سمسون کو تین سو لومڑیاں پکڑنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ سیدھی طرح خود ہی جا کر آگ لگا دی

ہوتی۔ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنی آسانی سے لکھ دیا گیا ہے۔ صرف ایک ہی لومڑی پکڑ لانا بھی نہایت مشکل کام ہے، جبکہ سمسون تین سو لومڑیاں پکڑ لایا۔ واہ سبحان اللہ۔ کیا لومڑیاں خود ہی چل کر سمسون کی خدمت میں حاضر ہو کر بلعام بن بعور کی گدھی کی طرح بول کر کہتی تھیں کہ، لو ہماری دموں کو آگ لگا دو۔؟ کیونکہ لومڑیاں غول بنا کر نہیں پھرتیں بلکہ لومڑی کہیں کہیں اکیلی ہی رہتی ہے۔ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''لومڑی اکثر اکیلی پھرتی ہے اور گیدڑ غول میں...... لومڑی اپنی چالاکی کے لیے مشہور ہے (حزقی ایل ۱۳/۴ و لوقا ۱۳/۳۲) یہ ویرانے اور غاروں میں رہنا پسند کرتی ہے''۔ (قاموس الکتاب صفحہ ۳۵۱ کالم۔۱) چالاکی اور ہوشیاری میں مانی ہوئی ویرانوں اور غاروں میں کہیں کہیں صرف اکیلی ہی پائی جانے والی تین سو لومڑیاں پکڑ لانا بالکل ہی خلاف عقل امر ہے، کیا سمسون سال بھر ویرانوں اور پہاڑوں میں لومڑیوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا ہوگا؟ اگر سال بھر میں اسے کوئی لومڑی نظر آ بھی گئی ہوگی تو اس چالاک جانور کو پکڑ لینا بھی تو جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ اگر سمسون جان جوکھوں میں ڈال کر کبھی کبھی کوئی لومڑی پکڑ بھی لاتا ہوگا تو وہ لومڑیوں کو کہاں جمع کرتا ہوگا؟ کیا سمسون نے لومڑیوں کا فارم کھول رکھا تھا؟ ۳۰۰ لومڑیاں اس نے کہاں محفوظ کیں۔ اور پھر ۱۵۰ مشعلیں اور جلنے والے مصالحہ کی تیاری، اور پھر دو دو لومڑیوں کی دموں کو باندھنا اور ہر دو دموں کے درمیان میں جلتی ہوئی مشعل کی فٹنگ کے لیے خدا جانے کہاں کہاں سے کاریگر منگوائے گئے ہوں گے؟ لیکن ہمارا خیال ہے کہ بڑی زبردست کاریگری کے باوجود مشعل کو دموں پر صحیح حالت میں ٹھہرائے رکھنا اور بجھنے نہ دینا بالکل ہی بے پر کی اڑانا ہے۔ اور پھر یہ کہ اگر دو جانوروں کی دموں کو باندھ دیا جائے تو وہ کبھی بھی ایک ہی سمت

میں بھاگ نہیں سکتے، بلکہ اسی جگہ پر مخالف سمتوں میں زور لگاتے رہیں گے اور گھومتے رہیں گے، قارئین اگر چاہیں تو تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں، پھر بھلا کیسے مان لیا جائے کہ دموں سے بندھے ہوئے لومڑیوں کے جوڑے ایک ہی سمت میں بھاگ بھاگ کر کھیتوں کا رخ کر رہے ہوں گے؟ اندریں حالات کہ ان کی دموں میں لگی آگ کی وجہ سے وہ لومڑیاں سخت بدحواس ہو رہی ہوں گی۔ اور سوچنے کی بات ہے کہ لومڑیوں نے پہاڑوں کی غاروں اور ویرانوں کی طرف جانے والا اپنا فطرتی عمل چھوڑ کر صرف فلسطینیوں کے کھڑے کھیتوں پولوں اور زیتون کے باغات کا ہی رخ کیوں کیا؟ چند لومڑیوں کے کھیتوں میں داخل ہونے سے ہی جب کھیتوں میں آگ بھڑک اٹھی ہوگی تو یہ کس طرح مان لیا جائے، دموں میں لگی آگ سے بدحواس ہو کر بھاگنے والی لومڑیاں مزید جلنے کے لیے جلتے ہوئے کھیتوں میں بھاگ بھاگ کر کود رہی ہوں گے؟ ہم بائبل کے ان قصص کو کیونکر مان لیں جن کی طرف ہمیں دعوت دی جاتی ہے۔

گدھے کا جبڑا

جب سمسون کو علم ہوا کہ فلسطینیوں نے اس کے خسر اور بیوی کو آگ سے جلا کر مار ڈالا ہے تو۔ ''اس نے ان کو بڑی خون ریزی کے ساتھ مار مار کر ان کا کچومر کر ڈالا، اور وہاں سے جا کر ایتام کی چٹان کی دراڑ میں رہنے لگا،'' (قضاۃ ۱۵/۶۔۸)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ خسر اور بیوی کی بیوفائی کے باوجود سمسون نے ان کا بدلہ کیوں لیا؟ اور پھر سمسون اسقلون کے ۳۰ بے گناہوں کو قتل کر کے اور تین سو لومڑیوں کے ساتھ ہزاروں کھیت جلا کر کسی سے نہ ڈرا اور اپنے والدین کے گھر میں جا کر رہنے لگا، لیکن اس بار وہ والدین کے گھر جانے کی بجائے ایتام کی چٹان کی دراڑ میں جا کر کیوں رہنے لگا؟ اور کیا کھاتا پیتا تھا؟ فلسطینیوں نے یہوداہ پر چڑھائی کر کے سمسون

کی گرفتاری کا مطالبہ کیا، لڑائی سے بچنے کے لیے اسرائیلیوں نے سمسون کو گرفتاری کے لیے راضی کرلیا۔ لہٰذا سمسون کو دو نئی رسیوں سے باندھ کر فلسطینیوں کے حوالے کر دیا گیا، تب سمسون نے زور لگا کر رسیاں توڑ دیں اور اسے وہاں ''ایک گدھے کے جبڑے کی نئی ہڈی مل گئی سو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھالیا اور اس سے اس نے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا ، پھر سمسون نے کہا، گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے ڈھیر کے ڈھیر لگ گئے۔ گدھے کے جبڑی کی ہڈی سے میں نے ایک ہزار آدمیوں کو مارا۔ اور جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو اس نے جبڑا اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور اس جگہ کا نام رامت لحی پڑ گیا، اور اس کو بڑی پیاس لگی، تب اس نے خداوند کو پکارا اور کہا تو نے اپنے بندہ کے ہاتھ سے ایسی بڑی رہائی بخشی۔ اب کیا میں پیاس سے مروں اور نامختونوں کے ہاتھ میں پڑوں؟۔'' (قضاۃ ۱۵/۹۔۱۸)

پیاس کی شدت سے سمسون کا مرنے کی حالت تک پہنچ جانا اس کے عام انسان ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فلسطینی ہزاروں مل کر بھی سمسون کو قتل نہ کر پائے؟ اکثر کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں جنگوں میں لوہے کے ہتھیار استعمال نہ ہوتے تھے بلکہ لوہا داؤدؑ کے دور میں دریافت ہوا، سمسون چونکہ جسمانی طاقت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اس لیے ہاتھا پائی کی لڑائی میں سمسون ہزار پر بھی بھاری تھا۔ لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ خالی ہاتھا پائی میں بھی ایک شخص خواہ کتنا ہی طاقتور ہو ہزار آدمیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اور پھر سچ تو یہ ہے کہ اس وقت لوہے کے جنگی ہتھیار استعمال ہوتے تھے، جیسا کہ بائبل مقدس سے ثابت ہے کہ قائن بن آدمؑ کا پڑپوتا توبلقائن، ''پیتل اور لوہے کے سب تیز ہتھیاروں کا بنانے والا تھا'' (پیدائش ۴/۲۲) یعنی لوہے کے ہتھیاروں کا استعمال بہت پہلے کا ہے۔ شائد کوئی کہے کہ نوحؑ کے طوفان میں لوہا بنانے

والے تمام کاریگر مر گئے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ بائبل سے ثابت ہے کہ ابرہام کے دور میں لوہے کی چھریاں اور تیر مستعمل تھے (پیدائش ۲۱/۱۰ و ۲۲/۶، ۱۰) تلواروں کا استعمال بھی قدیم ہے (پیدائش ۲۷/۴۰، ۳۴/۲۵، ۴۸/۲۲، خروج ۳۲/۲۷ و احبار ۲۶/۷ و گنتی ۳۱/۸ و استثنا ۲۰/۳۰ و یشوع ۸/۲۴ و قضاۃ ۳/۱۶، ۷/۱۴، ۲۰) تیروں کا استعمال (پیدائش ۲۱/۲۰ و ۴۹/۲۳، خروج ۱۹/۱۳) برچھوں کا استعمال (گنتی ۲۵/۷ و یشوع ۸/۱۸، ۲۶ و قضاۃ ۵/۸) اب سوچنے کا مقام ہے کہ تلواروں نیزوں تیروں چھریوں اور برچھوں سے مسلح ہزاروں افراد صرف گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے مسلح فرد واحد سمسون کو کیوں قتل نہ کر پائے؟ کیا سمسون کے جسم پر برسنے والی تلواروں چھریوں نیزوں برچھوں اور تیروں کے منہ ٹیڑھے ہو جاتے تھے؟ کیا سمسون کا جسم گوشت کا بنا ہوا نہیں تھا؟ ثابت ہوا کہ یہ کہانی خود تراشیدہ ہے، اور پھر گدھے کے جبڑے کی ہڈی میں اتنا دم خم کہاں کہ ہزار آدمیوں کو قتل کر آئے اور ہزاروں آہنی ہتھیاروں کی کاری ضربوں کے باوجود بھی نہ ٹوٹے؟ اور پھر یہ کہ ہزاروں کو قتل کر دینے والا پیاس سے ایسا نڈھال ہوا کہ مرنے ہی لگا تھا حتیٰ کہ خدا نے معجزانہ چشمہ جاری کیا (قضاۃ ۱۵/۱۹) سبحان اللہ۔ اتنا عرصہ اس ایتام کی دراڑ میں پانی کے بغیر ہی گزارے تھے کیا؟ اور پھر ایک ہزار مقتولین اور جان بچا کر بھاگنے والے فلسطینیوں سے حاصل ہونے والے مال غنیت میں کیا پانی کا ایک مشکیزہ بھی نہ تھا۔؟ کیا فلسطینیوں نے اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان نہیں لیا تھا؟ پس مذکورہ تمام امور اس کہانی کے ابطال پر دال ہیں۔ اور پھر سمسون نے کہا۔ ”میں نے ایک ہزار آدمیوں کو مارا، اور جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو اس نے جبڑا اپنے ہاتھ سے پھینک دیا“ (قضاۃ ۱۵/۱۶۔۱۷) کیا سمسون دوران لڑائی مقتولین کی گنتی کرتا جا رہا تھا؟

غزہ کی زانیہ

گدھے کے جبڑے والے واقعہ کے بعد بیس برس تک سمسون اسرائیلیوں کا قاضی رہا، ''پھر سمسون غزہ کو گیا۔ وہاں اس نے ایک کسبی دیکھی اور اس کے پاس گیا، اور غزہ کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سمسون یہاں آیا ہے۔ انہوں نے اسے گھیر لیا اور ساری رات شہر کے پھاٹک پر اس کی گھات میں بیٹھے رہے پر رات بھر چپ چاپ رہے اور کہا کہ صبح کو روشنی ہوتے ہی ہم اسے مار ڈالیں گے، اور سمسون آدھی رات تک لیٹا رہا اور آدھی رات کو اٹھ کر شہر کے پھاٹک کے دونوں پلوں اور دونوں بازوؤں کو پکڑ کر بینڈے سمیت اکھاڑ لیا اور ان کو اپنے کندھے پر رکھ کر اس پہاڑ کی چوٹی پر جو جرون کے سامنے ہے لے گیا'' (قضاۃ ۱۵/۲۰ تا ۱۶/۳)

گورمکھی بائبل میں کسبی کی بجائے کنجری جبکہ عربی نسخہ میں زانیہ اور فارسی میں فاحشہ لکھا ہے۔ سمسون کا ایک کنجری کے پاس رات بسر کرنا اور اس سے زنا کرنا، اور پھر بھی اس کا پیدائشی طور پر خدا کا نذیر ہونا دو متضاد امور ہیں۔ اور پھر فلسطینی بار بار سمسون کی قوت بازو کے زبردست مظاہرے دیکھ چکے تھے پھر بھلا انہوں نے روشنی ہونے کا انتظار کیوں کیا؟ بلکہ انہیں تو چاہیئے تھا کہ سوئے ہوئے سمسون پر حملہ کرتے، لیکن بائبل کہتی ہے کہ وہ دن چڑھنے کا انتظار کرتے رہے اور پھر جب آدھی رات کو انہوں نے دیکھا کہ سمسون آ گیا ہے تو انہوں نے کیوں نہ حملہ کر دیا؟ اور سمسون کی عقل پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ شہر کا پھاٹک اکھاڑ پھینکنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر پھاٹک کو پلوؤں دونوں بازوؤں کو بینڈے سمیت اکھاڑ ہی لیا تھا تو اتنے بھاری بھرکم بوجھ کو کندھے پر اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور سمسون جبکہ خوب جانتا تھا کہ فلسطینی اس کے اور اس کی قوم کے جانی دشمن ہیں تو پھر وہ بار بار کیوں فلسطینی عورتوں کی پیچھے جاتا تھا۔ کیا یہ کام بھی خدا کی طرف سے تھا کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف بہانہ ڈھونڈے؟ (قضاۃ ۱۴:۴)

سمسون دلیلہ

بائبل کے مطابق سمسون نبی کو وادیٔ سورق کی دلیلہ نامی ایک عورت سے عشق ہو گیا، فلسطینیوں کی طرف سے جاسوسی کرتے ہوئے دلیلہ نے سمسون کو پھسلا کر اس کی شہزوری کا بھید پوچھنا شروع کر دیا، راز چھپاتے ہوئے سمسون نے تین بار تو جھوٹ بولا لیکن چوتھی بار اس نے سچی بات بتا ہی دی کہ۔ ''میرے سر پر استرا نہیں پھرا ہے۔ اس لیے کہ میں اپنی ماں کے پیٹ ہی سے خدا کا نذیر ہوں، سو اگر میرا سر مونڈا جائے تو میرا زور مجھ سے جاتا رہے گا اور میں کمزور ہو کر اور آدمیوں کی طرح ہو جاؤں گا'' (قضاۃ ۱۶/۴۔۱۷) تب دلیلہ نے سمسون کو اپنے زانوؤں پر سلا کر اس کا سر منڈوا دیا یوں اس کا زور جاتا رہا، ''لیکن اسے خبر نہ تھی کہ خداوند اس سے الگ ہو گیا ہے، تب فلستیوں نے اسے پکڑ کر اس کی آنکھیں نکال ڈالیں اور اسے غزہ میں لے آئے اور پیتل کی بیڑیوں سے اسے جکڑا اور وہ قید خانہ میں چکی پیسا کرتا تھا''۔ (قضاۃ ۱۶/۱۸۔۲۱)

یہ کیسا خواہشات پر قابو پانے والا خدا کا پیدائیشی نذیر تھا کہ آئے دن فلسطینی عورتوں سے معاشقے اور زنا کاریاں؟ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ۔ ''سمسون جو کہ بہت طاقتور تھا لیکن جس میں ضبط نفس نہیں تھا، ایک جاسوس عورت دلیلہ کے پھندے میں پھنس گیا'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۳۷ کالم۔۱) اور پھر یہ بھی عجیب تر ہے کہ بال منڈوانے سے خدا اس سے الگ ہو گیا، کیا بال ہی اس کا خدا تھے یا خدا بالوں میں رہتا تھا؟ اور بالوں کی موجودگی میں اس سے کیا خدا ہی زنا کاریاں اور خونریزیاں کروایا کرتا تھا؟

قارئین کرام! کیا آپ نے کبھی دیکھا یا سنا ہے کہ کسی آدمی کی جسمانی قوت اس کے بالوں کی وجہ سے ہو؟ کیا یہ الف لیلہ کی اس داستان کی طرح نہیں جس میں ایک شہزادے کی جان ایک طوطے میں تھی؟ طوطے کو مارو تو شہزادہ مر جائے۔ بالکل ایسا ہی معاملہ سمسون کا ہے کہ جب تک سر بال رہے تو نہایت ہی خلاف فطرت قوت کا مظاہرہ کرتا رہا اور جگہ جگہ قتل و غارت گری اور معاشقے زنا کاریاں ڈاکے لیکن جب بال جاتے رہے تو آنکھیں نکلوا کر قید میں بڑی شرافت سے چکی پیستا رہا۔ بالوں کے ساتھ شہوت بھی جاتی رہی۔ اور جونہی سر پر بال دوبارہ آنے شروع ہوئے تو ساتھ ہی قوت کی بحالی بھی شروع ہوگئی۔ چنانچہ لکھا ہے ''تو بھی اس کے سر کے بال منڈائے جانے کے بعد پھر بڑھنے لگے اور فلستیوں کے سردار فراہم ہوئے تاکہ اپنے دیوتا دجون کیلئے بڑی قربانی گذرانیں اور خوشی کریں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا نے ہمارے دشمن سمسون کو ہمارے ہاتھ میں کر دیا ہے اور جب لوگ اس کو دیکھتے تو اپنے دیوتا کی تعریف کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا نے ہمارے دشمن اور ہمارے ملک کو اجاڑنے والے کو جس نے ہم میں سے بہتوں کو ہلاک کیا ہمارے ہاتھ میں کر دیا اور ایسا ہوا کہ جب ان کے دل نہایت شاد ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ سمسون کو بلاؤ کہ ہمارے لئے کوئی کھیل کرے۔ سو انہوں نے سمسون کو قید خانہ سے بلایا اور وہ ان کے لئے کھیل کرنے لگا''۔ (قضاة ۱۶/۲۲/۲۵)

جبکہ فلسطینی جان چکے تھے کہ سمسون کی قوت اس کے سر کے بالوں کی وجہ سے ہے تو پھر انہوں نے اس کے بال کیوں بڑھنے دیئے؟ انہی بالوں کی وجہ سے ان کے ہزاروں جنگجو بہادر قتل ہو گئے۔ سینکڑوں کھیت اور باغ جل کر راکھ ہو گئے کتنی خونریزی ہوئی۔ اس لئے فلسطینیوں کو چاہیئے تھا کہ ایک حجام کی ڈیوٹی لگا دیتے کہ

روزانہ بلاناغہ سمسون پر استرہ پھرتا رہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کا بال پھر بڑھیں اور سمسون خدا کا پیدائشی نذیر پھر سے ناقابل تسخیر انتقامی طوفان بن کر انہیں تباہ برباد کر کے رکھ دے۔ لیکن بائبل بتاتی ہے کہ سمسون کے بالوں پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ بلکہ جب انہوں نے سمسون کو ان کے لئے کوئی کھیل کرنے کو بلوایا تو اس کے پہلے کی طرح بڑھے ہوئے بال دیکھ کر بھی کسی نے پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ لوگ بے فکر ہو کر خوشی خوشی اس کے وہ کھیل دیکھتے رہے جو وہ ان کیلئے کر رہا تھا۔ اگر بالوں کی وجہ سے پراسرار طاقت والی بات واقعی ہوتی تو وہ بالوں والے سمسون کو دیکھ کر چلا اٹھتے اور سب کھیل تماشے بھول جاتے۔ پس ثابت ہوا کہ بالوں کی وجہ سے موقوف الفطرت قوت والی کہانی محض من گھڑت ہے اور بس۔

سمسون فلسطینیوں کیلئے کیسے کھیل کر رہا تھا؟ کیا وہ مداری والے ریچھ کی طرح چرخہ کات کر دکھاتا تھا؟ یا میاں مٹھو طوطے کی بولیاں بول کر دکھاتا تھا؟ پھر وہ کیسے کھیل کرتا تھا؟ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا چنانچہ لکھا ہے "انہوں نے اس کو دوستونوں کے بیچ کھڑا کیا، تب سمسون نے اس لڑکے سے جو اس کا ہاتھ پکڑے تھا کہا مجھے ان ستونوں کو جن پر یہ گھر قائم ہے تھامنے دے تاکہ ان پر ٹیک (۱) لگاؤں اور وہ گھر مردوں اور عورتوں سے بھرا تھا اور فلستیوں کے سب سردار وہیں تھے اور چھت پر قریباً تین ہزار مرد و زن تھے جو سمسون کے کھیل دیکھ رہے تھے......اور سمسون نے دونوں ستونوں کو جن پر گھر قائم تھا پکڑ کر ایک پر دہنے ہاتھ سے اور دوسرے پر بائیں سے زور لگایا،......اور وہ گھر ان سرداروں اور سب لوگوں پر جو اس میں تھے گر پڑا پس وہ مردے جن کو اس نے اپنے مرتے دم مارا ان سے بھی زیادہ تھے جن کو اس نے جیتے جی قتل کیا،" (قضاۃ ۱۶/۲۵-۳۰)

(۱) وہ کیسے کھیل تھے جو وہ دوستونوں کے درمیان کھڑا دکھا رہا تھا؟

محترم قارئین! اتنی بڑی چھت کہ جس پر تین ہزار مرد و زن آرام فرما رہے ہوں، کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی وسیع و عریض چھت صرف دو ستوں پر قائم ہو؟ اور پھر ستون بھی ایک دوسرے سے اتنے قریب تھے کہ ان کے درمیان کھڑے ہو کر سمسون نے بیک وقت دونوں بازو پھیلا کر دونوں ستونوں پر بوجھ ڈال کر زور لگایا اور ستون گرا دیئے۔ ایک شخص زیادہ سے زیادہ چھ فٹ تک بازو پھیلا سکتا ہے، اور پھر بیک وقت دونوں ستونوں پر زور لگانے کے لیے اس سے بھی کم فاصلہ درکار ہے، اب غور فرمائیں کہ اتنے کم فاصلے پر کھڑے صرف دو ستونوں پر اتنی بڑی چھت کس طرح قائم رہ سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ کہانی خود ساختہ ہے۔ اور پھر سوچنے کی بات ہے کہ ستون ہمیشہ درمیان میں ہی ہوتے ہیں اندریں حالات چھت پر بیٹھے تین ہزار مرد و زن چھت کے نیچے دو ستونوں کے درمیان کھڑے سمسون کے کھیل کیسے دیکھ رہے تھے؟ اگر لوگ چھت پر ہوتے اور سمسون صحن میں کھیل دکھا رہا ہوتا تو تب بھی تمام لوگوں کا سمسون کے کھیل دیکھ لینا ممکن نہیں تھا چہ جائے کہ چھت پر بیٹھے تین ہزار مرد و زن اور چھت کے نیچے بیٹھے ہزاروں مرد و زن چھت کے نیچے عین درمیان میں دو ستونوں کے بیچ کھڑے سمسون کا تماشہ دیکھ رہے ہوں۔ تین ہزار مرد و زن کا بوجھ اٹھانے والی صرف دو ستونوں پر ٹھہری ہوئی عجوبہ چھت کیا شیشے کی بنی ہوئی تھی؟ کیونکہ چھت پر بیٹھے لوگ نیچے کمرے میں موجود لوگوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ معلوم ہوا کہ یہ کہانی ہی خود ساختہ ہے۔ اور پھر تین ہزار مرد و زن اور وسیع بھاری بھرکم چھت کے بوجھ تلے پھنسے ہوئے مضبوط ستونوں کو محض دھکا دے کر گرا دینے والا سمسون خود پر گرنے والی چھت کو کیوں نہ روک سکا؟ اگر پوری کی پوری سالم چھت آ گری تھی تو چھت پر بیٹھے تمام تین ہزار مرد و زن کیسے مر گئے؟ جبکہ وہ چھت کے نیچے دبے ہی نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سمسون نامی کوئی شخص زمین پر کبھی ہوا ہی نہیں بلکہ یہ کسی داستان گو کا فرضی کردار ہے۔ کیونکہ ایسا آدمی غیر ممکن ہے کہ جس کے تمام تر پر اسرار موقوف الفطرت خلاف عقل قوتوں کا دارومدار اس کے بالوں پر ہی ہو۔ یہاں تک کہ اس کے تعلق باللہ کی بنیاد بھی اس کے بال ہوں کہ جب تک بال رہے تعلق باللہ رہا بال کٹ گئے تو یہوواہ خدا سے تعلق منقطع ہو گیا، اور جب پھر بال آ گئے یہوواہ سے تعلق پھر قائم ہو گیا۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ کیا کبھی مردہ جانور کے پنجر میں شہد کا چھتہ دیکھا یا سنا ہے؟ کیا نئے چھتے میں ایک ہفتہ کے اندر اندر شہد تیار ہو سکتا ہے؟ کیا پہیلی کی شرط پرانے خون آلودہ پھٹے ہوئے لباسوں سے پوری ہو سکتی ہے؟ کیا کبھی کسی نے لومڑیوں نے ریوڑ یا غول دیکھے ہیں کہ جہاں سے تین تین سو لومڑیوں کو پکڑا جا سکے؟ یہ تمام امور اس کہانی کی کمزوریوں پر دلالت کرتے ہیں۔

قصہ ایلیاہ (الیاس علیہ السلام)

پادری ایف۔ایس۔خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایلیاہ۔''اسرئیل کا ایک عظیم نبی (۱۔سلاطین ۱۷/۱) اس نے بیوہ کے لڑکے کو زندہ کیا (۱۷/۱۳۔۲۴) قحط کی پیشینگوئی کی اور بعل کے پجاریوں سے مقابلہ کیا (۱۔سلاطین باب ۱۸)......اور اخزیاہ کو اس کی موت کے بارے آگاہ کیا (۲۔سلاطین ۱/۱۔۱۷) وہ بگولے میں آسمان پر اٹھالیا گیا (۲۔سلاطین ۲:۱۔۱۱) یوحنا بپتسمہ دینے والے کو بھی ایلیاہ کہا گیا ہے (متی ۱۱/۱۴، ۱۷/۱۰۔۱۳ ولوقا ۱/۱۷) جب پہاڑ پر مسیح کی صورت بدلی تو ایلیاہ بھی وہاں پر ظاہر ہوا (متی ۱۷/۳۔۴، مرقس ۹/۴۔۵ ولوقا ۹/۳۰۔۳۳)'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۰ کالم نمبر ۱) بائبل میں لکھا ہے۔''الیاس نے شریعت کے لیے غیرت دکھائی تو وہ آسمان پر اٹھایا گیا'' (۱۔مکابیین ۲/۵۸) ''تب الیاس مبعوث ہوا، جو آتش کی مانند نبی تھا، اور جس کا کلام بھٹی کی طرح جلتا تھا،......اس نے خداوند کے حکم سے آسمان کو بند کر دیا، اور تین دفعہ وہاں سے آگ نازل کرائی، اے الیاس! تیرے معجزوں کے باعث تیرا جلال کیا ہی عظیم ہے۔اور کس کا فخر تیرے فخر کی مانند ہے؟۔تو نے حق تعالیٰ کے ارشاد سے موت اور عالم اسفل سے مردے کو اٹھایا، اور بادشاہوں کو ہلاکت میں اور معززین کو ان کے پلنگ سے گرایا......اور انبیاء کو اپنا جانشین بنایا، اور تو آگ کے بگولے میں آتشی گھوڑوں کی گاڑی پر اوپر اٹھایا گیا''۔(یشوع بن سیراخ ۴۸/۱۔۹)

قارئین! آپ نے سطور بالا میں حضرت الیاس علیہ السلام یعنی ایلیاہ کے متعلق یہود و نصاریٰ کا عقیدہ ملاحظہ فرمالیا ہے۔اسی ایلیاہ سے منسوب بائبل کا ایک

قصہ درج ذیل ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو کہ خدا ایلیاہ کو حکم دیتا ہے کہ۔ ''مشرق کی طرف اپنا رخ کر اور کریت کے نالہ کے پاس جو یردن کے سامنے ہے جا چھپ، اور تو اسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوؤں کو حکم کیا ہے کہ وہ تیری پرورش کریں، سو اس نے جا کر خداوند کے حکم کے مطابق کیا کیونکہ وہ گیا اور کریت کے نالہ کے پاس جو یردن کے سامنے ہے رہنے لگا، اور کوے اس کے لیے صبح کو روٹی اور گوشت اور شام کو بھی روٹی اور گوشت لاتے تھے اور وہ اس نالہ میں سے پیا کرتا تھا۔'' (ا۔سلاطین ۱۷/۲۔۶)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے ایلیاہ نبی کو کریت کے نالہ کے پاس بلا وجہ چھپ کر کوؤں سے پرورش کروانے کا حکم کیوں دیا؟ کیا مجبوری آڑے آ گئی تھی؟ اور پھر یہ بھی خوب رہا کہ کوے ایلیاہ کے لیے صبح شام روٹی اور گوشت لاتے تھے۔ توریت کی رو سے کوا ناپاک جانور ہے (استثنا ۱۴/۱۳) لہٰذا کوؤں کے ناپاک پنجوں اور چونچوں سے روٹی اور گوشت کے ٹکڑے لے کر کھانا شان نبوت کے سراسر خلاف ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کوے روزانہ صبح و شام گوشت روٹی کہاں سے لے آتے تھے؟ ظاہر ہے کہ کوے روٹی گوشت کو پکا نہیں سکتے تھے۔ اور نہ ہی گندم کا آٹا بنا سکتے تھے۔ پھر وہ روٹی اور گوشت کا سالن کہاں سے اور کیسے لے آتے تھے؟ اتنی سی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ کوے انسانی بچوں کے ہاتھوں سے روٹی چھین لاتے ہوں گے، لیکن ہر روز صبح و شام انسانی آبادیوں پر کوؤں کی یلغار سے لوگوں نے ہوشیار ہو کر ضرور ہی حفاظتی اقدامات کئے ہوں گے، لہٰذا یہ کام زیادہ دن نہیں چل سکتا تھا، علاوہ ازیں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئے قصابوں کی دوکانوں سے گوشت نوچ لاتے تھے؟ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مرے ہوئے جانوروں کا گوشت کوے اور چیلیں کھاتی ہیں، لہٰذا یہ تصور کس قدر تکلیف دے ہے کہ ایک طویل عرصے تک ایلیاہ نبی ناپاک کوؤں کی چونچوں سے لے کر مردار کا گوشت اور روٹی کے

آلودہ ٹکڑے لے کر کھاتا رہا تھا۔ حالانکہ مردار حرام ہے۔ (خروج ۲۲/۳۱)

چلیئے مان لیا کہ کوے قصابوں کی دوکانوں سے گوشت نوچ لاتے ہوں گے اور قصاب نشہ کر کے سو جاتے ہوں گے لیکن یارو! کیا ایلیاہ روٹی کے آلودہ ٹکڑوں میں پھیکے اور کچے گوشت کی آلودہ بوٹیاں رکھ کر چبایا کرتا تھا؟ اور ایسا کھانا کیا ہی تکلیف دے ہے۔ اور اس کو کووں سے پرورش کروانے کی بجائے کووں سے ہلاک کروانا کہنا زیادہ مناسب ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کوے گوشت پکا کر نہیں لا سکتے تھے۔ شائد کوئی پادری صاحب کہیں کہ کوے لوگوں کے گھروں سے پکا ہوا گوشت لاتے تھے تو ہم عرض کریں گے کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ اول تو اس لیے کہ کوئی بھی کوؤں کو ہانڈیوں میں چونچ ڈالنے نہیں دیتا، دوم یہ کہ ویسے بھی گرم گرم ہنڈیا میں چونچ ڈالنا کووں کے بس کا روگ نہیں سوم یہ کہ کوے سالن لے آنے پر قادر ہی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کہانی میں صداقت نہیں۔

قصہ حزقی ایل نبی

بائبل مقدس کے مطابق خدا نے حزقی ایل نبی کو حکم دیا کہ۔ ''اے آدم زاد تو ایک کھپرا (یعنی اینٹ۔ ناقل) لے اور اپنے سامنے رکھ کر اس پر ایک شہر ہاں یروشلیم ہی کی تصویر کھینچ، اور اس کا محاصرہ کر اور اس کے مقابل برج بنا اور اس کے سامنے دمدمہ باندھ اور اس کے گرد خیمے کھڑے کر اور اس کی چاروں طرف منجنیق لگا، پھر تو لوہے کا ایک توا لے اور اپنے اور شہر کے درمیان اسے نصب کر کہ وہ لوہے کی دیوار ٹھہرے اور تو اپنا منہ اس کے مقابل کر اور وہ محاصرہ کی حالت میں ہو اور تو اس کا محاصرہ کرنے والا ہوگا۔ یہ بنی اسرائیل کے لیے نشان ہے۔ پھر تو اپنی بائیں کروٹ پر لیٹ رہ اور بنی اسرائیل کی بدکرداری اس پر رکھ دے۔ جتنے دنوں تک تو لیٹا رہے گا، ان کی بدکرداری برداشت کرے گا، اور میں نے ان کی بدکرداری کے برسوں کو ان کے شمار

کے مطابق جو تین سو نوے دن ہیں تجھ پر رکھا ہے سو تو بنی اسرائیل کی بدکرداری (۱) برداشت کرے گا، اور جب تو ان کو پورا کر چکے تو پھر اپنی دہنی کروٹ پر لیٹ رہ اور چالیس دن تک بنی یہوداہ کی بدکرداری کو برداشت کر۔ میں نے تیرے لیے ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا ہے، پھر تو یروشلیم کے محاصرہ کی طرف منہ کر اور اپنا بازو ننگا کر اور اس کے خلاف نبوت کر، اور دیکھ میں تجھ پر بندھن ڈالوں گا کہ تو کروٹ نہ لے سکے جب تک اپنے محاصرہ کے دنوں کو پورا نہ کر لے، اور تو اپنے لیے گیہوں اور جو اور باقلا اور مسور اور چینا اور باجرا لے اور ان کو ایک ہی برتن میں رکھ اور ان کی اتنی روٹیاں پکا جتنے دنوں تک تو پہلی کروٹ پر لیٹا رہے گا، تو تین سو نوے دن تک ان کو کھانا، اور تیرا کھانا وزن کر کے بیس مثقال روزانہ ہوگا جو تو کھائے گا۔ تو گاہے گاہے کھانا، تو پانی بھی ناپ کر ایک ہین کا چھٹا حصہ پیئے گا۔ تو گاہے گاہے پینا، اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا۔'' (حزقی ایل ۴/۱۔۱۲)

انبیاء کرامؑ کو منکرین کے ہاتھوں بڑی بڑی تکالیف (۲) پہنچتی رہی ہیں لیکن خود خدا کی طرف سے نبیوں کو ناجائز دکھ پہنچنا ہم نے بائبل کے سوا کہیں نہیں پڑھا۔ مذکورہ بالا بیان پر غور تو فرمائیں کہ حزقی ایل نبی کو مذکورہ بالا احکامات پر عمل کرنے کے لیے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے ہوں گے، صرف ایک اینٹ پر پورے شہر یروشلیم کی تصویر بنانا، محاصرہ کرنا برج بنانا دمدمہ باندھنا خیمے اور منجنیق نصب کرنا، اور دوران محاصرہ منہ اسی طرف رکھنا، اور پھر ایک برس اور ایک ماہ یعنی ۳۹۰ دن تک متواتر بائیں کروٹ لیٹے رہنا اور کروٹ نہ لے سکنا اور گیہوں جو باقلا مسور چینا اور

---

(۱) یہ حکم خدا کی طرف سے کیونکر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ایک کا گناہ دوسرے کے سر تھوپ دینا بائبل مقدس کی تعلیم کے خلاف ہے (حزقی ایل ۱۸/۲۰ و یرمیاہ ۳۱/۲۹۔۳۰، ۲۔ تواریخ ۲۵/۴ و استثنا ۲۴/۱۶)

(۲) چنانچہ دیکھو عبرانیوں ۱۱: ۳۲۔۳۸

باجرے کے مکس آٹے کی ایک ہی دن میں پکائی جانے والی ۳۹۰ روٹیوں کو ایک ایک روزانہ کے حساب سے ۳۹۰ دن تک کھانا اور ان لکڑی کی طرح سوکھی ہوئی سخت روٹیوں کے ساتھ پانی بھی ترس ترس کرناپ ناپ کر پینا اور یوں بنی اسرائیل کی سزا سہنا اور منہ کا رخ سامنے محاصرہ کے طرف ہی کیے رکھنا اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کی ٹٹی سے پکا کر روٹیاں کھانا۔ یورپین ملحدین کہتے ہیں کہ حزقی ایل کی دعوت طعام کے لیے خدا کو انسان کی ٹٹی سے بڑھ کر کوئی شے نظر نہ آئی؟ حزقی ایل کہتا ہے کہ جب انسانی ٹٹی کے احکامات صادر ہوئے تو،''تب میں نے کہا کہ ہائے خداوند خدا! دیکھ میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی اور اپنی جوانی سے اب تک کوئی مردار چیز جو آپ ہی مرجائے یا کسی جانور سے پھاڑی جائے میں نے ہرگز نہیں کھائی اور حرام گوشت میرے منہ میں کبھی نہیں گیا، تب اس نے مجھے فرمایا دیکھ میں انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں۔'' (حزقی ایل ۴/۱۴۔۱۵) واہ کیا ہی عظیم نعمت سے نوازا، اگر اسی کا نام نبوت ہے تو ایسی نبوت ملنے سے تو سنکھیا کھا جانا زیادہ آسان ہے۔ اسی پر بس نہیں، خدا حزقی ایل کو حکم دیتا ہے۔''اے آدم زاد تو ایک تیز تلوار لے اور حجام کے استرہ کی طرح اس سے اپنا سر اور اپنی داڑھی منڈا اور ترازو لے اور بالوں کو تول کر ان کے حصے بنا، پھر جب محاصرہ کے دن پورے ہو جائیں تو شہر کے بیچ میں ان کا ایک حصہ لے کر آگ میں جلا اور دوسرا حصہ لے کر تلوار سے ادھر ادھر بکھیر دے اور تیسرا حصہ ہوا میں اڑا دے اور میں تلوار کھینچ کر ان کا پیچھا کروں گا، اور ان میں سی تھوڑی سے بال گن کر لے اور ان کو اپنے دامن میں باندھ۔ پھر ان میں سے کچھ نکال کر آگ میں ڈال اور جلا دے'' (حزقی ایل ۵/۱۔۴) تلوار سے سر اور داڑھی منڈوانے اور پھر کٹے ہوئے بالوں کے ساتھ تو ہم پرستی والے ایسے ایسے مضحکہ خیز کام کروانے والی نبوت سنبھالنے سے تو نیلا تھوتھا دہی میں ملا کر کھا جانا آسان ہے۔ انبیاءؑ کا کام گمراہ لوگوں کو راہ حق کی تبلیغ کرنا ہوتا ہے۔ نہ کہ خود ہی توہمات میں پھنسے رہنا۔

قصہ یسعیاہ

بائبل مقدس کے مطابق یسعیاہ بن آموص خدا کا نبی تھا (متی ۱/۲۲، ۳/۳، ۴/۱۴، مرقس ۱/۲ ولوقا ۳/۴ و یوحنا ۱/۲۳) اس کی بیوی بھی نبیہ تھی (یسعیاہ ۸/۳) یسعیاہ نبی میکاہ نبی اور ہوسیع نبی ایک ہی وقت میں ہوئے ہیں۔ اور یہ تینوں نبی شاہان یہوداہ عزیاہ اور یوتام اور آخز اور حزقیاہ اور شاہ اسرائیل یربعام بن یو آس کے دور میں نبوت کرتے رہے ہیں۔ (یسعیاہ ۱/۱ و میکاہ ۱/۱ و ہوسیع ۱/۱) یسعیاہ یروشلیم کا رہنے والا تھا (یسعیاہ ۷/۱۔۳ و ۳۷/۲) یہودی روایات کے مطابق یسعیاہ شاہی خاندان کا چشم و چراغ تھا، پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب رقمطراز ہیں کہ۔ ''روایت کے مطابق یسعیاہ کو منسی کے دور حکومت میں آرے (۱) سے چیرا گیا۔'' (قاموس الکتاب ص ۱۱۲۲ کالم۔۲) حزقیاہ کی دور حکومت میں یسعیاہ نے بڑا زبردست کردار ادا کیا۔ (یسعیاہ باب۔۲)

خدا نے یسعیاہ نبی کو حکم دیا کہ۔ ''جا اور ٹاٹ کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے جوتے اتار۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا'' (یسعیاہ ۲۰/۲۔۳) یہی عبارت گورمکھی بائبل میں یوں ہے کہ:

---

(۱) عبرانیوں ۱۱:۳۷ میں غالباً اسی جانب اشارہ ہے یا پھر حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف اشارہ ہوگا۔

یہوواہ نے آکھیا جیویں میرا داس یسعیاہ تن ور ہے ننگا دھڑنگا تے ننگیں پیریں۔ پھردا ریہا۔ یعنی۔ "یہوواہ نے کہا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین سال تک ننگ دھڑنگ اور ننگے پاؤں پھرتا رہا" ثابت ہوا کہ پورے تین برس تک یسعیاہ ہر مردوزن کے سامنے بالکل ننگ دھڑنگ ہو کر پھرتا رہا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حالت دیکھ کر یسعیاہ کو کون نبی سمجھ کر تعظیم کرتا ہوگا؟ اور یہ کہ خدا نے اپنے نبی کو ایسی معیوب حالت میں رہنے کا حکم کیوں دیا؟ اندریں حالات کہ انسان کی شروع سے ہی عادت رہی ہے کہ انبیاء کرام کے ہر قول و فعل پر تنقید کرتا رہا ہے۔ بلکہ بنی اسرائیل میں یہ عادت کچھ زیادہ ہی تھی۔ (خروج ۲/۱۴ پیدائش ۱۲/۱۸۔۱۹، ۱۶/۵، ۱۹/۹، ۱۹/۱۴، ۰۲/۹، ۲۱/۱۱، ۲۶/۹، ۳۷/۸، ۱۱، ۱۹ و ۳۹/۱۴۔۲۰ و ایوب ۱۲/۴، ۱۶/۹۔۱۰، ۱۷/۲، ۲۱/۳، ۳۰/۱ و زبور ۳۵/۱، ۱۲، ۱۵، ۲۱، ۲۲/۱۶ و متی ۲۶/۸، ۲۶/۶۷۔۶۸، ۲۷/۳۹۔ ۴۴، ۱۳/۵۷، ۵، مرقس ۶/۴، لوقا ۷/۳۹ و یوحنا ۱/۲۵، ۴/۴۴، ۷/۵۲، اعمال ۷/۲۷، ۷/۳۵ و عبرانیوں ۱۱/۳۶۔۳۸) اندریں حالات یہ کیونکر مان لیا جائے کہ لوگوں نے ایک سرتاپا ننگے شخص کو نبی تسلیم کر لیا ہوگا؟ اور یہ کہ وہ اس پر تنقید اور تمسخر نہ کرتے ہوں گی؟۔ لیکن بائبل مقدس کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یسعیاہ بڑا اجلالی نبی تھا اور عوام کے ساتھ ساتھ حکمران بھی اس کی تعظیم کرتے تھے، اس لیے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ یسعیاہ ہر مردوزن کے سامنے دن رات ننگ دھڑنگ پھرا کرتا تھا۔

اغلب ہے کہ بنی اسرائیل اپنے نبیوں کو بے لباس ننگا دیکھنے کے نہایت متمنی تھے۔ شائد اسی لیے بائبل میں کئی انبیاء کو ننگ دھڑنگ پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً بائبل کے مطابق ساؤل (قرآن پاک میں نام "طالوت" درج ہے۔ ناقل) نبی تھا (۱۔سموئیل ۱۰/۱۰، ۱۲/۱۱، ۶/۱۱) خدا نے اسے نبوت سے معزول کر دیا (۱۔سموئیل ۱۶/۱۴) لیکن

جب یہ منصب بحال کیا گیا تو ساؤل کو ایسی دھما کہ خیز نبوت ملی کہ ساؤل ایک دن ایک رات عریاں ہو کر بالکل ننگ دھڑنگ پڑا رہا (ا۔سموئیل ۱۹/۲۳۔۲۴) اسی طرح نبی خداوند کے حضور ناچتے ناچتے ننگا ہو گیا حالانکہ مرد و زن کی بھیڑ موجود تھی جیسا کہ داؤدؑ کی بیوی میکل کا بیان ہے کہ داؤدؑ نے آج کے دن اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے۔ داؤد نے میکل سے کہا یہ تو خداوند کے حضور تھا'' (۲۔سموئیل ۶/۱۴۔۲۱) میکاہ ۱/۸ کے مطابق نبیوں کی برہنگی کا عمل نئے عہد نامہ تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ یسوع مسیح نے بھی شاگردوں کے پاؤں دھونے کے لیے لباس اتار پھینکا تھا (یوحنا ۱۳/۴۔۵) یسوع کے شاگردوں کو بھی اکثر ننگا پھرنے کی عادت تھی (مرقس ۱۴/۵۱، یوحنا ۲۱/۷) اس بستی کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے یارو کوئی یہاں بولے تو کیا بولے؟

قصہ ہوسیع

جیسا کہ آپ یسعیاہ نبی کے قصہ میں پڑھ چکے ہیں کہ یسعیاہ میکاہ اور ہوسیع تینوں نبی ہمعصر ہیں۔ خدائے بائبل نے ہوسیع نبی کو حکم دیا کہ جا ایک کنجری سے حرام زادی اولاد حاصل کر، چنانچہ بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ۔" جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لیے لے کیونکہ ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے۔ پس اس نے جا کر جمر بنت دبلائم کو لیا۔ وہ حاملہ ہوئی اور بیٹا پیدا ہوا" (ہوسیع ۱/۲۔۳) ہوسیع نبی کا اپنا بیان یوں ہے" خداوند نے مجھے فرمایا جا اس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری اور بدکار ہے محبت رکھ جس طرح کہ خداوند بنی اسرائیل سے جو غیر معبودوں پر نگاہ کرتے ہیں اور کشمش کے کلچے چاہتے ہیں محبت رکھتا ہے سو میں نے اسے پندرہ روپیہ اور ڈیڑھ خومر جو دیکر اپنے لیے مول لیا" (ہوسیع ۳/۱۔۳)۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا احکامات خداوندی پر غور فرمائیں۔ اگر ملک بدکاری میں مبتلا ہو جائے تو کیا انبیاء کو بھی بدکارہ سے شادی کرنی چاہیئے؟ اگر نہیں تو پھر خدا نے ہوسیع نبی کو رنڈی سے اولاد حاصل کرنے کا حکم کیوں دیا۔؟ خدا نے واضح الفاظ میں حکم دیا کہ۔"بدکاری کی اولاد اپنے لیے لے" (ہوسیع ۱/۲) یہی عبارت کیتھولک بائبل میں یوں ہے۔" جا اور ایک زانیہ عورت اور زنا کی اولاد اپنے لیے لے۔" ہوسیع نے جمر کو ۱۵ روپے اور ڈیڑھ خومر جو کے بدلے مول یعنی کرائے پر لیا تھا

(ہوسیع ۲/۳) کیتھولک بائبل کے مطابق ہوسیع نے زانیہ جمر سے کہا تھا کہ۔"تو بہت (۱) دنوں تک مجھ پر قناعت کرے گی اور زنا کاری سے باز رہے گی اور کسی آدمی کی نہ ہوگی" (ہوسیع ۳/۳) معلوم ہوا کہ ہوسیع نے جمر سے عمر بھر کے لیے ساتھ جینے مرنے کا معاہدہ یعنی نکاح نہیں کیا تھا بلکہ کچھ عرصہ کے لیے اسے خرید لیا تھا، تا کہ خدا کے حکم "جا اور ایک زانیہ عورت اور زنا کی اولاد اپنے لیے لے" پورا ہو۔ اور حکم کے مطابق ہوسیع نے جمر سے دو بیٹے (۲) یزرعیل (۲) لوعمی اور بیٹی لورحامہ حاصل کیے) ہوسیع ۱/۴، ۶، ۹) جمر چونکہ کرایہ پر آئی تھی اس لیے وہ ہوسیع کی دل سے وفادار نہ تھی، چنانچہ پادری ایف" ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ۔"جمر بھی ہوسیع کو سمجھنے میں ناکام رہی، اس لیے اس نے اسے زخم پر زخم ہی دیئے" (قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۸۷ کالم۔۲) غالباً انہی زخموں کا تذکرہ پادری جی۔ٹی۔ مینلی صاحب یوں کرتے ہیں کہ جمر سے پیدا ہونے والے تینوں بچے ہوسیع کے نہ تھے یعنی ہوسیع سے اجرت پر معاہدہ کر لینے کے باوجود بھی جمر نے غیر مردوں سے ہمبستری منقطع نہیں کی تھی یعنی جمر سے پیدا ہونے والے بچے ہر حال میں حرامی تھے، چنانچہ پادری صاحب لکھتے ہیں۔"یربعام کے برے ایام میں اس نے خدا کے حکم سے جمر بنت دبلائم نام ایک عورت سے شادی کی، وہ حسب توقع نالائق اور بے وفا ثابت ہوئی۔ اس سے بچے تو پیدا ہوئے لیکن اسے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ اس کے اپنے بچے نہ تھے۔ (۲:۱) تاہم اس نے انکو اپنے بچے کہا (۱:۴، ۶، ۹) جب جمر اسے چھوڑ کر چلی گئی تو ہوسیع اپنی محبت کی وجہ سے اس کے پیچھے گیا، اس نے اسے شرمساری اور بے چارگی کی حالت میں پایا"۔ (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۳۲۵)

---

(۱) نہ کہ عمر بھر کے لیے

بعض مسیحی علماء ہوسیع اور جمر کے المیہ ملاپ کو محض رویا اور تمثیل قرار دیتے ہیں، لیکن پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ لکھتے ہیں۔ ''جمر بنت دبلائم کا تمثیل سے دور کا بھی واسطہ نہیں، پھر جذبہ کی جس شدت کا اظہار کتاب میں پایا جاتا ہے وہ کسی حقیقی تجربہ کا نتیجہ ہی ہوسکتا ہے۔ اس کا کسی تمثیل میں تحقیق کرنا ممکن نہیں ہے۔ تاہم جو اس خیال کے حامی ہیں ان کے درمیان بھی کئی اختلافات پائے جاتے ہیں جو ''ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد'' (۲:۱) کے گرد گھومتے ہیں''۔ قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۸۷ کالم۔۲) بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ ''تو ایسا خدا نہیں جو شرارت سے خوش ہو۔ بدی تیرے ساتھ نہیں رہ سکتی'' (زبور ۵/۴) پھر بھلا کیونکر مان لیا جائے کہ خدا نے اپنی سنت کے خلاف ہوسیع کو ایسا حکم دیا ہوگا؟ مزید دیکھیں امثال ۱۴/۲۲۔

ضمیمہ عہد عتیق

بائبل مقدس کے پرانے عہد نامہ میں انبیاء کرامؑ سے منسوب قابل شرم قصص کا ابطال خود بائبل ہی کی اندرونی شہادتوں سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس سے پہلے کہ ہم عہد نامہ جدید یعنی انجیل کے قصص پر تحقیق کریں ضروری ہے کہ نہایت ہی مختصر طور پر بائبل مقدس کے محرف و مبدل ہونے کے اسباب واثبات کا مطالعہ ہدیہ قارئین کر دیا جائے، چنانچہ ذیل میں تحریفِ بائبل کے اسباب واثبات حاضر خدمت ہیں۔

سبب نمبر ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کے واحد نسخہ کو صندوق سکینہ میں بند کر دیا تھا (خروج ۲۵/۱۰۔۲۲) یہود و انصاری کی روایات کے مطابق بوقت خروج بنی اسرائیل کی تعداد تقریباً ۲۰ سے (۱) ۳۰ لاکھ تک تھی (قاموس الکتاب صفحہ ۴۹ کالم۔ ا، از پادری۔ ایف۔ ایس۔ خیر اللہ، ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۲۰۵ از، جی۔ ٹی۔ مینلی و بائبل کی تفسیر۔ پیدائش تا گنتی جلد نمبر ا صفحہ ۱۶۹، از مفسر و یبرن سی جونسن) ہر سات برس کے بعد کم از کم تیس لاکھ افراد کے مجمع کے روبرو صرف ایک آدمی صرف ایک بار توریت پڑھ کر سنایا کرتا تھا، اس روز کو عید خیام کہا جاتا تھا (استثنا ۳۱/۹۔۱۱) بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ایک آدمی کے توریت پڑھنے کی آواز کو اتنے سارے لوگ کیونکر سن سکتے ہوں گے؟ اور ایک ہی بار سن لینے والوں کو بھی سات برس تک ہر بات کیسے یاد رہتی ہوگی؟

(۱) اس ضمن میں تفصیلی مطالعہ اوپر ''مردم شماری'' کے عنوان کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

اور آئندہ سات برس بعد سننے ہر محرف الفاظ کی نشاندہی کیونکر ممکن ہوسکتی تھی؟ یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل بار بار گمراہ ہو جاتے تھے (قضاۃ ۲/۱۱-۲۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خطرہ تھا کہ یہ لوگ توریت میں تحریف کرلیں گے۔ (استثنا ۳۱/۲۷)

سبب نمبر۲۔توریت گم ہوگئی

موسیٰؑ کی زندگی میں ہی سونے کا بچھڑا پوجنے اور بعل فغور (۱) کی پوجا پاٹ کرنے والے بنی اسرائیل موسیٰؑ اور یشوع بن نون کی وفات کے بعد بار بار گمراہ اور مرتد ہوکر باری باری کئی قوموں کے ہاتھوں مغلوب ہوتے رہے (قضاۃ ۲/۱۱، ۳/۷، ۴/۱، ۶/۱، ۱۰/۶، ۱۳/۱) یوں جذبہ جہاد سرد ہوگیا اور فلسطینیوں نے حملہ کر کے عہد کا وہ صندوق ہی چھین لیا جس میں توریت کا وہی واحد نسخہ تھا (۱۔سموئیل ۴/۱۱ تا ۵/۱) لہٰذا بنی اسرائیل اصلی تورات گم کر بیٹھے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسطینی دیگر لوٹ مار کرنے کی بجائے تابوت سکینہ (خداوند کا صندوق) کو ہی کیوں لے گئے؟ پورے ۷ ماہ تک عہد کا صندوق فلسطینیوں کے قبضہ میں رہا (۱۔سموئیل ۶/۱) اس طویل عرصہ میں صندوق نے فلسطینیوں کے ہاتھوں کیا کچھ کھویا کیا کچھ پایا؟۔اغلب ہے کہ اسرائیلی بزرگوں ابرہام واضحاق و یعقوب و یہوداہ وتمر و فارص وروبن سے منسوب قابل شرم قصص انہی سات ماہ میں شامل توریت کیے گئے اور لوطؑ کی بیٹیوں کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہوسکتی ہے۔

سبب نمبر۳: سات ماہ کے بعد فلسطینیوں نے خداوند کا صندوق خود بخود واپس بھیج دیا (۱۔سموئیل ۶/۱۱-۱۴) کیونکہ وہ اپنا مقصد پورا کر چکے تھے، بیت الشمس کے یہودی صندوق پا کر بہت خوش ہوئے اور خوشی خوشی صندوق کے اندر جھانکا کہ اپنی مقدس

---

(۱) اس کا تفصیلی ذکر ''قصہ بلعام بن بعور میں گزر چکا ہے۔

کتاب توریت کو دیکھیں تو خدا نے ''ان کے پچاس ہزار اور ستر آدمی مار ڈالے اور وہاں کے لوگوں نے ماتم کیا، اس لیے کہ خداوند نے ان لوگوں کو بڑی مری سے مارا، سو بیت الشمس کے لوگ کہنے لگے کہ کس کی مجال ہے کہ اس خداوند خدای قدوس کے آگے کھڑا ہو'' (۱۔سموئیل ۶/۱۹۔۲۰) جس صندوق میں جھانکنا ایسا ہلاکت خیز تھا اسے کھول کر توریت پڑھنے کی جرأت کون کرتا؟ لہٰذا انہوں نے صندوق سے دوری کو بہتر جان کر قریت یعریم کے باشندوں کو کہلا بھیجا کہ صندوق کو ''اپنے ہاں لے جاؤ'' (ایضاً ۶/۲۱) ''اور جس دن سے صندوق قریت یعریم میں رہا تب سے ایک مدت ہوگئی یعنی بیس برس گذرے اور اسرائیل کا سارا گھرانہ خداوند کے پیچھے نوحہ کرتا رہا'' (ایضاً ۷/۲) یعنی پورے بیس برس کسی کو توریت کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہوئی، اور نہ ہی توریت سننی نصیب ہوئی، اتنے طویل عمر تک توریت کے احکامات کس کو یاد رہے ہوں گے؟ داؤدؑ کے دور میں امنون کا اپنی بہن پر عاشق ہو جانا اور بہن تمر کا امنون سے کہنا کہ داؤد سے میرا رشتہ مانگ لے (۲۔سموئیل ۱۳/۱۔۱۴) اور ابی سلوم کا اپنے باپ داؤد کی حرموں کے پاس سرے عام جانا (۲۔سموئیل ۱۶/۲۱۔۲۲) داؤد کے بیٹے ادونیا کا داؤد کی بیوہ ابی شاگ شونمیت پر عاشق ہو جانا اور داؤد کی بیوہ بت سبع کا اس ضمن میں سلیمان کے حضور ادونیاہ کی سفارش کرنا (۱۔سلاطین ۲/۱۲۔۲۲) اس امر پر دال ہیں کہ اس دور کے لوگ شریعت موسوی سے (۱) بے خبر تھے کیونکہ شریعت موسیٰؑ یعنی توریت میں مذکورہ بالا تمام برائیوں کی ممانیت درج ہے، چنانچہ دیکھیں بالترتیب احبار ۱۸/۹، ۱۱، ۲۰/۱۷، استثنا ۲۷/۲۲، ۲۲/۳۰، ۲۷/۲۰۔

---

(۱) اللہ نے اسی لیے تو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی تھی کیونکہ توریت اپنی اصلی حالت میں نہ رہی تھی۔

سبب نمبر۴: قریت یعریم میں ۲۰ برس تک خداوند کا صندوق ابینداب کے گھر میں رہا(ا۔سموئیل ۷/ا۔۲) ۲۰ برس کے طویل عرصہ کے بعد داؤدؑ نے قریت یعریم سے تابوت سکینہ (خداوند کا صندوق) واپس منگوالیا(۲۔سموئیل ۶ /ا۔۵،۲۔تواریخ ا/۴،ا۔توریخ ۱۳/۵۔۸) صندوق کو بیل گاڑی پر رکھ کر لا رہے تھے اور بیل گاڑی کو ابینداب کے بیٹے عزہ اوراخیو ہانک رہے تھے(۲۔سموئیل ۶/۳) راستے میں بیل کے ٹھوکر کھانے کی وجہ سے عزہ نے بے اختیاری اور غیرارادی طور پرصندوق کو چھولیا، تب خداعزہ پر ٹوٹ پڑااور عزہ اسی وقت مرگیا، یہ دیکھ کرداؤدصندوق کواپنے ہاں لے آنے سے ڈرا اور اس نے اس ہلاکت خیز صندوق کو ایک غیر مذہب بت پرست جاتی عوبیدادوم کے گھر بھیج دیا، اس جاتی کے گھر میں صندوق ۳ماہ تک (ا) رکھا رہا (ا۔تواریخ ۱۳/۹۔۱۴،۲۔سموئیل ۶/۶۔۱۱) جاتی فلسطینیوں کا ہی قبیلہ تھا(یشوع ۱۳/ا۔۳) داؤد کی فوج میں جاتی بھی شامل تے (۲۔سموئیل ۱۵/۱۸) لیکن اندر سے یہ لوگ یہودیوں کے دشمن تھے، چنانچہ ایک جنگ میں داؤدؑ نے جولیت (جالوت) نامی ایک جاتی (۲) پہلوان کو ہلاک کردیا تھا(ا۔سموئیل ۱۷/۴،۲۳،۵۱) یعنی جاتی

(ا) ا۔تواریخ ۲۶/۴۔۸

(۲) ۲۔سموئیل ۲۱/۱۹ کے مطابق الحنان نے جاتی جولیت کوقتل کیا تھا، یوں ا۔سموئیل باب ۱۷اور ۲۔سموئیل ۲۱/۱۹میں زبردست اختلاف ہے۔اکثرپادری بہانہ کرتے ہیں کا کہ الحنان داؤد کا ہی دوسرا نام ہے، لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ داؤد کے باپ کا نام یسی تھا(ا۔سموئیل ۱۷/۱۲) جبکہ الحنان کے باپ کا نام یعری ارجیم تھا، مزید اختلاف یہ کہ ۲۔سموئیل ۲۳:۲۴ کے مطابق الحنان کے باپ کا نام دودو تھا دراصل الحنان نے جاتی جولیت کے بھائی لحمی کوقتل کیا تھا(ا۔تواریخ ۲۰:۵) لیکن ا۔تواریخ ۲۰/۵ میں الحنان کے باپ کا نام یعور لکھا ہے۔زبردست اختلاف ہے۔

بت پرست تھے، اغلب ہے کہ سمسون کی زنا کاریوں اور ہارونؑ کے بچھڑا بنا کر پوجنے کے واقعات اسی جاتی عوبید ادوم نے شامل بائبل کر دیئے ہوں گے۔

سبب نمبر ۵: خداوند کا صندوق جاتی عوبید ادوم سے واپس لے لینے کے بعد بھی طویل عرصہ تک جوں کا توں پڑا رہا، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں جب صندوق کو کھولا گیا تو اس میں سے احکام عشرہ کی دو لوحوں کے سوا کچھ نہ ملا (ا۔سلاطین ۹/۸) بقیہ توریت نا جانے کب اور کیسے گم ہو گئی؟ ہو سکتا ہے کہ جاتی عوبید ادوم ہی توریت لے اڑا ہو۔

سبب نمبر ۶: بائبل کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور تک بنی اسرائیل مکمل گمراہ ہو چکے تھے اور صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگے، اور موآبی دیوتا کموس اور عمونی مولک کے حضور بخور جلایا جانے لگا اور پہاڑوں پر اونچے مقام بنائے گئے (ا۔سلاطین ۱۱/۱۔۱۰) لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ لہٰذا منقسم ریاست نے جنم لیا، بچھڑے پوجے جانے لگے، کموس مولک عستارات اور ملکوم جیسے منحوس دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ ہونے لگی (ا۔سلاطین ۱۲/۲۸۔۳۲ و ۲۔تواریخ ۲۸/۲۲۔۲۶) چنانچہ لکھا ہے کہ۔ ”انہوں نے اپنی لیے ہر ایک اونچے ٹیلے پر اور ہر ایک ہرے درخت کے نیچے اونچے مقام اور ستون اور یسیرتیں بنائیں، اور اس ملک میں لوطی بھی تھے“ (ا۔سلاطین ۱۴/۲۲۔۲۴) گورمکھی بائبل میں لکھا ہے۔

”اتے دیس وچ گانڈو وی سن“ جبکہ ساری قوم میں فسق و فجور اور لونڈے بازی زنا کاری اور بت پرستی روزانہ کا معمول تھا تو توریت کی تقدیس و حفاظت کا خیال

کس کو ہوگا؟ اندریں حالات کہ تورات کا نسخہ حاصل کر لینا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی، کیونکہ ان دنوں توریت کا صرف ایک ہی نسخہ تھا جو پتھر کی لوحوں پر لکھا ہوا تھا، جسے بہت بڑے صندوق میں رکھا گیا تھا، جسے اٹھانے کے لیے نہایت طاقتور اور جفاکش مزدور مقرر تھے جو چوبوں کے سہارے خداوند کے صندوق کو اٹھاتے تھے (خروج ۱۴/۲۵) اس لیے ہر گھر میں توریت کا ہونا غیر ممکن تھا، جیسا کہ آپ سبب نمبر ۵ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس واحد نسخہ میں ایسی زبردست تحریف بالنقصان ہوئی کہ احکام عشرہ کی دو لوحوں کے سوا سب کچھ غائب ہو گیا (ا۔سلاطین ۹/۸) کریلا اور نیم چڑھا۔ یعنی ایک تو یہ نقصان کہ توریت ناپید ہو گئی اور دوسرا یہ کہ قوم گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں محوفسق و فجور، ایسی حالت میں تو توریت کے احکامات کا سینہ بسینہ پہنچنا بھی ممکن نہیں رہتا، جبکہ اسرائیلی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ مشہور مسیحی عالم ویل ہاسن Wellhausen کا بیان ہے کہ۔ ’’بنی اسرائیل کے بادشاہوں کے ایام سے پیشتر کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس نظریہ کے مطابق عہد عتیق کی داستانیں زبانی ایک پشت سے دوسری پشت تک پہنچائی گئی تھیں‘‘ (ہماری کتب مقدسہ۔ از پادری جی۔ ٹی۔ مینلی۔ صفحہ ۷۹) چنانچہ گراف Graf اور ویل ہاسن Wellausen جیسے عبرانی کے مشہور علماء کہتے ہیں کہ توریت موسیٰؑ کے ۵۰۰ برس بعد تک بھی کتابی شکل میں لکھی نہ گئی تھی۔ جیسا کہ پادری جی۔ ٹی۔ مینلی صاحب لکھتے ہیں۔ ’’آستروک (۱) (۱۷۵۳ء)، اِکخارن (۱۷۸۳ء)، ڈی واٹ (۱۸۰۵ء) اور ایوالڈ (۱۸۲۳ء) کے ابتدائی مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ توریت کے بارے میں یہ مفروضہ نمودار ہوا کہ اس کی ابتدائی صورت نسخوں کا ایک مسلسل

(۱) Astruc, Eichhorn, De Wette and Ewald, Graf and Wellhausen

مجموعہ تھا جس کی پہلی جلد موسیٰ کی موت کے چار یا پانچ سو سال بعد تک بھی لکھی نہیں گئی تھی۔ انیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں اس مفروضہ نے عبرانی کے دوروشن دماغ عالموں گراف اور ویل ہاسن کے ہاتھوں ایک مستحکم صورت اختیار کرلی" (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۷۱ تا ۷۲) پادری صاحب کے مفروضہ کہہ دینے سے پروفیسر گراف اور ویل ہاسن کے مضبوط دلائل کا رد نہیں ہوتا، لیکن ہم فی الحال یہ ثابت کر چکے ہیں کہ نصاریٰ میں قرون اولی سے ایسے علماء موجود رہے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ موسیٰ کی وفات کے ۵۰۰ برس بعد تک بھی توریت کتابی شکل میں موجود نہ تھی، اندریں حالات کہ توریت حفظ رکھنے والی قوم خود ہی فسق و فجور اور بت پرستی میں محو تھی، پھر بھلا توریت کی حفاظت کی توقع کیونکر کی جاسکتی ہے؟

بنی اسرائیل کی گمراہی اس حد تک بڑھی کہ آخز کے دور میں بت پرستی سرکاری مذہب بن گیا اور دیوتاؤں کی رضا کے لیے آخز بادشاہ نے اپنے سگے بیٹے کو آگ میں زندہ جھونک دیا۔ (۲۔تواریخ ۲۸/۳) آخز نے بیت المقدس کے ظروف کو جمع کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہیکل کو بند کر کے دروازوں پر تالے لگا دیئے (۲۔تواریخ ۲۸/۲۴) شاہ یہوداہ منسی کی ۱۲ سالہ حکومت میں بت پرستی عروج پر تھی (۲۔سلاطین ۲۱/۳۔۶،۷) یہی حالت یوسیاہ کے دور تک رہی۔

سبب نمبر ۷: آمون کے بیٹے یوسیاہ نے توبہ کی اور کفر وشرک کے خلاف جہاد کرتا رہا، اس کے باوجود یوسیاہ کی حکومت کے سترہ برس تک کسی کو توریت کی شکل تک دیکھنی نصیب نہ ہوئی اور نہ ہی کسی کو توریت کے وجود کا علم تھا، تب اچانک خلقیاہ کاہن نے دعویٰ کیا کہ اسے ہیکل کی صفائی کرتے ہوئے توریت ملی ہے (۲۔سلاطین ۲۲/۳۔۱۲، ۲۔تواریخ ۳۴:۱۴۔۱۹) بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل وہ لوگ

اپنے باپ دادا سمیت قوانین توریت سے بے خبر تھے (۲۔سلاطین ۲۲: ۱۳ و ۲۔تواریخ ۲۱:۳۴) اغلب ہے کہ بادشاہ یوسیاہ کو بت پرستی سے متنفر اور احکامات الٰہی کا دلدادہ دیکھ کر خلقیاہ کاہن نے خودساختہ توریت پیش کر کے کہا کہ اسے ہیکل سے ملی ہے فرد واحد کی گواہی پر کسی کتاب کو کلام الٰہی تسلیم کر لینا غیر معقول ہے۔ کیونکہ اس سے قبل ہیکل دو بار لٹ چکا تھا (ا۔سلاطین ۱۴/ ۲۵۔ ۲۶ و ۲۔سلاطین ۱۲/ ۱۸، ۱۴/ ۱۴، ۱۸/ ۱۵، ۱۶) اور ہیکل نے بت کدہ کی شکل اختیار کر لی تھی اور ہیکل کے ظروف تک توڑ ڈالے گئے تھے (۲۔تواریخ ۲۸/ ۲۴) تو توریت کو کس نے چھوڑا ہوگا؟ اور پھر سترہ برس تک یوسیاہ نے شریعت کے احیاء کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا لیکن اس کے باوجود کسی کو توریت کی شکل تک دیکھنی نصیب نہ ہوئی، سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوسیاہ کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود بھی خلقیاہ کاہن والا نسخہ کیوں نہ ملا؟ جو لوگ دن رات ہیکل میں مرمت کا کام کر رہے تھے انہیں توریت کا اتنا بڑا طومار کیوں نظر نہ آیا؟ قارئین مطلع ہوں کہ ان وقتوں میں چھوٹی سے چھوٹی کتاب بھی بھاری بھرکم طومار کی شکل میں ہوتی تھی۔ چنانچہ پادری ایف۔ ایس خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ۔ ''پرانے زمانے میں کتاب کی شکل مختلف تھی، پیپرس یا چمڑے کے کمائے ہوئے ٹکڑوں کو آپس میں جوڑ کر تقریباً دس انچ چوڑے اور کئی فٹ لمبے ٹکڑے کو کپڑے کے تھان کی طرح ایک لکڑی پر جوڑ کر لپیٹ دیا جاتا تھا، دوسرے سرے پر بھی لکڑی جوڑ دی جاتی تھی، اس پر خانوں میں بترتیب عبارت لکھ دی جاتی تھی، پڑھتے وقت اسے ایک طرف کی لکڑی پر لپیٹتے جاتے تھے، اور دوسری طرف کی لکڑی پر سے کھولتے جاتے تھے...... بائبل میں طومار کا ذکر اکثر آتا ہے (عزرا ۶/ ۲ و یرمیاہ ۳۶/ ۲، ۴ و حزقی ایل ۲/ ۹، ۲۔ تمیتھیس ۴/ ۱۳...... قمران کی غار سے جو یسعیاہ نبی کے صحیفہ کا طومار ملا ہے وہ چمڑے کے سولہ ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے، یہ دس انچ چوڑا اور ۲۴ فٹ لمبا ہے، اس کے متن میں ۵۴

خانے ہیں۔ یہ عام چمڑے پر لکھا گیا ہے'' (قاموس الکتاب ص ۶۱۶ مقالہ طومار) مذکورہ بالا طومار اور اسی طرح کے مزید طومار وادئ قمران کے گرد و نواح سے ۱۹۴۷ء۔ ۱۹۵۳ء کے درمیانی عرصہ میں ملے (ایضاً ص ۱۴۰ مقالہ بحیرہ مردار کے طومار) مسیحی محققین کے مطابق یہ طومار ایک ہزار سال پرانے ہیں (ایضاً) ثابت ہوا کہ آٹھویں صدی عیسوی کے آخر تک طوماروں کا رواج تھا، یسعیاہ کے دور میں اس کتاب کے طومار کی ضخامت اس سے بھی کہیں زیادہ ہوگی، یسعیاہ کے صحیفہ میں ۶۶ ابواب اور ۱۲۲۲ آیات ہیں جبکہ توریت کی پانچوں کتابوں کے ۱۸۷ اباب اور ۵۸۰۵ آیات ہیں یعنی توریت میں ۱۲۱ باب اور ۴۵۸۳ آیات کتاب یسعیاہ سے زیادہ ہیں، یوں اگر ۱۲۲۲ آیات پر مشتمل کتاب یسعیاہ کے طومار کا چمڑا ۲۴ فٹ ہو تو ۵۸۰۵ آیات والی توریت کے طومار کا چمڑا کم از کم ۱۱۴ فٹ لمبا (۱) ہونا چاہیئے۔ ہم حیران ہیں کہ توریت کا اتنا بڑا طومار جو ہیکل میں رکھا ہوا تھا وہ کسی پجاری یا بڑھئی یا معمار کو کیوں نظر نہ آیا؟ مرمت کرنے والوں کو ہیکل کی دراڑیں تو نظر آ گئیں (۲۔سلاطین ۲۲/۵۔۶) لیکن اتنا بھاری بھرکم طومار نظر نہ آیا؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ نسخہ خلقیاہ کاہن کی ایجاد تھا۔

سبب نمبر ۸: یوسیاہ آٹھ برس کی عمر میں حکمران بنا (۲۔سلاطین ۲۲/۱) اور اکتیس ۳۱ برس حکومت کی (ایضاً، ۲۔تواریخ ۳۴/۱) اس دوران یوسیاہ نے کفر و شرک کے خلاف

---

(۱) اگر ہزار سال پرانا طومار اتنا بھاری بھرکم ہے تو یسعیاہ کے دور میں تو اس کتاب کی ضخامت اور بھی زیادہ ہوگی جبکہ یوسیاہ کا دور یسعیاہ سے بھی بہت پہلے کا ہے، یعنی یوسیاہ کے دور میں تہذیب و تمدن نے اتنی ترقی نہیں کی تھی جتنی کہ یسعیاہ کے دور تک، اس لیے یوسیاہ کے دور میں توریت کا طومار ۱۱۴ فٹ سے بھی زیادہ طویل اور ضخیم ہوگا۔ جسے بیل گاڑی پر لاد کر ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاتا ہوگا (۲۔سموئیل ۶/۱۔۱۱) اتنا بڑا طومار ہیکل میں پڑا کسی کو نظر نہ آیا حالانکہ دن رات تلاش جاری تھی، پھر بھلا خلقیاہ کاہن نے کونسی گیدڑ سینگھی استعمال کی کہ اسے اسی ہیکل میں سے توریت مل گئی؟

خوب جہاد کیا (۲۔تواریخ ۳۴/۱۔۷) لیکن یوسیاہ کی وفات کے بعد قوم پھر گمراہ ہو گئی، اب یوسیاہ کا بیٹا یہوآخز حکمران بنا جو کہ مرتد تھا (۲۔سلاطین ۲۳/۳۱۔۳۲) مصری فرعون نکوہ نے حملہ کر کے اسے حمات کے علاقہ ربلہ میں قید کر دیا (ایضاً ۲۳/۳۳) فرعون نکوہ نے اسرائیلیوں پر سو قنطار چاندی اور ایک قنطار (۱) سونا خراج مقرر کیا، اور یہوآخز کی جگہ یوسیاہ کا دوسرا بیٹا الیاقیم یعنی یہویقیم حکمران بنا، یہ بھی مرتد تھا، اس کی حکومت کے گیارہویں برس شاہ بابل نبوکدنضر (بخت نصر) نے حملہ کر کے اسے گرفتار کر کے بیڑیاں ڈالیں اور ہیکل کے کافی ظروف سمیت اسے بابل بھیج دیا (۲۔سلاطین ۲۳/۳۴ تا ۲۴/۷، ۲۔تواریخ ۳۶/۴۔۸) اس کے بعد یہویقیم کا بیٹا یہویاکین حکمران ہوا۔ یہ بھی مرتد تھا اور صرف تین ماہ حکومت کر سکا اور نبوکدنضر نے حملہ کر کے یہویاکین اور اس کی ماں اور بیویوں اور خادموں اور سرداروں اور عہدہ داروں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا اور ہیکل سمیت پورے یروشلیم میں تباہی مچا دی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ’’اور وہ خداوند کے گھر کے سب خزانوں اور شاہی محل کے سب خزانوں کو وہاں سے لے گیا، اور سونے کے سب برتنوں کو جن کو شاہ اسرائیل سلیمان نے خداوند کی ہیکل میں بنایا تھا اس نے کاٹ کر خداوند کے کلام کے مطابق ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے‘‘ (۲۔سلاطین ۲۴/۱۰۔۱۶) ایسی زبردست لوٹ مار کے باوجود توریت کو محفوظ سمجھنا مسیحیوں کا تجاہل نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ کیونکہ بخت نصر نے ہیکل میں موجود برتنوں کو بھی توڑ دیا تھا اور ہیکل کا خزانہ لوٹ لیا تھا لہٰذا اس امر کے قوی امکانات ہیں کہ اس لوٹ مار میں خلقیاہ کاہن والا نسخہ بھی ضائع ہو گیا ہو گا۔

---

(۱) قنطار عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے، ڈھیر۔ عبرانی میں ’’ککار‘‘ یعنی گول چکر، کہتے ہیں یہ وزن کی سب سے بڑی اکائی تھی۔ جس کا وزن تقریباً ۳۰ کلوگرام تھا، ایک قنطار میں تین ہزار مثقال تھے جبکہ ایک مثقال دس سے تیرا گرام کا تھا، قنطار کو یونانی میں تلنتن کہتے ہیں، پروٹسٹنٹ بائبل کے نئے عہد نامہ میں اس نام کی نقدی کو توڑا پکارا گیا ہے، جبکہ کیتھولک بائبل میں قنطار ہی درج ہے (متی ۱۸:۲۴= ۲۵:۱۵، ۱۶، ۲۰) مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۱)

نبوکدنصر کا دوسرا بڑا حملہ (۱)

سبب نمبر 9: یہویاکین کے بعد اس کا چچا صدقیاہ تخت نشین ہوا، یہ بھی مذہب سے بیزار عیاش اور مرتد تھا (۲۔سلاطین ۲۴/۱۸۔۲۰) چونکہ پوری قوم بھی مرتد ہو چکی تھی اور اتنی تباہیاں دیکھنے کے باوجود بھی قوم نے توبہ نہ کی، صدقیاہ کی حکومت کے نویں برس کے دسویں مہینے کے دسویں دن بخت نصر شاہ بابل نے لشکر جرار لیکر یروشلیم پر چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کرلیا اور آخر شہر پر کلدانیوں (کسدیوں) کا مکمل قبضہ ہو گیا چنانچہ لکھا ہے۔''انہوں نے صدقیاہ کے بیٹوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا اور صدقیاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں اور اسے زنجیروں سے جکڑ کر بابل کو لے گئے اور شاہ بابل نبوکدنضر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن شاہ بابل کا ایک خادم نبوزرادان جو جلوداروں کا سردار تھا یروشلیم اور اس نے خداوند کا گھر اور بادشاہ کا قصر اور یروشلیم کے سب گھر یعنی ہر ایک بڑا گھر آگ سے جلا دیا، اور کسدیوں کے سارے لشکر نے جو جلوداروں کے ہمراہ تھا یروشلیم کی فصیل کو چاروں طرف سے گرا دیا'' (۲۔سلاطین ۲۵/۱۔۱۱) ان کے مقدس کے گھر میں ان کے جوانوں کو تلوار سے قتل کیا اور اس نے کیا جوان مرد کیا کنواری بڈھا یا عمر رسیدہ کسی پر ترس نہ کھایا......اور خدا کے گھر کے سب ظروف کیا بڑے کیا چھوٹے، اور خداوند کے گھر کے خزانے اور بادشاہ اور اس کے سرداروں کے خزانے یہ سب وہ بابل کو لے گیا، اور انہوں نے خدا کے گھر کو جلا دیا'' (۲ تواریخ ۳۶:۱۵۔۲۰)

---

(۱) ۲۔تواریخ ۳۶/۱ میں صدقیاہ کو یہویاکین کا بھائی لکھا گیا ہے جو غلط ہے یہویاکین کے باپ یہویقیم اور صدقیاہ کا باپ تو ایک تھا لیکن مائیں الگ الگ تھیں، یعنی یوسیاہ کے بیٹے یہوآخز اور صدقیاہ کی ماں حموطل بنت یرمیاہ لبناہی تھی ۲۔سلا ۲۳/۳۱ و۲۴و۱۸) جبکہ یہویقیم کی ماں زبودہ بنت فدایاہ رومی تھی۔(۲۔سلاطین ۲۳:۳۶)

بالفرض محال اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہویاکین پر حملہ کے وقت خلقیاہ کاہن والا نسخہ محفوظ رہ گیا تھا تو صدقیاہ کے وقت نبوکدنضر نے رہی سہی کسر بھی نکال دی اور ہیکل سمیت سارے یروشلیم کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور زندہ بچ جانے والے تمام مرد وزن کو اسیر کر کے بابل لے گیا۔ اس لئے خلقیاہ کاہن والا نسخہ بھی ضائع ہو گیا، جیسا کہ کیتھولک بائبل میں لکھا ہے۔ ”جب کلدانیوں نے یروشلیم کو لے لیا تو اسے آگ سے جلا دیا تھا“ (باروک ۱/۲) مزمور نویس آسف لکھتا ہے۔ ”اے خدا! قومیں تیری میراث میں گھس آئی ہیں، انہوں نے تیری مقدس ہیکل کو ناپاک کیا ہے، انہوں نے یروشلیم کو کھنڈر بنا دیا ہے۔ انہوں نے تیرے بندوں کی لاشوں کو آسمان کے پرندوں کی اور تیرے مقدسوں کے گوشت کو زمین کے درندوں کی خوراک بنا دیا ہے، انہوں نے ان کا خون یروشلیم کے گرد پانی کی طرح بہایا اور کوئی ان کو دفن کرنے والا نہ تھا“ (زبور ۷۹/۱۔۳) یرمیاہ نبی نے یوں نوحہ کیا۔ ”وہ بستی جو خلعت سے معمور تھی، کیسی خالی پڑی ہے، وہ خاتون اقوام بیوہ سی ہو گئی، وہ ملکہ ممالک باجگذار بن گئی، وہ رات کو زار زار روتی ہے، اس کے آنسو رخساروں پر بہتے ہیں، اس کے چاہنے والوں میں کوئی نہیں جو اسے تسلی دے“۔ (یرمیاہ ۱/۱۔۲) ثابت ہوا کہ مذکورہ تباہی میں توریت ناپید ہو چکی تھی، بنی اسرائیل ۷۰ برس تک بابل کی اسیری میں رہے (۲۔تواریخ ۳۶/۲۱) مزید دیکھو قاموس الکتاب صفحہ ۷۵ کالم نمبر ۲، مسیحی علماء کے بقول اس طویل اسیری میں عبرانی بولنے والی نسل ختم ہو گئی، اور نئی نسل عبرانی سے ناواقف تھی وہ بابلی زبان (۱) بولتے تھے (ہماری کتب مقدسہ، از پادری جی۔ ٹی مینلی ص ۱۷۳ سطر ۲۴)

(۱) پادری آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”زمانہ اسیری میں وہ اپنی مادری زبان عبرانی بھول گئے تھے اور اب وہ ارامی بولتے تھے“۔ (صحت کتب مقدسہ صفحہ ۸۵)

سبب نمبر ۱۰: توریت چونکہ ناپید ہو چکی تھی چنانچہ پادری جی۔ ٹی۔ مینلی صاحب ۲۔ایسڈرس کا بیان یوں نقل کرتے ہیں کہ: ''کتاب مقدس کی تمام کتب آگ سے جل کر راکھ ہوگئیں اور عزرا کو الہام ہوا کہ وہ چالیس دن کے عرصہ میں انہیں دوبارہ لکھے، فہرست مسلمہ کو عبادت خانہ کے ۱۲۰ معزز اشخاص کی جماعت نے مرتب کیا'' (۲۔ایسڈرس ۱۴/۱۹۔۴۸ و ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۵۷) سید معروف شاہ شیرازی صاحب اپاکرفا کی کتاب عزرا دوم کی عبارت لکھتے ہیں کہ۔ ''کیونکہ تیری (کتاب) ہدایت جل چکی ہے اس لئے کوئی شخص ان معاملات کا علم نہیں رکھتا جو گزر چکے۔روح القدس کو مجھ میں داخل کردے اور میں پھر وہ سب کچھ لکھوں جو تیرے قانون کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا'' (۲۔عزرا ۱۴: ۲۰۔۲۲،منقول از۔قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ جلد نمبر ا صفحہ ۲۶۴) ''دوسرے روز آواز نے مجھے بلایا اور کہا اے عزرا! اپنا منہ کھول اور وہ کچھ پی جو میں تجھے پینے کے لئے دیتا ہوں، سو میں نے اپنا منہ کھول دیا، تب اس نے مجھ تک ایک پیالہ بھیجا، وہ پانی سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا، لیکن اس کا رنگ آتشین تھا، میں نے اسے لیا اور پی گیا، جب میں نے اسے پی لیا تو مجھ میں فہم وفراست اور بصیرت پیدا ہوگئی اور میری روح نے میرے حافظے کو قوی بنا دیا اور میری زبان کھل گئی تو بند نہیں ہوئی اور لکھنے والے چالیس دن تک بیٹھے رہے، وہ دن بھر لکھتے اور صرف رات کے وقت کچھ کھاتے تھے، اور میں دن بھر لکھتا رہتا تھا، اور رات کو بھی میری زبان بند نہ ہوتی تھی، چالیس دنوں میں انہوں نے ۲۰۴ کتابیں لکھ ڈالیں'' (۲۔عزرا ۳۸/۳۸۔۴۴) بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ کا ''قرآن نمبر'' جلد نمبر ا صفحہ ۲۶۴) پادری کینن ڈبلیو۔ایچ۔ ٹی گیرڈنر صاحب خیالی مناظرہ پر مبنی اپنی کتاب ''الہام'' کے صفحہ ۱۲ تا ۱۳ میں یہودی کوہن افندی کا بیان مذکورہ بالا روایت کے متعلق یوں لکھتے ہیں، ''یہ ایک

ایسی کتاب میں مرقوم ہے جو صرف زمانہ عزرا کے بعد ہی نہیں بلکہ مسیح کے بعد تصنیف کی گئی یعنی عزرا کے زمانے کو پانچ سو برس سے بھی زیادہ کا عرصہ گذرنے پر، اور اس پانچ سو برس کے درمیان ہمیں کوئی بات بھی اس روایت کی تائید میں نہیں ملتی بلکہ ہر بات اس روایت کو غیر معتبر ٹھہراتی ہے اور یوں صاف ظاہر ہے کہ صرف عزرا کے نام کو زیادہ عظمت دینے کے لئے یہ روایت گھڑی گئی ہے اور جو خدمت عزرا نے شریعت کو محفوظ رکھنے اور اسے جمع کرنے میں کی ہے اسے اس روایت سے زیادہ بڑھانا مراد ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ محض اختراع ہے''۔

پادری صاحب کے بیان سے ثابت ہوا کہ یہود ونصاریٰ کی شروع سے ہی عادت رہی ہے کہ کسی شخص کے مقام کو بڑھانے یا گھٹانے کے لیے یہ لوگ جعلی روایات گھڑ کر شامل بائبل کر دیا کرتے تھے، یا پھر بعض اوقات مطلب کے خلاف سچی بات کو بھی محض اختراع قرار دے کر رد کر دیا کرتے تھے۔ البتہ اس بات کو پادری نے بھی تسلیم کیا ہے کہ فقیہ عزرا نے شریعت موسوی کو محفوظ اور جمع کرنے کا کام سرانجام دیا ہے۔ اگر عزرا کے زمانہ میں توریت موجود ہوتی تو لوگ جمع ہو کر عزرا کی خدمت میں حاضر ہو کر توریت دیکھنے کی خواہش کا اظہار نہ کرتے۔ جیسا کہ بائبل میں لکھا ہے۔ ''سب لوگ یک تن ہو کر پانی پھاٹک کے سامنے کے میدان میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے عزرا فقیہ سے عرض کی کہ موسیٰ کی شریعت کی کتاب کو جس کا خداوند نے اسرائیل کو حکم دیا تھا لائے، اور ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ کو عزرا کاہن توریت کو جماعت کے یعنی مردوں اور عورتوں اور ان سب کے سامنے لے آیا جو سن کر سمجھ سکتے تھے، اور وہ اس میں سے پانی پھاٹک کے سامنے کے میدان میں صبح سے دو پہر تک مردوں اور عورتوں اور سبھوں کے آگے جو سمجھ سکتے تھے پڑھتا رہا اور سب لوگ شریعت

کی کتاب پر کان لگائے رہے......اور انہوں نے اس کتاب یعنی خدا کی شریعت میں سے صاف آواز سے پڑھا۔ پھر اس کے معنی بتائے اور ان کو عبارت سمجھا دی، اور نحمیاہ نے جو حاکم تھا اور عزرا کاہن اور فقیہ نے اور ان لاویوں نے جو لوگوں کو سکھا رہے تھے سب لوگوں سے کہا آج کا دن خداوند تمہارے خدا کے لیے مقدس ہے، نہ غم کرو نہ رو، کیونکہ سب لوگ شریعت کی باتیں سن کر رونے لگے تھے......اور لاویوں نے سب لوگوں کو چپ کرایا اور کہا خاموش ہو جاؤ کیونکہ آج کا دن مقدس ہے اور غم نہ کرو'' (نحمیاہ ۸/۱۔۱۱)

قوم کا عزرا فقیہ کو توریت لانے کو کہنا، اور عوام کی نا سمجھی کی وجہ سے لاویوں کا لوگوں کو سمجھانا اور سمجھ لینے کے بعد عوام کا رونا اور فرط جذبات سے روتے لوگوں کو عزرا کاہن اور حاکم نحمیاہ اور لاویوں کا تسلی دینا اور چپ کرانا اس امر پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک طویل مدت کے بعد توریت ملی تھی، جسے وہ سمجھ نہ سکتے تھے لہٰذا لاویوں نے ترجمہ کیا تب عوام سمجھ کر روئے۔

فقیہ عزرا والا نسخہ ءتوریت بھی گم ہو گیا

سبب نمبر ۱۱: یونانی فاتح سکندر اعظم کی موت کے بعد شہنشاہ فرنگستان انطاکس چہارم نے شاہ مصر بطلماؤں کو مغلوب کرنے کے بعد یروشلیم پر چڑھائی کی اور یروشلیم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، بائبل مقدس میں لکھا ہے کہ ''بڑی فوج لے کر اسرائیل اور یروشلیم کے خلاف کوچ کیا، وہ تکبر کے ساتھ مقدس (۱) میں داخل ہوا اور طلائی مذبح اور شمعدان۔ اس کے تمام سامان سمیت اور نان نذر کی میز اور تپاون کے برتن اور پیالے اور طلائی عود سوز اور پردہ اور تاج اور ہیکل کے اگواڑے کی سنہری آراستگی لے لی

(۱) مقدس سے مراد ہیکل ہے۔

اور تمام پتر چڑھائی اتار لی، اور اس نے چاندی اور سونا اور نفیس ظروف اور جو کچھ پوشیدہ خزانوں میں پایا گیا لے لیا، اور سب کچھ اٹھا کر اپنے ملک کو لوٹ گیا، بعد اس کے کہ اس نے بہت خون بہایا اور بڑی کفر گوئی کی، تب اسرائیل کے تمام ملک میں بڑا نوحہ برپا ہوا، سردار اور بزرگ ماتم کرنے لگے، کنواریاں اور نوجوان پژمردہ ہو گئے اور عورتوں کا حسن مبدل ہو گیا، ہر ایک دلہے نے مرثیہ پڑھا اور دلہن خلوت خانے میں نوحہ کرتی تھی، ملک اپنے باشندوں کے سبب سے لرزا'' (ا۔مکابیین ۱/۲۰۔۲۸)

انطاکس کی مذکورہ بالا بربریت کے دوران توریت کا محفوظ رہنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ اتنی بڑی خونریزی اور کفر گوئی کرنے والے نے توریت کو کیوں چھوڑا ہوگا؟۔ جو کفر گوئی کرتا تھا وہ توریت کا تو سخت دشمن ہوگا۔ بالفرض محال اگر بائبل کو محفوظ بھی سمجھ لیا جائے تو صرف دو برس بعد پھر انطاکس نے موسیوں کے سردار سے بنی اسرائیل پر پہلے سے بھی خطرناک زبردست حملہ کروا کر رہی سہی کسر بھی نکال دی، چنانچہ لکھا ہے۔ ''دو سال کے بعد بادشاہ نے موسیوں کے سردار کو یہوداہ کے شہروں کی طرف بھیجا اور وہ بڑی فوج لے کر یروشلیم کے سامنے پہنچا اور اس نے ان کے ساتھ مکر کر کے صلح کی ایسی باتیں کیں کہ انہوں نے اس کا اعتبار کر لیا، پھر نا گہاں شہر پر حملہ کر دیا۔ اور اسے بری طرح شکست دی اور اسرائیل میں سے بہت لوگوں کو ہلاک کر دیا، اس نے شہر کا مال و متاع لوٹ لیا اور اسے آگ سے جلا دیا اور گھروں اور اردگرد کی شہر پناہ کو ڈھا دیا، عورتیں اور بچے اسیر کر لیے گئے اور مواشی پر قبضہ کر لیا گیا..... مقدس کے گرد بے گناہ خون بہایا گیا اور مقدس مقام کو ناپاک کیا گیا، یروشلیم کے باشندے ان کے سبب سے بھاگ گئے تو وہ پردیسوں کی جائے سکونت ہو گیا پر اپنی اولاد کے لیے بیگانہ ٹھہرا اور اس کے فرزند اسے چھوڑ گئے، اس کا مقدس بیابان کی

طرح ویران ہو گیا اس کی عیدیں ماتم سے بدل گئیں'' (۱۔مکابیین ۱/۲۹۔۴۰) جبکہ پورے یروشلیم کو ہی آگ سے جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا تھا تو توریت کا بچ رہنا محال عقلی ہے۔ اور پھر اس کے بعد انطاکس نے ایمان کش اقدامات کیے، چنانچہ آرچڈیکن برکت اللہ لکھتا ہے۔ ''۱۶۷ ق م میں اس نے خصوصی یہودی رسوم مثلاً ختنہ وسبت وغیرہ ممنوع قرار دے دیا اور حکم صادر کیا کہ یہودی کتب مقدسہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے، جس شخص کے گھر سے کتب مقدسہ کا کوئی نسخہ برآمد ہوتا اس کو جان سے مار دیا جاتا، اس نے حکم دیا کہ تمام یہودیہ کے باشندے خدائے واحد کی بجائے بتوں کی پرستش کریں...... ہیکل دیوی دیوتاؤں کے بتوں کی پرستش کے لیے مخصوص کر دی گئی...... اس نے یروشلیم کو جلا دیا...... یہود کو احکام سبت کو توڑنے اور حرام اشیاء کو کھانے پر مجبور کیا'' (صحت کتب مقدسہ ص۱۰۲) بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ ''بعد ازیں انطاکس بادشاہ نے اپنی تمام مملکت کے لیے یہ فرمان صادر کیا کہ سب لوگ ایک ہی قوم بن جائیں۔ اور ہر ایک اپنے دستوروں کو چھوڑ دے، سب قوموں نے شاہی فرمان کی اطاعت کی، اور اسرائیل میں سے بھی بہتیرے اس کے دین کو اختیار کر کے بتوں کے آگے قربانی گزراننے اور سبت کو ناپاک کرنے لگے، بادشاہ نے یروشلیم اور یہوداہ کے شہروں میں ایلچیوں کے ہاتھ فرمان بھیجے کہ اپنے ملک میں اجنبی دستور اختیار کریں، اور مقدس میں سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں اور تپاونوں کے گزراننے سے باز آجائیں اور سبت اور دیگر عیدوں کا منانا بند کر دیں اور ہیکل اور اشخاص مخصوصہ (۱) کو بے حرمت کریں، اور مذبح اور مندر اور بت خانے بنائیں اور خزیروں اور دیگر حرام جانوروں کو ذبح کریں اور اپنے بیٹوں کو نامختون رہنے دیں اور اپنی روحوں کو ہر طرح کی نجاست اور مکروہیت سے پلید کریں، یہاں تک کہ شریعت (۲) کو فراموش کر دیں

(۱) یعنی کاہن اور لاوی وغیرہ) (۲) یعنی توریت یعنی پرانا عہد نامہ

اور تمام روائیتوں کو ترک کر دیں۔ اور جو کوئی شاہی فرمان کے مطابق عمل نہ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ اس نے اس مضمون کا فرمان مملکت کی ہر جگہ میں لکھ کر بھیجا اور اس نے تمام لوگوں پر ناظر مقرر کیے اور حکم دے دیا کہ یہوداہ کے تمام شہروں میں شہر بہ شہر قربانی گزرانی جائے اور لوگوں میں سے بہتیرے یعنی وہ جنہوں نے شریعت کو ترک کر دیا تھا ان سے مل گئے اور انہوں نے ملک میں شرارت کی، اور اسرئیل کو مجبور کر دیا کہ اپنی تمام پناہ گاہوں میں چھپ جائیں اور سن ایک سو پینتالیس کے کسلیو مہینے کی پندرھویں تاریخ کو مذبح پر مکروہ اتلاف نصب کر دیا، اور یہوداہ کے شہروں میں ہر جگہ بھینٹ گاہیں بنائی گئیں، اور گھروں کے دروازوں پر اور چوکوں میں بخور جلایا جانے لگا اور شریعت کے جتنے طومار پائے جاتے تھے وہ پھاڑ کر آگ میں جلا دیئے جاتے تھے، اور جس کسی کے پاس عہد کا طومار پایا گیا یا جو کوئی شریعت کو عمل میں لاتا تھا وہ شاہی فرمان کے مطابق قتل کر دیا جاتا تھا، اور اسی طرح اسرائیل کے ان لوگوں کے ساتھ جو شہروں میں پکڑے جاتے تھے ماہ بہ ماہ سختی سے سلوک ہوتا رہا، مہینے کی پچسویں تاریخ میں اس بھینٹ گاہ پر جو مذبح بنائی ہوئی تھی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی، اور جو عورتیں اپنے بچوں کا ختنہ کراتی تھیں وہ فرمان کے مطابق قتل کر دی جاتی تھیں، ان کے بچے ان کی گردنوں کے ساتھ لٹکا دیئے جاتے تھے اور ان کے گھر والے اور ختنہ کرنے والے بھی ہلاک کر دیئے جاتے تھے"۔ (ا۔مکابیین ۱/۴۱۔۶۱)۔

بائبل مقدس کے مذکورہ بالا خون آشام واقعات پڑھ کر کوئی عاقل عہد عتیق کے محفوظ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، اندریں حالات کہ ان پر ناظر مقرر تھے جو پل پل کی خبر رکھتے تھی۔ آرچڈ یکن برکت اللہ لکھتا ہے۔ "بادشاہ اینٹی اوکس اپی فینیز (۱۷۵ء تا ۱۶۴ ق۔م Antiocus Epiphunes نے اہل یہود کو ایسی ایذائیں دیں

جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس نے حکم دے رکھا تھا کہ عبرانی کتب مقدسہ کے نسخہ جات جہاں کہیں ملیں تلف کر دیئے جائیں اور اگر وہ کسی شخص کے پاس ملیں تو وہ جان سے مارا جائے (ا۔مکابی ۱/۵۴۔۵۸) ظاہر ہے کہ اس ایذا رسانی کی وجہ سے کتب مقدسہ کے متعدد نسخے ضائع ہو گئے'' (صحت کتب مقدسہ ص ۴۷) اس زمانے کا کاہن متتیاہ بن یوحنا لکھتا ہے۔''مقدس اجنبیوں کے حوالے کر دیا گیا ہے اس کی ہیکل ذلیل کی مانند ہو گئی ہے۔اس کی شوکت کے ظروف اسیری میں لے لیے گئے، اس کے بچے اس کے کوچوں میں اور اس کے نوجوان تلوار سے قتل کر دیئے گئے ہیں۔کون سی قوم اس کی سلطنت کی وارث نہیں ہوئی؟ اور اس کے مال ومتاع کو نہیں لوٹا؟ اس کی تمام زینت اتاری گئی ہے جو آزاد تھی وہ لونڈی ہو گئی ہے، دیکھ ہمارا مقدس مقام ہماری عزت اور ہماری شوکت کیسے برباد ہو گئی ہے اور غیر قوم کے لوگوں نے اسے ذلیل کر دیا ہے۔تو کس لیے ہم زندہ رہیں؟'' (ا۔مکابیین ۲/۷۔۱۲)

مذکورہ بالا واقعات ۱۶۹۔۱۶۸ ق م کے ہیں، انطاکس چہارم (اپفینس) کے مظالم سے توریت کے رہے سہے نسخے بھی ناپید ہو گئے، ۲۵ دسمبر ۱۶۵ ق م میں یہوداہ مکابی نے بغاوت کر کے فتح حاصل کی اور یروشلیم کو آزاد کرالیا، یہودی اس کی یاد میں ابھی تک عید حنوکہ مناتے ہیں، اسے عید تجدید بھی کہتے ہیں جو آٹھ روز تک منائی جاتی ہے (قاموس الکتاب صفحہ ۶۷۶ کالم نمبر ۱) یہوداہ مکابی فتح حاصل کر کے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جب ہیکل میں پہنچا تو ''انہوں نے دیکھا کہ مقدس مقام ویران اور مذبح ناپاک کیا ہوا ہے، اور دروازے جلے ہوئے ہیں، اور صحنوں میں جھاڑیاں ایسے ہیں جیسے جنگل میں یا کسی پہاڑ پر اگی ہوئی ہوں۔اور حجرے ڈھائے ہوئے ہیں۔اس پر انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑے اور سخت نوحہ کیا اور سر پر راکھ ڈالی، اور

منہ کے بل زمین پر گرے اور انہوں نے نقارے کے نرسنگے پھونکے اور آسمان کی طرف چلائے'' (ا۔مکابیین ۴/۳۸۔۴۰) دو برس بعد انطاکس پنجم نے یروشلیم کی دیواریں توڑ ڈالیں اور ہیکل کو ڈھا دیا، گو کہ تھوڑے عرصہ بعد ہی یروشلیم پھر یہودیوں کے قبضہ میں آ گیا لیکن ایک نئی آفت آن پڑی بنی اسرائیل میں آپس کے اختلافات اور حسد اس حد تک بڑھے کہ خود یہودی راہنما سکندر ینالیس Alexander Jannar نے آٹھ سو فریسیوں کو مصلوب کرا دیا (قاموس الکتاب ص ۱۱۱۶ کالم نمبر ا) بعد ازاں ۶۴ ق م میں پمپئی نے یروشلیم کو فتح کر کے اس کی دیواروں کو ڈھا دیا، پادری ایف۔ایس۔ خیر اللہ بتاتے ہیں کہ۔''۵۵ ق م میں رومی جرنیل کراسوس Crossus نے ہیکل کو تاخت و تاراج کیا، اس کے ۱۵ سال بعد اس علاقے پر پارتھی قابض ہو گئے، اب وقت آ پہنچا تھا کہ وہ ظالم لیکن قابل شخص جسے نئے عہد نامہ میں ہیرودیس اعظم کہا گیا ہے منظر پر آیا ۴۰ ق م میں اوگوستس نے یہودیوں کا بادشاہ مقرر کیا، اس نے علاقے کو حاصل کرنے کے لیے جو اس کی تحویل میں دیا گیا جنگ کی، لیکن وہ یروشلیم پر تین ماہ کے محاصرہ کے بعد ہی ۳۷ ق م میں قابض ہو سکا'' (قاموس الکتاب ص ۱۱۱۶ کالم نمبر ا) قبضہ کے بعد ہیرودیس اعظم نے ۲۰ ق م سے ایک شاندار ہیکل کی تعمیر شروع کی اور ۶۲ء میں مکمل ہوئی (ایضاً) یہ ہیکل بھی جلد ہی تباہ کر دی گئی (ایضاً ص ۱۰۹۵ کالم نمبر ا) یہ ہیرودیس کی ہیکل کہلاتی تھی۔

سبب نمبر ۱۲۔ ططس رومی کا حملہ اور متعصب مسیحی

اب انجیلی یعنی نئے عہد نامہ کا دور تھا، مسیحی روایات کے مطابق چاروں انجیلیں اور رسولوں کی خطوط لکھے جا چکے تھے۔''۷۰ء کے ماہ اگست میں جب رومی فوجوں نے یروشلیم پر قبضہ کیا تو انہوں نے ہیکل کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، رومہ میں

ططس کی فتح کی محراب پر سپاہیوں کو ہیکل کے ظروف اور لوٹ کا مال لے جاتے دکھایا گیا ہے'' (قاموس الکتاب ص ۱۰۹۶ کالم نمبر ۲) اس زمانہ تک نئے اور پرانے عہد ناموں کی مقدس کتابیں صرف ہیکل میں ہی ملتی تھیں۔ گرجے ابھی تعمیر نہ ہوئے تھے، جبکہ عام آدمی کے بس کا روگ نہ تھا کہ وہ کتب مقدسہ کے طومار خرید ے، چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیراللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''اگر ہم پرانے زمانہ میں یروشلیم یا روم یا افسس کے کسی گرجا میں جاتے تو ہم کو ایک صندوق ملتا جس میں ذیل کے نسخے ہوتے (۱) عہد عتیق کی چند کتابوں کے عبرانی نسخے۔ (۲) عہد عتیق کی بہت سی کتابوں کے یونانی ترجمے (۳) اپا کرفا کی چند کتب (۴) مکمل عہد جدید'' (قاموس الکتاب ص ۱۲۵ کالم نمبر ۱) ''یہ سب نسخے قلمی تھے کیونکہ چھاپے کا فن پندرھویں صدی میں ایجاد ہوا۔ چونکہ اگلے وقتوں میں یہ کتب بڑی محبت سے اور بڑا وقت خرچ کر کے لکھی جاتی تھیں اس لیے یہ نہایت قیمتی ہوتی تھیں'' (ایضاً) ثابت ہوا کہ بائبل کے نسخے صرف ہیکل مین ہی ہوتے تھے، قرون اولیٰ میں چونکہ عیسائیت کو یہودیوں کا ہی فرقہ سمجھا جاتا تھا اس لئے نئے عہد نامہ کو بھی ہیکل میں رکھا جاتا تھا، اور ططس رومی نے جبکہ ہیکل کو ہی جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا تھا تو بائبل کا بچ رہنا محال عقلی ہے۔ پرانے عہد نامہ کیساتھ ساتھ نیا عہد نامہ بھی صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب رقمطراز ہیں کہ۔ ''رومی سپہ سالار ططس نے اس شہر کی ۱۴۳ دن کے محاصرہ کے بعد اینٹ سے اینٹ بجادی۔ نئے عہد نامہ میں اس کی پیشنگوئی کر دی گئی تھی (متی ۲/۲۴) اس ہولناک تباہی میں چھ لاکھ یہودی مقتول ہوئے اور ہزاروں اسیر کر لئے گئے، اس تباہی کے بعد ۶۰ سال تک اس شہر کی تاریخ تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے یہودیوں نے رومی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی ایک ناکام کوشش کی ۱۳۴ء میں

انہوں نے جھوٹے المسیح برکوخبا Bar cochla کی راہنمائی میں بغاوت کی لیکن انہیں شکست فاش ہوئی اور یروشلیم میں جو کچھ بچ رہا تھا اسے بھی پیوند خاک کر دیا گیا یہاں تک کہ بنیادوں کو بھی اکھاڑ دیا گیا، دو سال بعد رومیوں نے شہر کو نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ اور اس کا نام ''ایلیا کپیتولینا'' Aelia Capitalina رکھا، اس نئے شہر میں یہودیوں کو دو سو سال تک داخل ہونے کی اجازت نہ ملی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۱۷ کالم نمبر ۱) ''۶۱۴ء میں شاہ فارس خسرو دوم Chosroes کے ایک سپہ سالار نے یروشلیم پر قبضہ کر لیا اور ساٹھ ہزار مسیحیوں کو قتل کر دیا اور پینتیس ہزار کو غلام بنا لیا، شہر اور اس کے اردگرد اس قدر تباہی و بربادی تھی کہ وہ پوری طرح کبھی بھی پھر بحال نہ ہو سکا۔ ۶۲۸ء میں ہرقل نے حملہ آور خسرو کے بیٹے سے جو یروشلیم میں سنہری پھاٹک سے فاتحانہ داخل ہوا صلح کر لی۔ ۶۳۷ء میں خلیفہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بغیر خون بہائے یروشلیم میں داخل ہوئے، ۶۸۸ء میں مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی'' (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۱۷)

یعنی اسلامی حکومت نے ہی یروشلیم کو سلامتی بخشی ورنہ اس سے قبل لوٹنے والے ہی آتے رہے، آگ لگتی رہی، قتل و غارت گری ہوتی رہی، یعنی بائبل بار بار ناپید ہوتی رہی اور بار بار یادداشتوں کا سہارا لیکر لکھی جاتی رہی، یروشلیم میں اسلامی سلامتی زیادہ دیر نہ رہی۔ چنانچہ پادری ایف۔ ایس۔ خیر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''۱۰۷۷ء میں ایک ترک سلجوکی جرنیل نے مصریوں کو یروشلیم سے نکال دیا اور شہر کے اندر بسنے والے تین ہزار اشخاص کو قتل کر دیا، اب یروشلیم کے لئے ایک قابل رحم اور افسوسناک دور شروع ہوتا ہے ۱۰۹۹ء میں ۷ جون کو صلیبی مجاہدین کی فوج نے شہر کے سامنے ڈیرے ڈالے اور ۱۴ جولائی کو شہر پر قبضہ کر لیا، ان نام نہاد صلیبی سرداروں

نے اس قدر قتل و غارت کا بازار گرم کیا کہ اسلامی دنیا نہ تو اسے بھلا سکی نہ بھلا سکے گی، پھر ۸۰ سال تک کسی نے یروشلیم پر حملہ نہ کیا، شریف النفس صلاح الدین نے مسیحی مجاہدین کو حطین کے سینگ پر شکست دینے کے بعد۔ ۲۰ ستمبر ۱۱۸۷ء کو شہر کے سامنے ڈیرے ڈالے اور ۱۲را اکتوبر کو اسے سر کر لیا، اس نے اپنی فوج کو سختی سے حکم دیا کہ وہ ایک صدی پیشتر صلیبی مجاہدین کی طرح قتل و غارت نہ کریں اور یوں اس رحمدلانہ سلوک سے اس نے مسیحیوں کو شرم دلائی'' (قاموس الکتاب ص ۱۱۱۷) ان صلیبی مجاہدین بلکہ مفسدین نے نہ صرف مسلمانوں کے خون سے وحشیانہ ہولی کھیلی بلکہ توریت کو بھی نقصان پہنچایا۔ چنانچہ عیسائیوں کے قسیس معظم آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''قرون وسطی میں بالخصوص صلیبی جنگوں کے زمانہ میں متعصب مغربی مسیحی اہل یہود سے نفرت اور کینہ رکھتے تھے اور ان کے جنون نے عبرانی کتب مقدسہ کے بہت سے نسخے اور بالخصوص توریت کے نسخے نذر آتش کر دیئے'' (صحت کتب مقدسہ۔ صفحہ ۴۷) پس ثابت ہوا کہ قضاۃ کے دور سے لیکر صلیبی جنگوں کے دور تک بائبل مقدس پر ظلم وستم ہوتا رہا، کبھی اغیار کے ہاتھوں اور کبھی اپنوں کے لگائے ہوئے زخم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صدیوں پہلے یرمیاہ نبی نے بائبل کی شکستہ حالت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے'' (یرمیاہ ۳۶/۲۳) یوں تو بائبل مقدس میں تحریف کے بیشمار اسباب ہیں۔ لیکن میں صرف ۱۲ پر ہی اکتفاء کرتا ہوں، کیونکہ بقول امام فن مناظرہ حضرت مولانا سید ناصر الدین ابو المنصور ''(۱) قبائل بنی اسرائل بارہ ہیں (پیدائش ۱۷ر۲۰) (۲) اسباط بنی اسرائیل بارہ ہیں (خروج ۲۸: ۹۔۱۰) (۳) بروج فلکی کہ جن سے انتظام بارہ مہینوں سال کا ہے بارہ ہیں (۴) جواہر بیش قیمت بارہ ہیں

(مکاشفہ ۲۱/۱۹۔۲۰)(۵)ہر دن اور ہر رات کی ساعتیں بارہ ہیں (یوحنا۱۱/۹)
(۶)حضرت حواری بارہ ہیں (اعمال۱/۲۶)(۷)ایمہ معصومین بارہ ہیں (۸)انسان
کی معصومی کے سال بارہ ہیں (لوقا۲/۴۲) (۹)حروف لا الہ الا اللہ بارہ ہیں
(۱۰)حروف محمد رسول اللہ بارہ ہیں (۱۱)حروف اسماء ان تینوں انبیاء بزرگ کے یعنی
موسیٰؑ ،عیسیٰؑ محمدؐ بارہ ہیں (۱۲) حروف غیر مکرر توریت زبور انجیل فرقان بارہ
ہیں‘‘(نوید جاوید کا دیباچہ صفحہ ۷تا۸)

محترم قارئین! بائبل میں تحریف کے اسباب آپ نے ملاحظہ فرمالئے ہیں،
کتاب کا پہلا حصہ الحمدللہ اپنے اختتام کو پہنچا، دوسرے حصہ میں ہم نئے عہد نامہ یعنی
انجیل کے قصص کا مطالعہ کریں گے،اور کتاب کے آخر میں ضمیمہ عہد جدید کے اندر
بائبل میں تحریف کے اثبات ہدیہ قارئین کریں گے۔انشاءاللہ